# جرائم اور اسلام

## انسداد کی تدابیر اور علاج

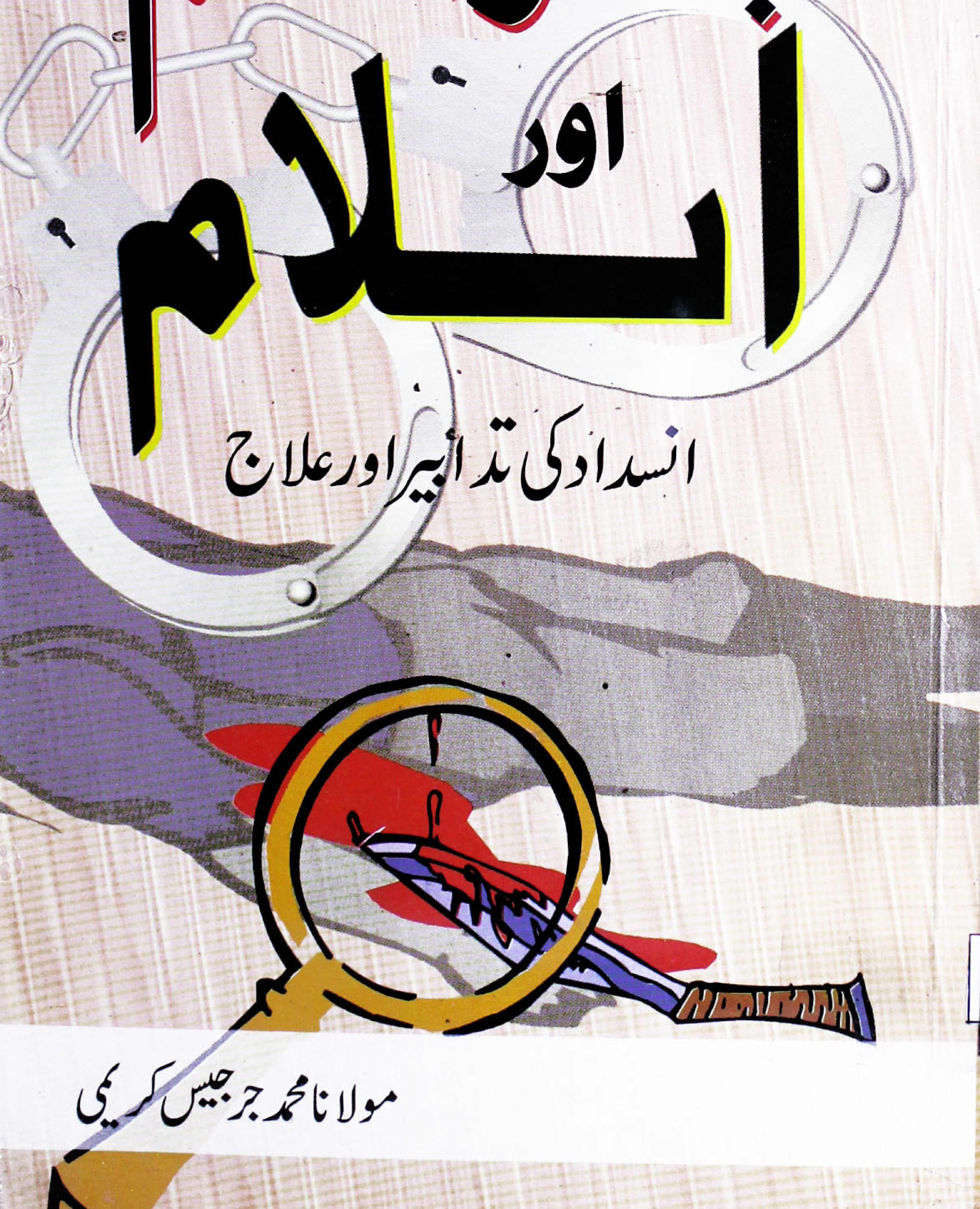

مولانا محمد جرجیس کریمی

Marfat.com

۲۹

# جرائم اور اسلام

## انسداد کی تدابیر اور علاج

مولانا محمد جرجیس کریمی

MARKAZI MAKTABA ISLAMI PUBLISHERS
NEW DELHI
مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۵

Marfat.com

111849
11849

مطبوعات ہیومن ویلفیئر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) نمبر ۸۷۴
© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : جرائم اور اسلام

مصنف : مولانا محمد جرجیس کریمی

صفحات : ۲۲۴

اشاعت : فروری ۲۰۰۵ء

تعداد : ۱۰۰۰

قیمت : -/۸۵ روپے

ناشر : مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

ڈی ۳۰۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵

فون: ۲۶۹۱۱۶۵۲، ۲۶۹۱۴۳۴۱ فیکس: ۲۶۳۱۷۸۵۸

E-mail: mmipub@nda.vsnl.net.in
Website: www. mmipublishers.net

مطبوعہ : ایچ ایس آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی-۲

**JARAEM AUR ISLAM (Urdu)**
*By: Maulana Muhammad Jarjis Kareemi*
**Pages: 224**

**Price: Rs. 85.00**

Marfat.com

# ترتیب


پیش لفظ ۱۱

**باب اول:**

موجودہ دور میں جرائم کی صورت حال اوران کے اسباب ونتائج ۱۳

فصل:۱ موجودہ دور میں جرائم ۱۵

جرائم کے متنوع طریقے ۱۵

جنسی جرائم ۱۶

عورتوں کے خلاف جرائم ۱۸

بچوں کے خلاف جرائم ۱۹

جارحانہ جرائم ۲۱

معاشی جرائم ۲۲

سماجی جرائم ۲۴

سیاسی جرائم ۲۵

جنگی جرائم ۲۷

اخلاقی جرائم ۲۸

خلاصہ بحث ۲۹

فصل:۲ جرائم کے اسباب ۳۰

جدید افکار ونظریات ۳۰

معاشی اسباب ۳۲

مذہبی واخلاقی اسباب ۳۳

سماجی اور شہری اسباب ۳۶

سیاسی وقانونی اسباب ۳۷


Marfat.com

نفسیاتی و ماحولیاتی اسباب ۳۸
سائنسی و صنعتی اسباب ۳۹
خلاصۂ بحث ۴۰
فصل:۳ جرائم کے نتائج ۴۱
سماجی نتائج ۴۱
جانی و مالی نقصانات ۴۳
نفسیاتی نتائج ۴۵
خلاصۂ بحث ۴۶
**باب دوم:** انسداد جرائم میں موجودہ قوانین کی ناکامی ۴۷
تمہید ۴۹
ناکامی کے اسباب ۴۹
قانون کی حیثیت ۵۰
قانون کی اہمیت و ضرورت ۵۰
انسانی فطرت اور قانون ۵۱
قانون اور اخلاق ۵۱
قانون کی محدودیت ۵۲
جرم و سزا کا ناقص تصور ۵۳
قانون کے نفاذ میں ناانصافی ۵۳
مجرم کے ساتھ ہمدردی کا غلط تصور ۵۴
معاشی ذمے داری کا فقدان ۵۴
تعزیراتی قوانین کی خامیاں ۵۵
**باب سوم:** جرم و سزا کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر ۵۷
جرم کی تعریف ۵۹

Marfat.com

جرم کا وسیع تصور ۵۹
نیت کی قانونی وشرعی حیثیت ۶۰
مصلحت عام اور شریعت ۶۱
ایمان وعقیدہ کا تحفظ ۶۲
جان کا تحفظ ۶۳
عزت وآبرو کا تحفظ ۶۴
مال کا تحفظ ۶۵
عقل کا تحفظ ۶۶
مصلحت عام کا صحیح مفہوم ۶۷
جرائم کی قسمیں ۶۷
اثبات جرم کے شرائط ۶۸
سزا کا اسلامی تصور ۶۸
سزاؤں میں فرق ۶۹
سزاؤں کی حیثیت ۷۰
سزاؤں کی قسمیں ۷۰
سزا کا مقصد ۷۱

**باب چهارم: اسلام میں انسدادِ جرائم کی تدابیر** ۷۳

الف: اسلامی عقائد سے جرائم کا انسداد ۷۵
اسلامی عقائد کا تعارف ۷۶
اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ۷۹
اللہ تعالیٰ کی قدرت ۸۲
اللہ تعالیٰ کا علم ۸۳
اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت ۸۵
عقیدۂ آخرت ۸۷

Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| | جنت اور جہنم کی حقیقت | ۸۹ |
| | ایمان کے تقاضے | ۹۲ |
| | جرائم کا ارتکاب بعض مسلمان کیوں کرتے ہیں | ۹٦ |
| (ب) | اسلام کا تصور زندگی اور جرائم کا انسداد | ۹٦ |
| | آزمائش کے ذرائع | ۹۷ |
| | دنیا کی زیب و زینت آزمائش کے لیے ہے | ۹۸ |
| | مصیبتیں بھی آزمائش کے لیے ہیں | ۹۹ |
| | اسلام کا تصورِ فلاح | ۱۰۰ |
| (ج) | انسداد جرائم میں اسلامی عبادات کا حصہ | ۱۰۱ |
| | نماز | ۱۰۱ |
| | روزہ | ۱۰۲ |
| | زکوٰۃ | ۱۰۳ |
| | حج | ۱۰۳ |
| | اسلامی عبادات سے متعلق ایک قابل غور نکتہ | ۱۰۵ |
| (د) | اسلام کی اخلاقی تعلیمات | ۱۰۵ |
| | اسلام میں اخلاق کی اہمیت | ۱۰۵ |
| | اخلاق کی قسمیں | ۱۰۷ |
| | اچھے اخلاق | ۱۰۷ |
| | برے اخلاق | ۱۱۸ |
| (ہ) | اسلام کا نظام حقوق و فرائض | ۱۳۱ |
| | والدین کے حقوق | ۱۳۳ |
| | اولاد کے حقوق | ۱۳۴ |
| | زوجین کے حقوق | ۱۳۵ |
| | اہل قرابت کے حقوق | ۱۳۸ |

Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| | پڑوسی کے حقوق | ۱۳۹ |
| | یتیموں اور بیواؤں کے حقوق | ۱۴۰ |
| | عام مسلمانوں کے حقوق | ۱۴۲ |
| (و) | اسلام کا نظامِ عدل وانصاف | ۱۴۳ |
| | قانونی عدل | ۱۴۵ |
| | اجتماعی عدل | ۱۴۶ |
| | بین الاقوامی عدل | ۱۴۷ |
| (ز) | غربت وافلاس کے ازالے کی تدابیر | ۱۴۸ |
| | زکوٰۃ اور اس کے مصارف | ۱۴۹ |
| | نظامِ وراثت | ۱۵۰ |
| | نظام دیت وکفارات | ۱۵۱ |
| | وصیت اور نذر کی صورتیں | ۱۵۳ |
| (ح) | اسلامی معاشرے کی چند امتیازی خصوصیات | ۱۵۴ |
| | مساوات | ۱۵۴ |
| | پردہ کا نظام | ۱۵۶ |
| | نظام امر بالمعروف ونہی عن المنکر | ۱۵۸ |
| (ط) | مسائل ومشکلات اور اسلام | ۱۶۱ |
| | صبر: مصائب ومشکلات کا حل | ۱۶۳ |
| | مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی | ۱۶۴ |
| | خودکشی کی حرمت | ۱۶۴ |
| (ی) | جرائم سے بچاؤ کی بعض فوری تدابیر | ۱۶۶ |
| | جارحانہ حملوں سے بچاؤ کی تدابیر | ۱۶۶ |
| | جنسی جرائم سے بچاؤ کی تدابیر | ۱۶۸ |
| | چوری ڈکیتی سے بچاؤ کی تدابیر | ۱۶۹ |

Marfat.com

بدعنوانیوں سے بچاؤ کی تدابیر ۱۷۰

سیاسی جرائم سے بچاؤ کی تدابیر ۱۷۲

صالح اجتماعیت: جرائم کے انسداد کے لیے لازم ۱۷۳

خلاصۂ بحث ۱۷۴

**باب پنجم: اسلام میں جرائم کا علاج ۱۷۷**

فصل:۱ شریعت میں جرائم کے علاج کی صورتیں ۱۷۹

(۱) زنا اور اس کی تعریف ۱۸۰

اثبات زنا کی شرائط ۱۸۰

احصان کی شرائط ۱۸۱

زنا کی سزا ۱۸۱

(۲) بہتان تراشی ۱۸۳

بہتان تراشی کی سزا ۱۸۳

(۳) چوری ۱۸۴

اثبات چوری کے شرائط ۱۸۴

چوری کی سزا ۱۸۵

(۴) ڈکیتی (حرابہ) ۱۸۵

اثبات جرم کی شرائط ۱۸۶

ڈکیتی کی سزا ۱۸۷

(۵) شراب نوشی ۱۸۷

اثبات جرم کی شرائط ۱۸۸

شراب نوشی کی سزا ۱۸۸

(۶) ارتداد ۱۸۹

اثبات جرم کی شرائط ۱۸۹


Marfat.com

| | |
|---|---|
| (۷) بغاوت | ۱۹۰ |
| بغاوت کی تعریف | ۱۹۱ |
| اثبات بغاوت کی شرائط | ۱۹۱ |
| فصل:۲ قصاص | ۱۹۲ |
| قتل اور اس کی سزا | ۱۹۳ |
| قتل کی قسمیں | ۱۹۴ |
| اثبات قتل کی شرائط | ۱۹۵ |
| جارحانہ جرائم اور اس کی سزا | ۱۹۶ |
| زخم اور اس کی قسمیں | ۱۹۷ |
| زخموں پر سزا کا نفاذ | ۱۹۷ |
| زخموں کی سزا قصاص ہے | ۱۹۷ |
| فصل:۳ تعزیرات | ۱۹۸ |
| تعزیر کا مقصد | ۱۹۸ |
| تعزیر کی حد | ۱۹۹ |
| تعزیر کی قسمیں | ۱۹۹ |
| قتل بطور تعزیر | ۱۹۹ |
| کوڑوں کی سزا | ۲۰۱ |
| کوڑوں کی حد | ۲۰۲ |
| کوڑوں کی کم سے کم حد | ۲۰۳ |
| قید و بند | ۲۰۳ |
| قید کی قسمیں | ۲۰۴ |
| مقررہ مدت کی قید | ۲۰۴ |
| غیر مقررہ مدت کی قید | ۲۰۴ |


Marfat.com

| | |
|---|---|
| قید کی کیفیت | ۲۰۵ |
| شہر بدری | ۲۰۵ |
| شہر بدری کی نوعیت | ۲۰۵ |
| مالی سزا | ۲۰۶ |
| مجرم سے مال لینے کی نوعیت | ۲۰۶ |
| جرمانہ کی مقدار | ۲۰۶ |
| تعزیر کی بعض دیگر صورتیں | ۲۰۷ |
| تعزیری سزاؤں کا نفاذ اور قاضی کا فیصلہ | ۲۰۸ |
| تعزیری جرائم | ۲۰۸ |
| تعزیر کے نفاذ کی صورتیں | ۲۰۸ |
| قتل میں تعزیر کی صورتیں | ۲۰۹ |
| زنا میں تعزیر کی صورتیں | ۲۱۰ |
| بہتان تراشی میں تعزیر کی صورتیں | ۲۱۱ |
| گالی گلوچ میں تعزیر | ۲۱۲ |
| چوری میں تعزیر کی صورتیں | ۲۱۲ |
| ڈکیتی میں تعزیر کی صورتیں | ۲۱۴ |
| بعض دیگر تعزیری جرائم | ۲۱۴ |
| تعزیرات کا نفاذ اور مجرم کی موت | ۲۱۵ |
| فصل:۴ کیا توبہ سے سزائیں ساقط ہو جائیں گی؟ | ۲۱۶ |
| توبہ سے کون سی سزائیں ساقط ہوتی ہیں | ۲۱۶ |
| سزا ساقط ہونے کی بعض دیگر صورتیں | ۲۱۷ |
| فصل:۵ اسلامی سزاؤں پر اعتراض کا جائزہ | ۲۱۹ |
| ماٰخذ و مراجع | ۲۲۳ |

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پیش لفظ

موجودہ دور میں جرائم نے عالم گیر شکل اختیار کرلی ہے اور ان سے کوئی معاشرہ پاک نہیں ہے۔ معاشرے کا ہر طبقہ آج ان کا مرتکب ہو رہا ہے۔ مرد ہوں یا عورتیں، بڑے ہوں یا بچے سبھی ان میں ملوث ہیں۔ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ کی تمیز و تفریق مٹ چکی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک پس ماندہ ممالک کی صف میں نظر آتے ہیں۔ مجرم اور قانون نافذ کرنے والے سب ایک حمام میں عریاں ہیں۔ اس سلسلے میں دوسری خاص بات یہ ہے کہ جرم کے نئے نئے طریقے ایجاد ہو رہے ہیں، جن چیزوں کی ایجاد جرائم روکنے کے مقصد سے کی گئی تھی وہ سب ان کے لیے وسائل و ذرائع کا کام کر رہی ہیں۔ قانون، پولس، عدلیہ، خاندانی اور معاشرتی نظام اور دیگر جرائم کے روکنے والے ادارے بے بس ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے پوری انسانیت نے ان کے مقابلہ میں اپنی شکست تسلیم کرلی ہو اور ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیا ہو۔ ایسی صورت حال میں ضرورت تھی کہ جرائم اور ان کے اسباب کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے۔ نیز ان اسباب کی کھوج کی جائے، جن سے جرائم روکنے کی کوششیں ناکام ہیں۔ اور کیا اب ایسی کوئی صورت باقی بچی ہے، جس کو بروئے کار لاکر جرائم پر قابو پایا جاسکتا ہے؟ اگر ہے تو وہ اس کے لیے کیا بنیادیں فراہم کرتی ہے؟ اور اس کے پاس اس کے علاج کے کیا طریقے ہیں؟ یہی وہ سوالات ہیں، جن کے جوابات زیر نظر کتاب میں دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں فقہی جزئیات سے احتراز کیا گیا ہے اور ''جرائم کے انسداد کی تدابیر'' پر زور دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس کو ''تدابیر'' کا عنوان دیا گیا ہے مگر در حقیقت یہ ''بنیادیں'' ہیں۔ ان کے بغیر انسداد جرائم کی ہر کوشش ناکام ہوگی۔

یہ کتاب چند سال پہلے تیار کی گئی تھی اور اس وقت کے اعداد و شمار اس میں شامل کیے گئے تھے۔ اب ان میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے۔ مگر اس بارے میں قابل لحاظ بات یہ ہے کہ جرائم

Marfat.com

میں کمی کے بجائے ان میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا پہلے کے اعداد و شمار کی روشنی میں جو بات کی گئی ہے اس کی اہمیت میں کسی طرح کمی نہیں ہوتی بلکہ موجودہ اعداد و شمار کی روشنی میں اور بڑھ جاتی ہے۔

میں صدر ادارہ محترم جناب مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ العالی کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کی تیاری کے دوران برابر نگرانی فرمائی۔ ادارے کے محترم سکریٹری ڈاکٹر فضل الرحمٰن فریدی زید مجدہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اس کے اکثر حصے اپنی ادارت میں شائع ہونے والے رسالے ''زندگی نو'' نئی دہلی میں شائع فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی۔ جناب مولانا سلطان احمد اصلاحی اور ڈاکٹر منور حسین فلاحی (مرحوم) بھی شکریہ کے مستحق ہیں، جنھوں نے مفید مشورے دیے۔ برادر مکرم ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کا بھی صمیم قلب سے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنے بے تکلف مشوروں سے نوازا اور اپنی اصلاحات سے مسودے کو اشاعت کے قابل بنایا۔ زبان و بیان کی درستی میں محترم ڈاکٹر تابش مہدی کی خصوصی توجہ رہی ہے۔ بنابریں وہ بھی شکریے کے مستحق ہیں۔ والدین کی شفقت و محبت تشکر و امتنان سے بے نیاز ہوتی ہے۔ ان کے لیے میری دعا ہے کہ اس کتاب کے ثواب میں اللہ تعالیٰ ان کو برابر شریک کرے۔ جَزاهم الله احسن الجزا

اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو آخرت کا توشہ اور گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ بنائے آمین

ان الله هو الموفق والمستعان

۲۸ رستمبر ۲۰۰۴ — محمد جرجیس کریمی

Marfat.com

# باب اول

# موجودہ دور میں جرائم کی صورتِ حال اور ان کے اسباب ونتائج

- موجودہ دور میں جرائم
- جرائم کے اسباب
- جرائم کے نتائج

Marfat.com

Marfat.com

فصل: ١

# موجودہ دور میں جرائم

موجودہ دور میں جس بھیانک شکل میں جرائم ظاہر ہو رہے ہیں ان سے نہ صرف سنجیدہ شہریوں، دانشوروں، پولس اور عدلیہ کو تشویش ہے بلکہ ان کی سنگین صورت حال کا احساس ان عناصر کو بھی ہے جو جرائم پیشہ ہیں اور جن کا کسی نہ کسی طرح ان سے رشتہ جڑا ہوا ہے۔

جرائم مختلف قسم کے ہیں اور انھوں نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے، جس میں جرائم ظاہر نہ ہو رہے ہوں۔ اخلاق، معاشرت، معاشیات، سیاست اور جنگ غرض کہ ہر جگہ ان کا ظہور ہو رہا ہے۔ ان جرائم کا ارتکاب ایک جاہل و نادان بھی کر رہا ہے اور پڑھا لکھا باشعور فرد بھی۔ عمر دراز لوگوں سے بھی ان کا ارتکاب ہو رہا ہے اور بچوں سے بھی۔ عورتیں بھی ان میں ملوث ہیں اور معصوم کمسن بچیاں بھی۔ انفرادی طور پر بھی لوگ ان کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اجتماعی طور پر بھی حتی کہ حکومتیں بھی ان سے اپنی برأت کا اظہار نہیں کر سکتیں بلکہ اگر جائزہ لیا جائے تو بعض جرائم مثلاً سیاسی، معاشی اور جنگی جرائم حکومتی سطح پر اور حکومتوں کے ہی اشارے پر ہوتے ہیں۔

## جرائم کے متنوع طریقے

دوسری بات یہ کہ مجرموں نے جرم کے مختلف طریقے ایجاد کر لیے ہیں۔ مثال کے طور پر زنا ایک جرم ہے، جس کو جنسی جرم کہا جا سکتا ہے۔ لیکن موجودہ دور میں زنا بالجبر، اجتماعی عصمت دری، کمسن بچیوں کی عصمت دری اور ہم جنس پرستی میں متعدد نئی صورتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ اسی طرح قتل ایک جرم ہے۔ پہلے زمانے میں مقتول کا سر قلم کر دیا جاتا تھا یا زیادہ سے زیادہ

Marfat.com

گولی ماردی جاتی تھی۔لیکن عصر حاضر میں لاشوں کے ٹکڑے کیے جاتے ہیں انھیں نیزوں پر اچھالا جاتا ہے۔مختلف طریقوں سے قتل کر کے لاشوں کو آگ میں ڈال دیا جاتا ہے اور قتل کے ایسے ایسے طریقے سامنے آرہے ہیں کہ ان کا ماقبل کے زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا اور آج بھی ان سے روحِ انسانیت کانپ اٹھتی ہے۔ذیل میں جرائم کی مختلف صورتوں کو الگ الگ عنوان کے تحت بیان کر کے تازہ ترین رپورٹیں درج کی جارہی ہیں۔تاکہ ان سے ان کی بھیانک صورت حال کا بہ خوبی اندازہ ہوجائے۔

## جنسی جرائم

نسل کی بقا کے لیے قدرت نے انسان کے اندرون میں ایک قوت ودیعت کی ہے، جس کو جنسی قوت کہا جاتا ہے۔اگر وہ اس کا استعمال قانونی اور اخلاقی حدود میں رہ کر کرے تو یہ جرم نہیں بلکہ عین مطلوب ہے۔لیکن اگر ان کا استعمال ان حدود کو تجاوز کر کے کیا جائے تو یہ ایک قابل سزا جرم ہے۔موجودہ دور میں مغربی تہذیب اور مادہ پرستانہ رجحانات کے زیر اثر سماج میں چوں کہ تکمیل خواہشات کے علاوہ انسان کے وجود کا کوئی مقصد نہیں ہے۔اس لیے وہ ہر خواہش کی تکمیل کو اپنا بنیادی حق سمجھتا ہے۔خواہ وہ جائز طریقے سے ہو یا ناجائز طریقے سے۔خواہ وہ قانونی اور اخلاقی حدود میں رہ کر ہو یا ان سے تجاوز کر کے۔چناں چہ جنسی قوت کا استعمال یا جنسی خواہش کی تکمیل اتنی بھیانک شکل میں ہورہی ہے کہ اس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

امریکہ میں ایک سرکاری سروے رپورٹ کے مطابق پچھلے برسوں کے مقابلے میں زنا بالجبر اور اقدام زنا بالجبر کے واقعات میں تقریباً ساٹھ فیصد (۶۰٪) اضافہ ہوا ہے۔اعداد وشمار سے پتا چلتا ہے کہ ۱۹۹۱ء کے دوران ایک سال میں ۲۶ لاکھ بارہ ہزار ایک سو پچاس فوج داری جرائم ہوئے، جن میں زنا اور اقدام زنا جیسے جرائم کی تعداد دو لاکھ سات ہزار چھ سو دس ہے۔واضح رہے کہ امریکہ میں طرفین کی رضامندی سے قائم کیے گئے جنسی تعلقات جرم نہیں ہیں(۱)

روس میں اقوام متحدہ کی طرف سے ایک شائع شدہ رپورٹ کے مطابق ہر چھ منٹ پر ایک عورت زنا بالجبر کا شکار ہوتی ہے۔ان میں ہر چوتھی اٹھارہ سال سے کم عمر کی لڑکی ہوتی ہے(۲)

---

(۱) روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی ۲۲ر اپریل ۱۹۹۲

(۲) ایضاً ۲۲ر فروری ۱۹۹۵

Marfat.com

چین میں عورتوں پر جنسی حملوں اور تشدد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ ۱۹۹۴ کے دوران جنس سے متعلق جرائم کے ارتکاب پر دولاکھ اٹھاسی ہزار افراد گرفتار کیے گئے۔[۱]

ہندستان میں نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کی ایک رپورٹ کے مطابق ہر ۴۵ منٹ پر کوئی نہ کوئی عورت جنسی حملے کا شکار ہوتی ہے۔ ہر ۲۶ منٹ پر ایک لڑکی یا عورت کے ساتھ دست درازی کی جاتی ہے۔ ہر ۵۲ منٹ پر زنا بالجبر کا ایک واقعہ پیش آتا ہے۔[۲] گزشتہ چار برسوں کے دوران صرف دہلی میں سات سو تین بچیوں کی آبروریزی کی گئی۔[۳] ۱۹۹۴ کے دوران ملک کے دوسرے حصوں میں دس ہزار سے زاید عورتوں کی آبروریزی اور ۲۲ ہزار عورتوں کے ساتھ دست درازی کی گئی۔[۴]

اوپر کی تفصیلات سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ صرف ان ہی ممالک میں یہ جرائم ہوتے ہیں بلکہ دنیا کے ہر ملک کا تقریباً یہی حال ہے اور ان میں اسی تناسب سے اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ مجرموں میں عجیب قسم کی بہیمیت اور درندگی کا رجحان پیدا ہو رہا ہے۔ مثلاً روس میں ایک شخص نے ۵۳ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو صرف اس لیے قتل کر دیا کہ وہ ان سے جنسی وظیفہ انجام دینے میں ناکام رہا تھا نیز بعض اوقات اس نے مقتول کی لاش کے ساتھ اپنی جنسی پیاس بجھائی۔[۵] اسی طرح دہلی کے ایک شخص نے اپنی بیٹی کو چارپائی سے باندھ کر اس کے ساتھ منہ کالا کیا پھر اس کی پٹی سے اس کا سر پٹخ پٹخ کر اسے ہلاک کر دیا۔[۶] اسی طرح ایک شخص نے جس کی تین بیویاں اور سولہ بچے تھے اپنے پڑوس کی ایک سات سالہ لڑکی سے زنا کیا اور بعد میں اسے مار ڈالا۔[۷] کمسن اور نوعمر بچیوں کے ساتھ زنا کے واقعات اب تو روزانہ اخبارات کی زینت بننے لگے ہیں۔ اسی طرح خونی اور قریبی رشتے بھی کچے دھاگے ثابت ہو رہے ہیں اور بیٹی بہن اور دوسرے رشتے کی خواتین اپنوں کی ہوس ناکیوں کا شکار ہو رہی ہیں۔ اس بارے میں اجتماعی عصمت دری اور معصوم بچوں اور بچیوں کی جنسی بے راہ روی اور ان کا جنسی استحصال بھی ایک

---

(۱) روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی ۱۵ مارچ اور ۲۶ جولائی ۱۹۹۵
(۲) سہ روزہ دعوت، نئی دہلی ۱۰ دسمبر ۱۹۹۲
(۳) روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی، ۲۵ مئی ۱۹۹۵
(۴) ایضاً ۶ اگست ۱۹۹۵
(۵) ایضاً ۲۶ اپریل ۱۹۹۴
(۶) ایضاً ۲۴ اپریل ۱۹۹۵
(۷) ایضاً ۲ اگست ۱۹۹۵

Marfat.com

تشویشناک بات ہے۔ کم عمر بچوں کو جنسی حملوں کا سامنا تو تھا ہی خود ان کے اندر جنسی رجحانات پیدا ہو رہے ہیں۔ ۱۹۹۳ کے دوران صرف مغربی دہلی میں ایک سو دس کم عمر بچوں نے جرائم کیے، جن میں چوبیس لڑکوں پر عصمت دری کے الزام میں مقدمات قائم کیے گئے۔ اسی طرح ایک دوسرے واقعے میں سات نوجوانوں نے ایک کم عمر لڑکی کی کئی مہینوں تک اجتماعی عصمت دری کی۔(۱)

ہندستان میں بیس لاکھ عورتیں قحبہ گری سے متعلق ہیں۔ ان ساری باتوں سے دنیا میں ہو رہے جنسی جرائم کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔(۲)

## عورتوں کے خلاف جرائم

عورتیں صرف جنسی جرائم کا شکار نہیں ہوتیں بلکہ ان کے خلاف اور بہت سے بھیانک جرائم ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں تشدد، مار پیٹ، استحصال، جہیز کے لیے زد و کوب، قتل اور اغوا خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

یوں تو ان کے خلاف ان جرائم کا ارتکاب دنیا کے ہر خطے میں ہو رہا ہے لیکن جہیز کے لیے ان کے قتل کی لعنت سارک ممالک خاص کر ہندستان میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ ۱۹۹۸ کے دوران ملک میں چار ہزار نو سو پچاس عورتوں کو جہیز کے لالچ میں مار دیا گیا۔(۳) ایک رپورٹ کے مطابق ہندستان میں ہر سال ایک کروڑ پچاس لاکھ لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں، جن میں سے پچاس لاکھ بچیاں اپنی عمر کی پندرہویں سالگرہ سے پہلے ہی ماردی جاتی ہیں۔ ان اموات میں سے ایک تہائی ان کی زندگی کے پہلے سال ہی واقع ہوتی ہیں اور ان کا سبب بچیوں کے ساتھ امتیاز ہے۔(۴)

رحم مادر میں بچی کو مار ڈالنا (اسقاطِ حمل) بھی اس سلسلے کی ایک ہولناک حقیقت ہے ۱۹۸۴ میں چالیس ہزار لڑکیوں کو پیدا ہونے سے قبل مار دیا گیا۔ ایک مخصوص اسپتال میں اسقاط حمل کے آٹھ ہزار واقعات میں سے صرف ایک ایسا تھا جو لڑکے کی وجہ سے کیا گیا باقی تمام صورتوں میں حمل گرائے جانے کی وجہ ماں کے پیٹ میں پل رہی بچی تھی۔(۵)

---

(۱) روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی ۲۰؍مارچ ۱۹۹۵

(۲) ایضاً ۲۲؍جولائی ۱۹۹۵

(۳) راشٹریہ سہارا، دہلی ۱۶؍جون ۲۰۰۰

(۴) ایضاً ۷؍اگست ۱۹۹۵

(۵) ایضاً ۲۴؍جولائی ۱۹۹۵ و ۱۳؍مارچ ۱۹۹۵

Marfat.com

سسرال والوں کی طرف سے عورتوں پر ظلم و جبر بھی ایک تلخ حقیقت ہے۔ ہندستانی اس سلسلے میں کچھ زیادہ ہی آگے ہیں۔۱۹۹۴ کے دوران تیس ہزار واقعات درج کیے گئے۔ ۱۹۹۳ کے دوران اس قسم کے واقعات کے مقابلے میں ایک ہزار زیادہ ہیں۔ اسی طرح ان کا اغوا بھی اسی تناسب سے ہو رہا ہے۔۱۹۹۲ کے دوران گیارہ ہزار سے زائد عورتوں کا اغوا کیا گیا تھا۔ جب کہ ۱۹۹۳ میں ان کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہوگئی۔[۱]

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی ایک تازہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دنیا کے کسی بھی ملک میں خواتین کی قدر نہیں ہے۔ تمام سماجی طبقات معاشروں اور نسلوں سے تعلق رکھنے والی خواتین اپنے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے خطرے سے دوچار ہیں۔ مذکورہ ادارے کی ۱۳۵ صفحات پر مشتمل اس رپورٹ میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ پوری دنیا میں خواتین قتل کی جارہی ہیں، ان کی عزت وآبرو لوٹی جارہی ہے انھیں ٹارچر کیا جارہا ہے اور وہ جنسی حملے کی شکار ہیں۔ رپورٹ میں بوسنیا، روانڈا اور میکسیکو کے حوالے سے یہ بات کہی گئی ہے کہ عام طور پر تنازعوں کے دوران خواتین سب سے زیادہ متاثر ہوئی ہیں لیکن ان ساری باتوں کے باوجود دنیا کی حکومتیں عورتوں کے خلاف جرائم اور ان کے حقوق کی پامالی کو روکنے کے سلسلے میں خاموش ہیں۔[۲]

## بچوں کے خلاف جرائم

دنیا میں پنپ رہے جرائم اور مجرموں سے معصوم بچے بھی محفوظ نہیں ہیں وہ بھی طرح طرح کے جرائم کا شکار ہو رہے ہیں اور ان کا بھی مختلف طریقوں سے استحصال کیا جارہا ہے۔ کمسن بچوں اور بچیوں کے جنسی استحصال نے بھیانک صورت اختیار کرلی ہے۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں تین لاکھ نوعمر لڑکیاں جسم فروشی کا پیشہ کرتی ہیں، جن میں بہت سوں کی عمر ۱۵ سال سے کم ہے۔ ایشیا میں اس عمر کی تقریباً دس لاکھ بچیوں سے پیشہ کرایا جارہا ہے۔ اس سلسلے میں ایک اور تشویش کی بات یہ ہے کہ عام طور پر وہ اپنے قریبی رشتے داروں کی ہوس کا نشانہ بنتی ہیں۔ جبری عصمت دری کا شکار بھی اکثر حالتوں میں کمسن بچیاں ہی ہوتی ہیں اور ان میں

---

(۱) راشٹریہ سہارا، دہلی ۶ راگست ۱۹۹۵

(۲) ایضاً ۷ رمارچ ۱۹۹۵

Marfat.com

انتہائی کمسن اور نوزائیدہ بھی شامل ہیں۔ اس قسم کی مثالیں بھی موجود ہیں کہ چند مہینوں کی بچی سے زنا کا ارتکاب کیا گیا۔ عورت جنس کے خلاف تفریق اور سلوک کے نتیجے میں جو بچیاں قبل از پیدائش یا پیدائش کے بعد ماردی جاتی ہیں اس کی تفصیلات پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔ یاددہانی کے لیے عرض ہے کہ ہندستان میں ہر چھٹی لڑکی کی موت مذکورہ سبب سے ہوتی ہے۔(۱)

امریکہ کی انسانی حقوق تنظیم نے ایک شائع شدہ رپورٹ میں لکھا ہے کہ برازیل میں ۵ لاکھ سے زیادہ بچے جسم فروشی کے دھندے میں لگے ہوئے ہیں۔ رپورٹ میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہاں دلالوں، پولس والوں اور مقامی حکام کا ایک جال پھیلا ہوا ہے جو بچوں کے جنسی استحصال سے متعلق کسی بھی قانونی تفتیش میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ بچوں پر تشدد اور ان کے قتل کے واقعات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔(۲)

پاکستان میں ۱۴ سال سے کم عمر کے ساٹھ لاکھ سے زیادہ بچوں سے غلامی کا کام لیا جارہا ہے۔ جو قالین سازی، کپڑے بنانے کی فیکٹریوں، اینٹ بھٹوں، لوہار بھٹیوں، چمڑہ رنگنے کے کارخانوں، بیکریوں، ریستورانوں، تعمیرات اور گھروں میں کام کرتے ہیں۔(۳)

ہندستان میں ہر تیسرا مزدور ایک بچہ ہے۔ ان میں سے ستر فیصد بچے سوروپے ماہانہ کی قلیل تنخواہ پر کام کرتے ہیں۔ جب کہ تین فیصد بچوں کو تقریباً ڈیڑھ سوروپے ماہانہ ملتے ہیں۔ غیر منظم سیکٹر میں کام کرنے والے دس کروڑ بچوں میں سے بیس لاکھ سے زائد بچے صحت کے لیے انتہائی مضر صنعتوں میں کام کرتے ہیں۔(۴) بچوں کو کام کے دوران زدوکوب اور تشدد کا بھی شکار ہونا پڑتا ہے۔ بسا اوقات ان کا جنسی استحصال بھی کیا جاتا ہے۔ بندھوا مزدوری کی حالت تو اور بھی ابتر ہے۔(۵)

بچوں کا اغوا، خرید وفروخت اور ان کو یرغمال بنا کر ان کے والدین سے خطیر رقم کا مطالبہ کرنا بھی ان جرائم میں شامل ہے جو موجودہ دور میں مجرموں کے لیے ایک نفع بخش پیشہ اور ذریعہ

---

(۱) ایضاً ۲۲ رفروری، ۷ راپریل، ۲۵ رمئی، ۲۴ رجولائی، یکم اگست 1995

(۲) ایضاً ۱۶ رمارچ 1995

(۳) ایضاً ۱۹ راپریل 1995

(۴) ایضاً ۱۹ رمئی 1995

(۵) ایضاً ۸ رمارچ ۱۹۹۳

Marfat.com

آمدنی بنتا جا رہا ہے۔ بچوں کے ذریعہ گداگری کرانا بھی بچوں کے خلاف ایک جرم ہے۔ غرض کہ اس طرح اور بھی بہت سے جرائم رونما ہو رہے ہیں۔ جن سے بچوں کی زندگی اور ان کے مستقبل پر سوالیہ نشان لگ گیا ہے۔

## جارحانہ جرائم

جارحانہ جرائم سے مراد قتل، تشدد، دہشت گردی، نسل کشی اور جنگ ہیں۔ جن میں ناحق خوں ریزی اور انسانی جان کا ضیاع ہو۔ موجودہ دور میں اس قسم کے جرائم نے بھیانک صورت اختیار کر لی ہے۔ اور انفرادی قتل و غارت گری سے لے کر اجتماعی قتل کے واقعات میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ آج کوئی نفس مامون نہیں ہے۔ خون پانی سے زیادہ سستا ہو چکا ہے انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی۔ دشمن تو دشمن اپنے خونی رشتہ دار جان کے در پے ہو رہے ہیں اور ہر طرف قتل و غارت گری مچی ہوئی ہے۔ گویا آج انسانیت ایک خونی دور سے گزر رہی ہے۔

یوں تو دنیا کے ہر حصے میں خون خرابہ ہو رہا ہے۔ لیکن وہ ممالک جو اپنے آپ کو ترقی اور تہذیب یافتہ کہلاتے ہیں وہاں کچھ زیادہ ہی خوں ریزی برپا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ میں ۱۹۹۱ کے دوران ۲۶ لاکھ ۱۲ ہزار ۱۵۰ فوج داری جرائم ہوئے اور ان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک سروے رپورٹ کے مطابق گزشتہ دس سالوں کے دوران خونی جرائم میں ۶۵ فیصد اضافہ ہوا ہے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اکثر حالات میں ان کا ارتکاب نوجوان نسل کرتی ہے اور ان میں بھی مزید اضافہ کا اندیشہ ہے۔ کیوں کہ وہاں تقریباً چار کروڑ نوعمر بچے اب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے جا رہے ہیں۔[۱]

ہندستان میں ۱۵ منٹ پر قتل کا ایک واقعہ پیش آتا ہے۔ مختلف علاقوں میں جاری نسلی تشدد میں ہوئی اموات اس کے علاوہ ہیں[۲] ۱۹۹۱ سے پہلے ڈھائی سال میں پنجاب میں سات ہزار چھ سو افراد مارے گئے۔ جموں وکشمیر میں ۱۹۹۱ سے لے کر اب تک (۱۹۹۷ تک) تیس ہزار افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور ایک ہزار پانچ سو افراد اغوا کیے گئے۔ دیگر علاقوں کے مسلم تشدد میں

---

۱۔ ایضاً ۲۱ فروری ۱۹۹۵

۲۔ تہذیب الاخلاق علی گڑھ، دسمبر ۱۹۹۲ (اداریہ)

Marfat.com

ہوئی اموات کے اعداد و شمار ہمارے پاس نہیں ہے۔ لیکن اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہاں بھی ہزاروں لوگ مارے گئے ہوں گے۔ ملک کے فرقہ وارانہ فسادات میں بھی ہزاروں لوگ مارے جاتے ہیں۔ مثلاً جولائی ۱۹۹۱ سے پہلے ڈھائی سال کے دوران ۶۱ فسادات میں دو ہزار سے زیادہ جانیں ضائع ہوئیں۔[1] گزشتہ صدی کی دونوں عالمی جنگوں اور ان کے بعد دیگر جنگوں میں ہوئی ہلاکتوں کے اعداد و شمار کسی سے مخفی نہیں۔ مثال کے طور پر منجملہ دونوں جنگ عظیم میں کم از کم ۸ کروڑ لوگ مارے گئے یا معذور ہوئے۔[2] اسی طرح روانڈا کے قتل عام، عراق و ایران و دیگر ممالک کے درمیان ہوئی جنگوں میں پچاسوں لاکھ افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ یہ سب جارحانہ جرائم میں شامل ہیں۔ قتل کے انفرادی واقعات میں درندگی اور بہیمیت کی ایسی مثالیں سامنے آرہی ہیں کہ ان سے جنگل کے درندے بھی ماند پڑ جائیں۔ مثال کے طور پر قتل کے ایک واقعہ میں مقتول کو گولی مار کر تندور میں اس کی لاش جلادی گئی۔[3] اسی طرح ایک شخص نے اپنی بیٹی کو چارپائی کی پٹیوں سے اس کا سر پٹخ پٹخ کر مار ڈالا۔[4] ایک ماں نے اپنے پانچ بچوں کا گلا گھونٹ کر قتل کر دیا۔[5] ایک اور عورت نے ایک تین سالہ بچے کو قتل کر کے اس کا سینہ اور پیٹ پھاڑ کر دل اور جگر نکال لیے۔[6] اسی طرح ایک اور ماں نے اپنے تین سالہ بچے کو تیسری منزل سے نیچے پھینک دیا۔[7] ان سارے واقعات سے موجودہ دور میں قتل و غارت کی نفسیات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کس درجہ درندگی اور بہیمیت کا شکار ہو چکی ہے۔

## معاشی جرائم

جارحانہ جرائم کے بعد جس جرم نے وبائی صورت اختیار کر لی ہے وہ معاشی استحصال ہے۔ موجودہ دور میں معاش اور ذرائع معاش نے جو اہمیت حاصل کر لی ہے اس سے کسی کو انکار

---

(۱) قومی آواز، ۱۸؍جولائی ۱۹۹۱، ۲۴؍اگست ۱۹۹۵

(۲) لینن کی کہانی مطبوعہ سوویت یونین

(۳) دیکھئے نینا ساہنی قتل کی تفصیلات ۱۹۹۵

(۴) قومی آواز، ۲۴؍جولائی ۱۹۹۵

(۵) قومی آواز، ۱۴؍ستمبر ۱۹۹۵

(۶) قومی آواز، ۱۶؍مارچ ۱۹۹۵

(۷) قومی آواز، ۲؍جولائی ۱۹۹۵

111869

Marfat.com

نہیں ہوسکتا۔فرد کی زندگی سے لے کر ریاست اور ملک کی بقاوسالمیت تک کا انحصار معاشی استحکام واستقلال پر ہے۔ اسی کی وجہ سے دنیا میں بڑے بڑے انقلاب رونما ہوئے ہیں اور بڑی بڑی حکومتوں کی کایا پلٹ ہوئی ہے۔ آج بھی حکومتوں کا بننا اور ان کا ختم ہونا معاشی و اقتصادی حکمت عملیوں پر منحصر ہے۔ ہر ملک دوسرے ملکوں سے معاشی اور اقتصادی سطح پر اس طرح جڑا ہوا ہے کہ اگر وہ ایک دوسرے سے علیٰحدگی اختیار کرنا بھی چاہیں تو نہیں کر سکتے۔

دوسری طرف معاش کی اس غیر معمولی اہمیت کی وجہ سے لوگوں کا معاشی استحصال کیا جاتا ان کو غلام بنایا جاتا اور ان سے جبری مزدوری کرائی جاتی ہے اور نہ صرف پختہ عمر کے لوگوں سے یہ سب کچھ کرایا جاتا ہے بلکہ بہت بڑی تعداد میں کمسن بچے بھی اس لعنت کے شکار ہیں۔ سیاسی مصلحتوں کے تحت قحط جیسے حالات پیدا کرنا اور قیمت میں اضافے کی غرض سے رسد کو منجمد کرنا یا تلف کر دینا یہ سب اقتصادی جرائم کی قسمیں ہیں جو آج بری طرح ظاہر ہو رہے ہیں۔ بین الاقوامی تنظیم محنت برائے اقوام متحدہ نے ایک رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ پوری دنیا میں جو لوگ بھی مزدوری کرتے ہیں ان کو نہ صرف کم اجرت ملتی ہے بلکہ ان کے کام کے اوقات بھی زیادہ ہوتے ہیں۔[۱]

ہندو پاک کے علاوہ بنگلا دیش، تھائی لینڈ، سوڈان، ہیتی، پیرو، برازیل، موریطانیہ اور جمہوریہ ڈومنک میں بھی بندھوا مزدوری کا مسئلہ سنگین ہے۔ عالمی ادارۂ محنت کے جائزہ میں کہا گیا ہے کہ چھ برس کے ننھے بچوں سے بھی مزدوری کرائی جاتی ہے۔ یہ معصوم بچے انتہائی جاں گسل حالات میں سترہ سے اٹھارہ گھنٹے تک ہر دن محنت کرتے ہیں اور تعلیم سے محروم رکھے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض بچوں کی بار بار پٹائی کی جاتی ہے۔ اگر وہ فرار ہونے کی کوشش کریں تو ان کو اذیتیں دی جاتی ہیں۔ ان کے مالکان ان کا جنسی استحصال بھی کرتے ہیں۔ پھر ان کو فروخت کر دیا جاتا ہے یا انھیں قحبہ خانوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔[۲]

اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق چین میں وہاں کی خواتین اوسطاً ۱۲ گھنٹے محنت کرتی ہیں جب کہ مردوں کے لیے کام کا اوسط دس گھنٹے یومیہ ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ انھیں ان کی بے پناہ محنت کا مناسب معاوضہ تک نہیں ملتا۔[۳]

---

(۱) قومی آواز ۲۴رجون ۱۹۹۵

(۲) قومی آواز ۸ر مارچ ۱۹۹۳

(۳) قومی آواز ۲۵رجون ۱۹۹۵

Marfat.com

عورتوں کے ساتھ ناانصافی صرف چین ہی میں نہیں ہوتی بلکہ پوری دنیا میں ان کا یہی حال ہے۔ وہ ہر جگہ زرعی شعبہ کی ریڑھ کی ہڈی ہیں بلکہ دنیا میں ہر تیسرے گھر میں خانگی اخراجات عورتیں چلاتی ہیں اور غذائی اجناس کے پیدا کرنے میں ان کا قابل لحاظ حصہ ہے۔ یہی کھانا بناتی اور کھلاتی بھی ہیں اور اکثر عورتیں سب سے آخر میں اور سب سے کم کھاتی ہیں وہ پہلے اپنے شوہر اور بچوں کو کھلاتی ہیں اور آخر میں جو بچ جاتا ہے وہ خود کھاتی ہیں۔ عورتیں مردوں کے زیر تسلط معاشرہ میں ہر طرح نظر انداز کی جاتی ہیں۔[۱]

معاشی جرائم کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ رسد کی قیمت میں اضافہ کی غرض سے اس کو تلف یا منجمد کر دیا جائے جب ۱۹۳۱ تا ۱۹۳۴ کے دوارن برازیل میں پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ من کافی مذکورہ سبب کی وجہ سے تلف کردی گئی تھی۔ اس طرح جاپان میں ۱۹۳۲ میں سات لاکھ بیس ہزار موتی صرف اس لیے نذر آتش کردیے گئے تھے کہ رسد میں اضافہ کے سبب ان کی قیمت گرتی چلی جاتی رہی تھی۔ اتنی بڑی تعداد میں موتیوں کو تلف کرنے سے قیمت میں یکا یک تیس فی صد اضافہ ہو گیا۔[۲]

امریکہ میں ہر سال ۴۳ بلیین کلوگرام کھانا ضائع کیا جاتا ہے جب کہ اسی امریکہ میں تین کروڑ افراد کھانے پینے کے لیے مناسب غذا سے محروم ہیں اور خط افلاس سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔[۳]

## سماجی جرائم

جرم کی ایک قسم وہ ہے جس کا اثر براہِ راست سماج پر پڑے جیسے چھوت چھات، رشوت، جہیز، غصب، غبن، خودکشی، اسمگلنگ، اغوا اور چوری ڈکیتی وغیرہ یہ سب سماجی جرائم کی قسمیں ہیں۔ پندرہ برسوں کے دوران جہیز کی اموات میں دس گنا اضافہ ہوا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۸۳ میں جہیز کی خاطر دلہن کو جلا کر مار ڈالنے کے ۴۲۸ معاملات تھے۔ ۱۹۹۸ میں بڑھتے بڑھتے ۶۹۱۷ ہو گئے۔[۴]

---

(۱) قومی آواز ۹ ر ستمبر ۱۹۹۵

(۲) اسلام کا نظریہ ملکیت، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی ص ۲۱۴

(۳) ٹائمز آف انڈیا ۴ ر جولائی ۱۹۹۷

(۴) روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی ۱۶ ر جون ۲۰۰۰

Marfat.com

ملک میں سالانہ ۸۰ ہزار کروڑ روپے رشوت اور کالا دھن کا کاروبار ہوتا ہے۔[۱] یہاں پر ہر سال ۸۰ ہزار لوگ خودکشی کرتے ہیں[۲] اور ہر ڈیڑھ منٹ پر چوری، ہر چار منٹ پر نقب زنی، ہر چودہ منٹ پر ڈکیتی اور رہ زنی کے واقعات پیش آتے ہیں۔[۳] اسی طرح اسمگلنگ اور اغوا کے واقعات بھی آئے دن پیش آتے رہتے ہیں۔

ہندستان کے سرکاری زمرہ کے بنکوں میں دھوکہ دہی کے الزام میں چار سال کے دوران ۱۱۴۹ ملازمین برخاست کیے گئے۔ جب کہ ۳۴۷۵ لوگوں کو وارننگ اور دوسری چھوٹی بڑی سزائیں دی گئیں۔[۴] غصب غبن اور دوسرے سماجی جرائم اپنے شباب پر ہیں اور جو معمولی سطح سے لے کر اعلیٰ پیمانے پر رونما ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر ۱۹۹۲ سے لے کر ۱۹۹۶ تک ہندستان کے مختلف سرکاری شعبوں میں جو بدعنوانیاں ہوئی ہیں اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ سیکورٹی گھوٹالہ ۱۹۹۲ میں پانچ ہزار کروڑ روپے شوگر گھوٹالہ ۱۹۹۴ میں ۶۵۰ کروڑ روپے، چارا گھوٹالہ ۱۹۹۵ چھ سو کروڑ روپے، ہاؤسنگ گھوٹالہ ۱۹۹۵ میں سترہ کروڑ چالیس لاکھ روپے، حوالہ اسکینڈل ۱۹۹۵ پینسٹھ کروڑ روپے، جھارکھنڈ پارٹی رشوت کانڈ تین کروڑ روپے اور یوریا گھوٹالہ ۱۹۹۶ ایک سو تینتیس کروڑ روپے مجموعی طور پر چھ ہزار چار سو اڑسٹھ کروڑ چالیس لاکھ روپے کا گزشتہ سات سال کے دوران بدعنوانیوں کا سراغ لگایا گیا اور جو معاملات ابھی زیر تحقیق ہیں اور جو ابھی ظاہر نہیں ہوئے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔[۵]

## سیاسی جرائم

ملک اور ریاست کے انتظام و انصرام اور حکومت چلانے اور اس کو درست رکھنے کا نام سیاست ہے۔ اس کا اپنا ایک فلسفہ اور اس کی کچھ قدریں ہیں۔ اس کی بنیاد پر ہی حکومت چلتی ہے اور ریاست میں امن و امان برقرار رہتا ہے۔ اگر ان کو سیاست سے الگ کر دیا جائے تو ایسی صورت میں ''جدا ہو دین و سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی'' والی بات ہوگی۔ موجودہ دور میں

---

(۱) روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی ۱۶ر جون ۲۰۰۰

(۲) ایضاً ۲۲ر جولائی ۱۹۹۱

(۳) ایضاً ۲ر نومبر ۱۹۹۵

(۴) تہذیب الاخلاق، دسمبر ۱۹۹۲

(۵) ٹائمز آف انڈیا، ۲۱ر جون ۱۹۹۶

Marfat.com

اسی قسم کی سیاست نے فروغ پایا ہے اور اس میں مثبت قدروں کی جگہ جرائم نے لے لی ہے۔ حکومت ملک کی فلاح و بہبود کے لیے تشکیل دی جاتی ہے لیکن اب اس کا مفہوم الٹ گیا ہے اور اس کا اطلاق اس کے استحصال پر ہونے لگا ہے۔ سیاست داں ذاتی اور گروہی مفادات کے لیے اب ملک اور ریاست کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ سیاست کی یہ صورتِ حال کسی ایک ملک کی نہیں بلکہ پوری دنیا کی ہے۔ موجودہ دور میں یہ چیز سیاسی مہارت کی علامت سمجھی جاتی ہے کہ آدمی جرائم اور مجرموں کے سہارے اپنی کامیابی حاصل کرے لیکن عوام کو اس کی خبر نہ ہو۔ سیاسی جرائم کن کو کہتے ہیں یا کون سے جرائم سیاسی ہیں ان کا تعین مشکل ہے۔ اس سلسلے میں ملک کے قانون اور دستور میں کوئی تفصیل درج نہیں ہے اور نہ اس کی دانشوروں کی طرف سے متعین شکلیں بیان کی جاتی ہیں۔ سادے انداز میں یوں سمجھنا چاہیے کہ ہر وہ جرم جو سیاسی مقصد کے حصول کے لیے کیا گیا ہو اس کا شمار سیاسی جرائم میں ہوگا۔ خواہ اس کا دائرہ محدود ہو یا غیر محدود، مقامی اور ریاستی ہو یا ملکی اور عالمی۔ اسی طرح خواہ وہ ایک فرد یا پارٹی کی طرف سے کیا گیا ہو۔ خواہ متعدد افراد اور پارٹیوں نے اس کا ارتکاب کیا ہو۔

یوں تو سیاسی جرائم کی کوئی متعین شکل نہیں ہے لیکن بعض جرائم کا ارتکاب موجودہ دور میں اکثر سیاسی استحصال کے لیے کیا جا رہا ہے۔ اس لیے اب ان کا شمار سیاسی جرائم ہی میں ہوتا ہے۔ مثلاً سیاسی مفادات کے حصول کے لیے مذہب، زبان، تہذیب یا رنگ و نسل کا استعمال کرنا یا اس کے خلاف ریشہ دوانیاں اور ان کے ماننے والوں کے خلاف نفرت پھیلانا اور فسادات کروانا۔ اسی طرح جرائم پیشہ افراد کے سہارے اپنے حق میں ووٹ ڈلوانا اور ان کی پشت پناہی کرنا وغیرہ۔ یہ سب جرائم میں شامل ہیں۔

موجودہ دور میں پوری دنیا میں مذہب اور رنگ و نسل کی بنیاد پر لوگوں کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ بعض ممالک میں مذہب اور نسل کی بنیاد پر خون خرابہ اور نسل کشی کا عمل بھی جاری ہے مثلاً بوسنیا اور چیچنیا کے واقعات اس کی بہترین مثال ہیں۔ بعض ممالک میں مذہب کی بنیاد پر ایک مخصوص فرقہ کے خلاف نفرت پھیلائی جا رہی ہے اور بار بار اس کو ہراساں کیا جا رہا ہے۔ ہندستان میں مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کا مظہر ہے۔ اسی طرح برما میں مسلمانوں کے ساتھ، پاکستان میں مہاجروں کے ساتھ اور افریقہ و امریکہ میں سیاہ فاموں کے ساتھ جو ناروا سلوک ہو رہا ہے وہ سب سیاسی جرائم کی مثالیں ہیں۔

Marfat.com

# جنگی جرائم

بلاشبہ جنگ میں کشت وخون ہوتا ہے اور ہلاکتیں سامنے آتی ہیں، مال و جائداد کا بھی نقصان ہوتا ہے اور بسا اوقات جنگ ناگزیر بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کے لیے کچھ بین الاقوامی قانون ہیں جن کی خلاف ورزی کو جرم سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً جنگ ایک اضطراری کیفیت ہے۔ تنازعوں کے حل کے لیے گفت وشنید کی راہ کھلی ہوئی ہے۔ لیکن جان بوجھ کر جنگ جیسے حالات پیدا کرنا یا جنگ ہونے پر عام آبادی کو نشانہ بنانا، ہلاکت خیز و جراثیمی و نیوکلیائی ہتھیار استعمال کرنا جنگی پالیسی کے طور پر مغلوب کی عورتوں کی عصمت دری کرنا یا جنگی قیدیوں کو انسانیت سوز سزائیں دینا۔ یہ سب جنگی جرائم میں شمار ہوں گے۔ اس سلسلے میں گزشتہ صدی کی دو عظیم جنگیں اس کی بہترین مثالیں ہیں۔ ان جنگوں کی کوئی مذہبی، مدافعتی اور ناگزیر ضرورت نہ تھی لیکن اس کے باوجود ان کو برپا کیا گیا۔ پھر ان میں جس طرح عام آبادی کو بموں اور گولیوں کا نشانہ بنایا گیا اس کا مشاہدہ کرنے والے آج بھی بہت سے لوگ زندہ ہیں۔ اسی طرح مغلوب فوج کی خواتین کی آبروریزی کے جو واقعات سامنے آئے وہ بھی لوگوں سے مخفی نہیں۔ جنگ کے آخری مرحلہ میں امریکہ نے جاپان کو ایٹم بموں کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں وہاں لاکھوں لوگ ہلاک ہوئے اور جن کا اثر اب تک وہاں باقی ہے جو وہاں کی پیدا ہونے والی نسل پر معذوری کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ کیا یہ سب کسی نیک مقصد کے تحت کیے گئے تھے؟ بوسنیا اور چے چنیا میں نسل کشی اور اجتماعی عصمت دری کے منصوبہ بند واقعات جرم نہیں ہیں؟ کیا بین الاقوامی قانون اس کی اجازت دیتے ہیں؟

جنگی جرائم میں صرف یہی بات داخل نہیں ہے کہ جنگ برپا کر کے اس میں لوگوں کو تباہ و برباد کیا جائے بلکہ جنگ برپا کرنے کے لیے جنگ کی تیاری کرنا اور ہلاکت خیز اسلحہ بنانا اور دنیا پر جنگ جیسے حالات مسلط کرنا بھی اس میں داخل ہے۔ موجودہ دور میں ترقی یافتہ ممالک کی اسلحہ سازی کے میدان میں مسابقت اور سرد جنگ کی کیفیت اس کی بہترین مثال کہی جا سکتی ہے۔ اس وقت بعض ممالک کے پاس ایسے ایسے ہتھیار اور بم موجود ہیں کہ جن میں صرف ایک عدد پوری دنیا کی آبادی کے لیے کافی ہے۔ خدانخواستہ اگر وہ بے قابو ہو جائیں تو پوری انسانیت کی تباہی کا گناہ کس کے سر ہوگا؟

Marfat.com

پوری دنیا اس وقت بارود کے ڈھیر پر بیٹھی ہوئی ہے۔ ایک سروے سے پتا چلا ہے کہ پوری دنیا میں اس وقت تقریباً دس کروڑ بارودی سرنگیں بچھی ہوئی ہیں۔ اگر وہ پھٹ پڑیں تو لاتعداد زندگیاں تباہ ہو جائیں گی۔(۱)

روس میں اسٹالن کے دور میں قیدیوں پر زہر آزمایا جاتا تھا۔ اسٹالن کی خفیہ پولس کی ایک تجربہ گاہ میں تیار کردہ زہریلے مادوں کا قیدیوں پر استعمال کیا جاتا تھا اور اس میں ایسی چھتریاں، چھڑیاں اور قلم بھی بنائے جاتے تھے، جن میں زہر لگا ہوا ہوتا تھا تاکہ لوگ اس کے استعمال سے مر جائیں نیز عام قیدیوں کو زہر بھرے انجکشن لگائے جاتے اور تجربہ کیا جاتا کہ کس زہر سے آدمی جلد مر جاتا ہے۔(۲) اسی طرح جنگِ عظیم کے دوران جاپان میں چینیوں پر جراحی کے تجربے کیے گئے تھے۔(۳) یہ سب جنگی جرائم کی مثالیں ہیں۔ عراق میں گزشتہ دس سال سے زائد عرصہ سے معاشی اور فوجی ناکہ بندی جاری ہے، جس کی وجہ سے وہاں کی عام آبادی گوناگوں مسائل سے دوچار ہے بلکہ لاکھوں افراد اور بچے غذا اور دوا کی کمی کی وجہ سے مر چکے ہیں۔ جب کہ کویت کو دس سال پہلے ہی واپس لیا جا چکا ہے مگر اس کے باوجود اقوام متحدہ اس پر پابندی ہٹانے سے گریز کر رہی ہے جو کہ صریحاً خلاف انسانیت فعل ہے۔

## اخلاقی جرائم

اخلاقی جرائم سے مراد وہ جرائم ہیں، جن سے جرم کرنے والے یا اس کے متعلقین کے اخلاق متاثر ہوں یا اخلاقی طور پر جن کا ارتکاب جرم ہو۔ مثلاً خودکشی، شراب نوشی، منشیات کا استعمال اور متعدی امراض کو جان بوجھ کر دوسروں میں منتقل کرنا۔ یہ سب اخلاقی جرائم کی قسمیں ہیں۔

ہندستان میں ہر سال ۸۰ ہزار لوگ خودکشی کرتے ہیں۔ یہاں ہر سال سگریٹ نوشی سے دس لاکھ لوگ موت کا شکار ہوتے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ اگر منشیات کے استعمال کی موجودہ حالت آئندہ بھی برقرار رہی تو کچھ دہائیوں کے بعد سالانہ ایک کروڑ افراد موت کے منہ میں چلے جائیں گے۔ یعنی ہر تیسرے سکنڈ پر ایک موت واقع

---

(۱) قومی آواز ۲۳ر ستمبر ۱۹۹۵

(۲) قومی آواز ۲۸ر جولائی ۱۹۹۵

(۳) قومی آواز ۲۴ر اپریل ۱۹۹۵

Marfat.com

ہوگی۔ دوسری طرف نوخیز نسل میں بھی منشیات کی لت پوری دنیا میں ایک سنگین مسئلہ بنتی جا رہی ہے۔ ایک سروے سے پتا چلا ہے کہ پندرہ سے بیس سال کی عمر کے لڑکے اور لڑکیاں منشیات کی لت میں مبتلا ہیں۔(۱)

پوری دنیا میں ایڈس نے اپنا مہیب سایہ ڈال رکھا ہے اور وہ تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے جو ایک انتہائی تشویش کی بات ہے دوسری طرف جو لوگ اس کے شکار ہو رہے ہیں وہ جان بوجھ کر اس کو دوسروں میں منتقل کر دیتے ہیں۔ اس سے بھی اس کا تیزی کے ساتھ پھیلنے کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ مثال کے طور پر آئرلینڈ کی ایک ایڈس زدہ خاتون نے جنسی اختلاط کے ذریعہ جان بوجھ کر ۸۰ مردوں میں اس بیماری کو منتقل کیا۔ اسی طرح ایک نوجوان لڑکے نے تیرہ لڑکیوں میں اپنا مرض منتقل کیا یہ سب اخلاقی جرائم کی قسمیں ہیں۔(۲)

## خلاصۂ بحث

جرائم سے متعلق جو تفصیلات بیان کی گئیں ہیں ان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جرائم کی کل یہی صورتیں ہیں اور ان کے اعداد و شمار اسی قدر ہیں۔ بلکہ یہ مشتے از خروارے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں جرائم نے جو بھیانک صورت اختیار کر لی ہے۔ ان کو پوری طرح بیان نہیں کیا جا سکتا ہے۔ صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ دور میں جرائم کی کثرت کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ ذرائع ابلاغ رسائل و جرائد اور اخبارات میں مواد کا اکثر حصہ کسی نہ کسی طرح کے جرائم سے متعلق ہوتا ہے۔ نیز عدالتوں میں دیوانی سے زیادہ فوجداری مقدمات چلتے ہیں اور ان کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔

---

(۱) قومی آواز ۲۱/اکتوبر ۱۹۹۵ء و ۲۴/اپریل ۱۹۹۵ء

(۲) قومی آواز ۳، ۲۱/ستمبر ۱۹۹۵ء

Marfat.com

فصل:۲

# جرائم کے اسباب

گزشتہ صفحات میں جرائم کی جو بھیانک تصویر پیش کی گئی ہے ان کے کچھ اسباب ہیں۔ جرائم کی طرح ان کے اسباب بھی نوع بہ نوع اور گونا گوں ہیں جو زندگی کے مختلف گوشوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ جرائم اور ان کے اسباب کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جرائم وقتی اسباب کے تحت رونما ہوتے ہیں جب کہ بعض مستقل اسباب کے تحت۔ اسی طرح بعض جرائم کا ارتکاب فرد کی طرف سے کیا جاتا ہے اور بعض کا ارتکاب گروہ اور پوری جماعت مل کر کرتی ہے۔ بعض کا تعلق عام لوگوں سے ہے اور بعض ذمے دار افراد سے متعلق ہیں۔ بعض جرائم جہل اور لاعلمی کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں اور بعض علم وقانون کی بنیاد پر۔ بعض جرائم دوسرے بہت سے جرائم کا سبب بنتے ہیں غرض کہ جس طرح جرائم کا دائرہ وسیع اور ناقابلِ احاطہ ہے اسی طرح ان کے اسباب بھی وسیع اور لامحدود ہیں، جن کا احاطہ ممکن نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ مجرم جرم کا ارتکاب ایک مخصوص پس منظر میں کرتا ہے اور اس کا حقیقی سبب اس کے مخصوص حالات میں مخفی ہوتا ہے جب تک ان کا تجزیہ نہ کیا جائے اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ تاہم موجودہ دور میں کچھ اسباب ایسے ہیں، جن کی بنا پر عام طور پر جرائم ظاہر ہو رہے ہیں۔ ذیل میں ان میں سے بعض اہم اسباب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

## جدید افکار ونظریات

یوں تو جب سے انسان کا وجود ہے جرم اور برائیاں اس سے سرزد ہوتی رہی ہیں۔ مگر موجودہ دور میں اس نے جو افکار ونظریات وضع کیے ہیں انھوں نے پوری انسانیت کو جرائم کے

Marfat.com

راستے پر ڈال دیا ہے۔ خدا، مذہب، سماج اور اخلاقی قدریں یہ سب از کار رفتہ چیزیں بن کر رہ گئی ہیں۔ ان افکار و نظریات کی کوئی ٹھوس بنیاد ہو یا نہ ہو مگر ان سے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہو رہے ہیں، جن میں مجرمانہ سوچ کا فروغ پانا بھی ہے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں اختصار کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی جاتی ہے کہ کس طرح جدید افکار و نظریات سے جرائم فروغ پا رہے ہیں۔

ماضی میں شرک اور بت پرستی کی چاہے جتنی گمراہیاں موجود رہی ہوں مگر اس کے ساتھ ایک اعلیٰ اور برتر ذات کا تصور موجود ہوتا تھا اور انسان اپنے آپ کو اس کے سامنے مجبور اور جواب دہ سمجھتا تھا اور کسی نہ کسی درجے میں اس سے خوف کھاتا تھا مگر عصر حاضر کے جدید نظریات نے انسان کو سرے سے خدا کے تصور ہی سے آزاد کر دیا۔ جب خدا ہی نہیں رہا تو جواب دہی اور پابندیاں کیسی؟

خدا کے بعد انسان کا ضمیر ہے جو اس کو جرائم اور مظالم سے روکتا ہے مگر جدید نظریات نے خود ضمیر کو مجرم بنا کر رکھ دیا ہے وہ اس طرح کہ فرائڈ کے بقول ضمیر فطری جذبات کے کچلے جانے سے پیدا ہوتا ہے جو صاحب ضمیر کے مفاد کی خاطر اس کے جذبات پر دباؤ ڈالتا ہے تاکہ خارجی قوتوں کے ٹکراؤ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔ جہاں تک انسانی اخلاق و کردار کا سوال ہے تو یہ بھی دراصل کسی خسیس اور گرے ہوئے جذبے پر پردہ ڈالنے کا ایک لاشعوری بہانہ ہوا کرتا ہے۔

ضمیر کے بعد سماج انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ برائیوں سے دور رہے۔ اس بارے میں فرائڈ کا فرمان ہے سماج اور سماجی روایات یہ ایسے چوکیدار ہیں جو ہر وقت فرد کی گھات لگائے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور موقع ملتے ہی فرد کو پامال کر کے اپنا ماتحت اور تابع بنا لیتی ہیں۔ لہٰذا اگر فرد کو اپنے نفسیاتی الجھنوں اور اعصابی اضطرابات سے چھٹکارا پانا ہے تو چاہیے کہ وہ ان تمام رکاوٹوں اور روایات کے قید خانے سے اپنے آپ کو آزاد کرا لے۔

خدا، مذہب، ضمیر اور سماج کے بعد اب صرف قانون رہ جاتا ہے جو جرائم کو روک سکے۔ اس بارے میں بھی جدید نظریات نے گل افشانیاں کی ہیں۔ ان کے نزدیک مجرم سزا کا نہیں بلکہ ہمدردی کا مستحق ہے کیوں کہ اس نے حالات سے مجبور ہو کر جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اصل سزا کا مستحق وہ معاشرہ اور روایات ہیں جنھوں نے اس پر پابندیاں لگائیں اور اس کو پابہ زنجیر کیا۔ ظاہر ہے کہ ان افکار و نظریات سے جرائم کی جو حوصلہ افزائی ہوتی ہے اس کا اندازہ بہ خوبی کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

# معاشی اسباب

موجودہ دور میں معاش نے غیر معمولی اہمیت اختیار کرلی ہے اس کی بنیاد پر زندگی کی بقا ہے اور ہر آدمی اس کے لیے فکر مند ہے۔ بعض لوگ معاشی وسائل پر زیادہ سے زیادہ قبضہ کرلینا چاہتے ہیں۔ جب کہ بعض دوسرے لوگ زندگی کو باقی رکھنے کے لیے معاشی جنگ لڑ رہے ہیں۔ جرائم کے رونما ہونے میں معاش تین پہلو سے نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ افلاس، ناہمواری اور مسابقت۔ ذیل میں ان کو تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

## ۱- افلاس

غربت و افلاس جیسا کہ کہا جاتا ہے ام الجرائم یعنی جرائم اور برائیوں کی جڑ ہے جو دوسرے بہت سے جرائم کو جنم دیتی ہے اور اس سے تین اور شاخیں نکلتی ہیں۔ حدیث میں اس کو فتنہ اور کفر سے قریب کرنے والی چیز بتایا گیا ہے۔ غربت سے مجبور ہو کر آدمی بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے اور بسا اوقات اپنا ایمان بھی فروخت کر دیتا ہے۔ موجودہ دور میں بندھوا مزدوری، آپسی جھگڑے، جہیز، چوری، ڈکیتی، بردہ فروشی، قحبہ گری اور خودکشی وغیرہ بہت سے جرائم غربت ہی کی وجہ سے رونما ہو رہے ہیں۔

دنیا کی آبادی کی اکثریت غریب طبقہ سے تعلق رکھتی ہے بلکہ ایک معتد بہ تعداد ایسی ہے جو زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم ہے۔ جنگ اور قدرتی آفات اس میں مزید اضافہ کا سبب بنتی رہتی ہیں۔ عالمی بینک کی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ دنیا میں ہر دن پچھتّر کروڑ مرد، عورتیں اور بچے بھوکے رہتے ہیں، جن میں نصف لوگ غریبی کی آخری حد سے بھی نچلی سطح پر زندگی گزارتے ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دنیا میں اشیائے ضروریہ کی بہتات اور فراوانی ہے مگر اس کے باوجود بھوک اور فاقہ کشی کے حوصلہ شکن چیلنجوں کا سامنا ہے۔

## ۲- ناہمواری

ایک طرف غربت ہے تو دوسری طرف دولت ہے۔ دنیا میں اکثریت غریبوں کی ہے۔ لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جن کے پاس مال و دولت کی بہتات ہے اور اس کی بنیاد پر وہ

Marfat.com

اقتدار اور حکمرانی کے خواہاں ہیں اور دوسروں کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔اس معاشی ناہمواری کی وجہ سے غریب طبقہ اور دولت مند طبقے میں ایک طرح کی کشمکش جاری رہتی ہے اور اس میں طرح طرح کے جرائم رونما ہوتے ہیں۔ جب کہ دولت مند حضرات ان کی مجبوریوں کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور ان کا استحصال کرتے ہیں۔غریب کھانے کو ترستا ہے اور مالدار فضول خرچی کرتا ہے اس کی وجہ سے مالداروں کے خلاف نفرت وعداوت پروان چڑھتی ہے اور معاملہ رقابت، دشمنی اور سازشوں تک پہنچتا ہے۔ معاشی ناہمواری کی وجہ سے اور بھی بہت سی اخلاقی اور سماجی خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔

## ۳۔ مسابقت

جولوگ دولت مند ہیں ان کے درمیان بھی آپس میں کشمکش چلتی ہے وہ ایک دوسرے سے نہ صرف بڑھ جانا چاہتے ہیں بلکہ اپنے مقابل کو نیچا ثابت کرنے کے جذبات ان میں پوری طرح موجود ہوتے ہیں پھر اس کے لیے وہ ہر طرح کے ذرائع اور ہتھکنڈے اختیار کرتے ہیں۔ وہ اپنی دولت کو ہر ذریعہ سے بڑھانا چاہتے ہیں تاکہ وہ حریف کے خلاف سازشوں میں کام آئے۔ضرورت پڑنے پر حریف کو اس دنیا سے رخصت کر دیا جاتا ہے۔دولت کے بل بوتے پر سیاسی اثر ورسوخ حاصل کیے جاتے ہیں اور ان کی بنیاد پر اعلیٰ پیمانے پر بدعنوانیوں اور جرائم کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔غرض کہ جہاں غربت جرائم کو جنم دیتی ہے وہیں معاشی ناہمواری اور جذبۂ مسابقت سے بھی طرح طرح کے جرائم جنم لیتے ہیں۔

## مذہبی واخلاقی اسباب

اس سلسلے میں چار باتیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مادہ پرستی، اخلاقی قدروں کی گرفت میں ڈھیل، فحاشی، عریانی اور اباحیت پسندی اور منشیات کا استعمال۔ ذیل میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی جارہی ہے۔

## ۱۔ مادّہ پرستی

مذہب انسان کی فلاح، نفس کے تزکیہ اور اخلاق کو پاکیزہ کرنے کے لیے ہے اس سے معاشرے میں مثبت اور اخلاقی قدریں فروغ پاتی ہیں اور اگر اس کی پرخلوص پیروی کی جائے تو

Marfat.com

سماج سے ظلم و ناانصافی اور جرائم کا خاتمہ ہوسکتا ہے لیکن اگر اس کو ترک کر دیا جائے اور اس کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا جائے تو آدمی کے اندر مادہ پرستی کا رجحان پیدا ہوتا ہے اور اس کی زندگی کا مقصد مال و زر کے حصول کے سوا کچھ نہیں رہتا اور پھر وہ اخلاقی قدروں کو ناقابل عمل فلسفہ قرار دینے لگتا ہے۔ جس کے بعد اس کے اندر سفلی جذبات اور خواہشات پیدا ہوتی ہیں، جن کی تسکین و تکمیل کی ہر حال میں وہ راہ نکالتا ہے۔ موجودہ دور میں صورت حال کچھ اسی قسم کی ہے۔ اس رجحان کو فروغ دینے میں کمیونزم اور مغربی تہذیب نے نمایاں رول ادا کیا ہے، اس کا اندازہ ان نظریوں کے علم بردار ممالک میں جرائم کا جائزہ لینے سے ہوسکتا ہے۔ آج مادہ پرستی نے انسانیت کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا ہے۔ آدمی مذہب سے آزاد تو ہوگیا لیکن اس کے جو بھیانک نتائج برآمد ہو رہے ہیں اس کی ذمے داری قبول کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں لیکن ظاہر ہے کہ آنکھیں بند کر لینے سے حقائق تو چھپ نہیں جائیں گے۔ آج وہ مہیب شکل میں سامنے کھڑے ہیں، جس کی ایک جھلک جرائم کی کثرت بھی ہے۔

## ۲- اخلاقی قدروں کی گرفت میں ڈھیل

مادہ پرستی کا لازمی نتیجہ اخلاقی قدروں کی فقدان کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں ان کا شیرازہ کس قدر منتشر ہو چکا ہے یہ محتاج بیان نہیں، ایثار و قربانی اور رحم دلی کی جگہ خود غرضی، مفاد پرستی اور سنگدلی نے لے لی ہے لوگوں کے درمیان اخلاقی رابطے ٹوٹ رہے ہیں۔ خونی رشتوں میں بھی دراڑ آ گئی ہے، خاندانی اور سماجی قدریں پارہ پارہ ہو چکی ہیں۔ محبت کی جگہ نفرت نے، یگانگی کی جگہ بیگانگی نے لے لی ہے۔ غرض کہ انسان انسان سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ کوئی کسی کا پرسان حال نہیں، جس معاشرے کی من حیث المجموع یہ کیفیت ہو وہاں پر کس قسم کی قدریں فروغ پائیں گی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ ایسے معاشرے میں اولاد کے ہاتھوں باپ کا قتل ہوگا۔ بیٹی سے زنا کا ارتکاب کیا جائے گا۔ بدعنوانیاں، خوں ریزی، جھگڑے، چوری، ڈکیتی اور وہ سب کچھ ہوگا جو آج پوری دنیا میں ہو رہا ہے۔

## ۳- فحاشی اور عریانیت

انسان جب مذہب سے بیزار اور اخلاقی قدروں سے آزاد ہو جائے تو وہ حیوانیت کے

Marfat.com

دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر جسم سے شرف وعزت کا لباس اتار دیتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں شرم وحیا کا پانی مر جاتا ہے۔ اس کا دل خدا اور سماج کے خوف سے عاری ہو جاتا ہے اور وہ مادر زاد ننگا ہو کر سر عام رقص کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لو دیکھو میں انسان اور انسان زادہ ہوں۔ آزادی میرا حق ہے لہٰذا میں ہر چیز سے آزاد ہوں۔ موجودہ دور میں مغربی تہذیب اور اباحیت پسندی اس کی بہترین مثال ہے۔ جس نے پورے معاشرے کو حمام بنا دیا ہے جس میں سارے لوگ ننگے ہیں اور فحش لٹریچر سینما، ٹی وی اور ذرائع ابلاغ نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا ہے، جس کی وجہ سے ہر طرف فحاشی اور عریانیت کا طوفان بدتمیزی برپا ہے اور اس کی زد میں بالغ مرد اور عورتیں ہی نہیں بلکہ کم عمر بچے اور بچیاں بھی ہیں وہ بھی اپنے بڑوں کی نقالی کا رجحان لے کر پروان چڑھ رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں جنسی بے راہ روی اور جرائم میں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔

## ۴۔ منشیات کا استعمال

جرائم کے رونما ہونے میں منشیات کا بھی کافی حصہ ہے۔ اس کا استعمال بہ ذاتِ خود جرم ہے۔ دوسری طرف وہ ام الجرائم بھی ہے یعنی ان سے طرح طرح کے جرائم جنم لیتے ہیں۔ بسا اوقات ان سے عصمت دری اور قتل کے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں۔ ان کے استعمال سے آدمی کی صحت، دل ودماغ اور اخلاق پر جو برے اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں۔

منشیات کا استعمال عورتوں اور کم عمر بچوں میں عام ہونے کی وجہ سے بھی جرائم میں اضافہ ہوا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق دنیا میں چالیس فی صد عورتیں تمبا کو استعمال کرتی ہیں[1] چین میں ایسا آدمی ملنا مشکل ہے جس کے ہاتھ میں سگریٹ نہ ہو۔ حد تو یہ ہے کہ دس سال کے لڑکے سگریٹ خریدنے کے لیے چاکلیٹ کا اپنا پیکٹ بیچ دیتے ہیں[2] ان سب باتوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دنیا میں منشیات کا استعمال کرنے والے کتنی بڑی تعداد میں ہیں اور ان سے کیا برے نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

---

(۱) قومی آواز ۱۰ / جون ۱۹۹۵

(۲) قومی آواز یکم اگست ۱۹۹۵

Marfat.com

# سماجی اور شہری اسباب

## ۱- گنجلک آبادی

جرائم میں اضافے کا ایک سبب گنجلک آبادیاں اور شہری مسائل بھی ہیں۔ نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ چھوٹے شہروں اور گاؤں کے مقابلے میں بڑے شہروں میں چار گنا زیادہ جرائم رونما ہوتے ہیں کیوں کہ وہاں جرائم کے پنپنے کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں اور بعض لوگ جرائم ہی کے سہارے زندگی گزارتے ہیں۔ دوسری طرف گاؤں چھوڑ کر آنے والے غریب اور ناخواندہ لوگ شہری چمک دمک سے متاثر ہو کر ویسی زندگی گزارنے کی لالچ میں چوری، ڈکیتی، اسمگلنگ یہاں تک کہ دہشت گردانہ سرگرمیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

بعض شہروں میں کچھ مخصوص قسم کے جرائم زیادہ ہوتے ہیں۔ جیسے دہلی میں قتل، اغوا اور دھوکہ دہی اور اسلحہ کی خرید و فروخت وغیرہ، بمبئی میں ڈکیتی، لوٹ مار، چوری، جوئے، دہشت گردی اور ہندستانی پاسپورٹ قانون کی خلاف ورزی، بنگلور میں جعلی نوٹوں کا دھندا، جہیز کے تعلق سے تشدد اور قتل، مدراس میں جسم فروشی اور جے پور میں نشیلی اشیاء سے متعلق جرائم کا ارتکاب دوسرے شہروں کے مقابلے میں اوسطاً زیادہ کیے جاتے ہیں۔[1]

## ۲- سماجی قدروں کا فقدان

شہروں میں جرائم میں اضافہ کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہاں پر عام سماجی قدریں ختم ہوگئی ہیں۔ آپسی تعلقات و خاندانی روایتیں مفقود ہیں۔ محبت لگاؤ اور یگانگت کی جگہ نفرت، دوری اور بیگانگی نے لے لی ہے۔ اس کی کچھ معاشی اور تہذیبی وجوہ بھی ہیں لیکن بہ ہر حال اس سے عام آدمی کے اخلاق اور برتاؤ پر اثر پڑتا ہے اور یہ چیز جرم کا سبب بنتی ہے۔

---

(۱) قومی آواز ۱۴/ اگست ۱۹۹۵

Marfat.com

# سیاسی وقانونی اسباب

## ۱- سیاست میں جرائم

جرائم کے رونما ہونے میں بعض اوقات سیاست بھی رول ادا کرتی ہے۔ خصوصاً موجودہ دور میں جرم اور سیاست میں یک گونہ مناسبت پیدا ہوگئی ہے اور ایک مجرم اور ایک سیاست داں میں تمیز وتفریق مٹ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ سیاست دانوں نے جرائم کرنا شروع کردیے ہیں اور مجرموں نے سیاست میں حصہ لینا شروع کردیا ہے۔ گویا کل جو مجرم تھا آج سیاست داں ہے۔ ایک سروے میں انکشاف کیا گیا ہے کہ ہندستان کے ۳۸ فیصد سیاست داں بدعنوانی کے شکار ہیں۔[۱]

## ۲- پولس کی بدعنوانیاں

جرائم کے رونما ہونے کے مختلف اسباب میں سے ایک سبب پولس کا جرائم پیشہ عناصر سے ربط ضبط بھی ہے۔ پولس کے اعلیٰ افسروں کو قانون شکن عناصر کا پتا ہوتا ہے لیکن وہ ذاتی مصلحتوں کی بنیاد پر انھیں نظر انداز کرتے رہتے ہیں۔ بعض اوقات ذاتی اغراض یا سیاسی مداخلت کی وجہ سے پولس جرائم پر پردہ ڈالنا چاہتی ہے۔ بعض وقت پولس مجرموں کو چھوڑ کر بے گناہوں کو سزا دیتی ہے۔[۲] جس سے مجرموں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ نیز اس طرح ناکردہ گناہ کی سزا پانے والوں میں جرائم کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ پولس کی طرف سے جرائم کی روک تھام میں اور بھی دوسری رکاوٹیں حائل ہیں مثال کے طور پر انھیں مناسب تربیت اور ہتھیار نہیں دیے جاتے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ پولس کی تنخواہیں اتنی کم ہوتی ہیں کہ وہ بدعنوانی اور مجرموں سے سانٹھ گانٹھ پر مجبور ہوتی ہے۔ ایک سروے کے مطابق ۲۴ فیصد پولس والے بدعنوانی میں ملوث ہیں۔[۳]

---

(۱) ٹائمز آف انڈیا، ۳۱ر جنوری ۱۹۹۹ ص ۱۳

(۲) ٹائمز آف انڈیا، ۲۱ر جون ۱۹۹۹ ص ۱۹

(۳) ٹائمز آف انڈیا، ۳۱ر جنوری ۱۹۹۹

Marfat.com

# نفسیاتی اور ماحولیاتی اسباب

## ۱-ذہنی پراگندگی

موجودہ دور میں غربت، افلاس، مذہب بیزاری، مادہ پرستی، فحش وعریانیت کی کثرت منشیات کے استعمال اور دیگر شہری اور سماجی مسائل نے انسان اور اس کے ذہن کو کافی متاثر کیا ہے۔ اسے کہیں سکون واطمینان حاصل نہیں ہے وہ اپنے آپ کو تنہا اور مسائل و مصیبتوں میں گھرا محسوس کرتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ ذہنی اور نفسیاتی پراگندگی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں وہ مختلف جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔

## ۲-آلودگی

دوسری طرف فضائی اور صوتی آلودگی نے بھی انسان کی ذہنی پراگندگی میں اضافہ کیا ہے۔ جس سے اس کی صحت پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ خاص کر صوتی آلودگی انسانی ذہن کی سلامتی کے لیے چیلنج بنی ہوئی ہے۔ آلودگی کنٹرول کے مرکزی بورڈ کی طرف سے مختلف بڑے شہروں کے ایک جائزہ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ شور شرابا سے لوگوں کے معمول کی زندگی کے کام کاج میں بے توجہی، چڑچڑاپن اور اعصابی تناؤ پیدا ہوتا ہے اور اس طرح یہ مختلف جرائم کا سبب بنتا ہے۔(۱)

## ۳-نفسیاتی خرابی

بسا اوقات آدمی اپنی ذہنی اور نفسیاتی خرابی کی وجہ سے جرم کا ارتکاب کرتا ہے جیسا کہ روس کے ایک شخص نے محض اپنی جنسی تسکین حاصل نہ کر سکنے کی وجہ سے ۵۳ لڑکوں اور لڑکیوں کو قتل کر دیا۔ اسی طرح پاکستان کے ایک شخص نے سو کے قریب بچوں کو بلا کسی وجہ کے ایذا دے کر قتل کر دیا۔

---

(۱) قومی آواز، ۲۵/اپریل ۱۹۹۵

Marfat.com

# سائنسی وصنعتی اسباب

## ۱۔ سائنس کا غلط استعمال

سائنس اور سائنسی ایجادات انسان کی بھلائی کے لیے وجود میں لائی گئی ہیں۔ لیکن ان کے استعمال سے جائز وناجائز فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر الٹرا ساؤنڈ ایک مفید ایجاد ہے اور اس سے جنین (ماں کے پیٹ میں پل رہا بچہ) کی جسمانی ساخت اور اس میں اگر کوئی نقص ہے تو اس کا پتا چلانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اس مفید طریقے کا استعمال بچے کی جنس جاننے کی غرض سے کیا جارہا ہے، جس کی وجہ سے گزشتہ پانچ برسوں میں لڑکی ہونے کی صورت میں جنین ماں کے پیٹ میں ہی مارڈالنے کے واقعات میں دوسو گنا اضافہ ہوا ہے۔ ہندستانی میڈیکل کونسل کے ایک سروے کے مطابق ملک میں قانونی طور پر جتنے اسقاط کرائے جاتے ہیں ان سے تقریباً پانچ گنا زیادہ اسقاط غیر قانونی طور پر کرائے جاتے ہیں، جن میں جنس کا پتا چلنے پر کرائے جانے والے اسقاط کی تعداد کافی زیادہ ہے۔

اسی طرح ذرائع ابلاغ ریڈیو اور ٹی وی کی ایجاد سے مفید کام لیا جاسکتا ہے لیکن اس کو بھی غیر مفید کاموں میں استعمال کیا جارہا ہے، جس کی وجہ سے طرح طرح کی خرابیاں رونما ہورہی ہیں۔ موجودہ دور میں نت نئے جرائم پیدا ہونے اور ان میں خطرناک حد تک اضافہ ہونے کی ذمے داری بڑی حد تک ذرائع ابلاغ اور اس کے متعلق شعبوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں پریس بھی کسی قدر ذمے دار ہے۔ جرائم سے متعلق خبروں کو نمایاں کرکے شائع کیا جاتا ہے اس سے سماج پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور مجرم کو حوصلہ ملتا ہے۔

بعض سائنسی ایجادات سے براہِ راست جرائم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ مثلاً ہلاکت خیز ہتھیاروں، بموں اور اسلحوں کی ایجاد سے نوع انسانی کو جتنا فائدہ حاصل ہوا ہے اس سے کہیں زیادہ نقصان پہنچ رہا ہے۔ انسانیت نے دو عالمی جنگیں جھیلیں، سرد جنگ کا طویل عرصہ گزارا اور آج بھی اس کے سر پر ان کی ہلاکت خیزیوں کا خوف مسلط ہے۔ ان کے سہارے بعض ممالک دوسرے ملکوں پر جنگ جیسی حالت پیدا کیے رہتے ہیں اور خود ان کی ایجادات اتنی خطرناک ہے کہ کسی وقت بھی اس صفحۂ ہستی سے نوع انسانی کا وجود ختم ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

# خلاصۂ بحث

جرائم کے اسباب کے تعلق سے جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ان کو اہم کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ان کے صرف یہی اسباب اور ان کے صرف اتنے ہی پہلو نہیں ہیں بلکہ اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اور بھی بہت سے ایسے اسباب ہیں، جن سے جرائم جنم لیتے ہیں۔ بعض اسباب مروجہ تہذیب کے جلو میں پوشیدہ ہیں تو بعض معاشی مسائل کے جلو میں۔ بعض انفرادی آزادی کے بطن میں پرورش پاتے ہیں تو بعض جمہوریت کے ایوانوں اور اس کے نظریہ میں۔ حتیٰ کہ بعض جرائم مذہب کا لبادہ پہن کر پیدا ہوتے ہیں۔ غرض کہ جتنے جرائم ہیں اتنے ہی ان کے اسباب بھی ہیں بلکہ بسا اوقات ایک جرم سے بہت سے دوسرے جرائم رونما ہوتے ہیں۔

---

Marfat.com

فصل:۳

# جرائم کے نتائج

کوئی عمل خواہ اچھا ہو یا برا اس کا ایک نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ دنیا میں جرائم کے ہونے کے بھی کچھ اسباب ہیں اور ان کے مختلف نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ جرائم اور ان کے اسباب کی طرح ان کے نتائج بھی گوناگوں اور زندگی کے مختلف شعبوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں بلکہ اگر گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جرائم سے زیادہ ان کے نتائج بھیانک ہیں کیوں کہ جرم بسا اوقات انفرادی یا محدود دائرہ میں کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے نتائج اجتماعی اور لامحدود شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات جرم کی نوعیت معمولی ہوتی ہے لیکن اس کا نتیجہ غیر معمولی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایک جرم زندگی کے مختلف شعبوں کو متاثر کرتا ہے اور بعض دفعہ جرم کے برے اثرات پورے سماج پر مرتب ہوتے ہیں۔ غرض کہ جس طرح جرائم اور ان کے اسباب کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اسی طرح ان کے نتائج سے بھی آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔ ذیل میں جرائم کے مختلف نتائج پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے۔

## سماجی نتائج

جرم سے فرد کے بعد سب سے زیادہ سماج متاثر ہوتا ہے۔ اس سے سماج میں منفی اقدار فروغ پاتے ہیں۔ ان کی جڑیں کمزور ہوتی ہیں اور ان کی وجہ سے سماج میں دوسری بہت سی برائیوں کو پھلنے پھولنے کا موقع ملتا ہے۔ موجودہ دور میں جرائم کا سب سے بھیانک نتیجہ یہی ہے کہ ان میں بے تحاشہ اضافہ ہو رہا ہے۔ قانون اور جرائم کو روکنے والے ادارے بے بس ہیں اور اخلاق وانسانیت نے ان کے مقابلے میں شکست تسلیم کرلی ہے۔ کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں

Marfat.com

آرہی ہے کہ اس طوفان کو کیسے روکا جائے۔ ان میں جس رفتار سے اضافہ ہورہا ہے بجائے خود وہ کم تشویش ناک نہیں ہے۔ لیکن نئی نسل اور نوعمر بچوں میں جرائم میں جس شرح سے اضافہ ہورہا ہے وہ انتہائی تشویش کی بات ہے اور اگر اس کو امن عالم اور انسانیت کے مستقبل کے لیے خطرے کی گھنٹی قرار دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ امریکہ میں چودہ سے سترہ سال کی عمر کے نوجوانوں کے ذریعہ قتل کے واقعات میں ۱۹۸۵ سے اب تک ۶۵ فیصد اضافہ ہوا ہے اور اس میں مزید اضافہ کا امکان ہے کیوں کہ وہاں پر تقریباً چار کروڑ نوعمر بچے اب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے جارہے ہیں۔ عدلیہ اور پولس نے تشویش ظاہر کی ہے کہ اگر ابھی سے کوئی اقدام نہیں کیا گیا تو آئندہ برسوں میں خوں افشانی کی نوبت آجائے گی۔[۱]

روس میں گزشتہ چند برسوں کے دوران نوجوانوں کے جرائم میں گیارہ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ نوجوانوں کے ہاتھ قتل کی تعداد دوگنی ہوگئی ہے۔ ہر پانچواں نوعمر عادی مجرم بن چکا ہے اور کمسن مجرموں کی تعداد کا تعلق جرائم پیشہ گروہوں سے ہے۔[۲] چین میں فوج داری جرائم میں گزشتہ ایک سال میں بیس فی صد اضافہ ہوا ہے۔[۳] ہندستان میں گزشتہ چند برسوں کے دوران مجموعی طور پر جرائم میں چالیس فی صد اضافہ ہوا ہے۔[۴] بچوں کے اندر جرائم میں اضافہ کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ صرف مغربی دہلی میں ۱۹۹۳ کے دوران ایک سو دس بچوں کو گرفتار کیا گیا جن میں ۲۴ لڑکوں پر عصمت دری ۲۵ پر قتل ۲۷ پر اقدام قتل ۲۰ پر ڈکیتی اور ۱۴ لڑکوں پر چوری کے الزام میں مقدمات قائم کیے گئے ہیں۔[۵]

سماجی نتائج کا دوسرا اہم پہلو سماجی اقدار کا فقدان ہے۔ آج پورا معاشرہ اخلاقی، معاشی اور معاشرتی طور پر جس خلفشار کا شکار ہے اس کا مشاہدہ چاروں طرف کیا جاسکتا ہے۔ ایثار، قربانی، رحم، ہمدردی جیسی ساری قدریں مفقود ہوچکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خودکشی کے واقعات میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ مسائل اور مصیبتوں کے مارے ہوئے شخص کو جب کوئی سہارا نہیں

---

(۱) قومی آواز، ۲۱ر فروری ۱۹۹۵

(۲) قومی آواز، ۲۴ر اگست ۱۹۹۵

(۳) قومی آواز، ۱۴ر مارچ ۱۹۹۵

(۴) تعمیر حیات لکھنؤ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۹۵

(۵) قومی آواز، ۲۱ر مارچ ۱۹۹۵

Marfat.com

ملتا اور اسے کہیں جائے پناہ نہیں ملتی تو وہ اپنی زندگی ہی سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ چناں چہ دنیا میں اس قسم کے واقعات میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ تمام یوروپی ممالک خصوصاً برطانیہ میں ۱۷ فی صد اضافہ ہوا ہے۔[۱] خودکشی کے معاملے میں جاپان سرفہرست ہے لیکن مجموعی اعتبار سے سوئڈن میں سب سے زیادہ لوگ خودکشی کرتے ہیں۔ ہندستان دوسرے نمبر پر ہے۔ یہاں ہر سال ۸۰ ہزار لوگ خودکشی کرتے ہیں۔[۲] سماجیات کے ماہرین کا خیال ہے کہ اس کی اہم وجہ خودغرضی اور بے رحمی پر مبنی سماج ہے۔

## جانی و مالی نقصانات

پچھلے صفحات میں جرائم سے متعلق جو اعداد و شمار بیان کیے گئے ہیں ان کی روشنی میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان سے کس قدر جانی و مالی نقصان ہو رہا ہے۔ پوری دنیا میں ہر سال لاکھوں آدمی قاتلانہ حملوں کے شکار ہوتے ہیں۔ عصمت دری کے لاکھوں واقعات پیش آتے ہیں اور چوری ڈکیتی اور دوسرے جرائم سے جو نقصانات ہو رہے ہیں۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ لیکن ان سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ نقصانات اسی قدر ہیں بلکہ ان کے نتائج کے طور پر جو نقصانات ہو رہے ہیں وہ ان سے کسی قدر کم نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر جنسی جرائم کے نتیجے میں خطرناک امراض کے لاحق ہونے سے ہر سال کروڑوں افراد موت کا شکار ہوتے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے ایک اندازہ کے مطابق ۱۹۹۵ کے اختتام تک پوری دنیا میں ناقابل علاج جنسی متعددی بیماریوں سے متاثر افراد کی تعداد ۳۳ کروڑ ۲۰ لاکھ ہو جائے گی۔ اس میں سوزاک اور ایڈس جیسی بیماریاں بھی شامل ہیں جو عام طور سے ناجائز جنسی اختلاط سے لاحق ہوتی ہیں۔[۳] پوری دنیا میں ہر سال سگریٹ نوشی سے چالیس لاکھ افراد موت کا شکار ہوتے ہیں یعنی ہر دس سکنڈ میں ایک شخص کی موت ہوتی ہے ان میں آدھے لوگ جوانی ہی میں مر جاتے ہیں۔[۴] گزشتہ صدی

---

(۱) قومی آواز، ۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۵

(۲) ۲ر نومبر ۱۹۹۵

(۳) قومی آواز، ۲۷ر اگست ۱۹۹۵

(۴) قومی آواز، ۲۴ر اپریل ۱۹۹۵

Marfat.com

کی دو عظیم جنگوں میں منجملہ ۸ کروڑ لوگ مارے گئے یا معذور ہوئے۔[۱] گزشتہ دس سالوں کے دوران پیش آئی جنگوں میں ۱۵ لاکھ بچے مارے گئے چالیس لاکھ معذور، پچاس لاکھ پناہ گزیں اور ایک کروڑ بیس لاکھ اپنی جڑوں سے کٹ گئے۔ ان میں مرنے والے سپاہیوں اور عام لوگوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔[۲]

جہاں تک جرائم سے مالی نقصانات کا سوال ہے تو وہ بھی کچھ کم نہیں۔ برطانیہ میں جرائم سے ہر سال بیس ارب چالیس کروڑ پونڈ کا نقصان ہوتا ہے۔[۳] امریکہ میں جرائم سے سالانہ چار سو پچاس ارب ڈالر کا نقصان ہوتا ہے۔[۴] کراچی میں نسلی تشدد کے دوران روزانہ دو سو اسی کروڑ کا نقصان ہوا تھا۔[۵] منشیات کے استعمال سے بیمار ہونے والوں پر ہر سال دو ہزار دو سو کروڑ روپے خرچ کیے جاتے ہیں۔[۶] یہاں پر کم از کم چھ کھرب روپے کی رقم منشیات کے دھندے میں کمائی جاتی ہے اور ملک کے خلاف سرگرمیوں میں خرچ کی جاتی ہے۔[۷] گزشتہ صدی کی دونوں عظیم جنگوں میں چالیس کھرب ڈالر سے زیادہ رقم خرچ کی گئی اتنی رقم سے ساری دنیا کی آبادی کو پچاس سال تک مفت روٹی دی جاسکتی تھی اور پچاس کروڑ خاندانوں کے لیے اچھے سے اچھے مکانات بنائے جاسکتے تھے۔[۸] دس سالہ عراق ایران جنگ میں صرف ایران کو دس کھرب ڈالر کا نقصان اٹھانا پڑا جو وہاں کی تیل برآمدات کی ۸۰ سال کی آمدنی کے برابر ہے۔[۹] پوری دنیا میں ہر سال ایک ہزار ارب ڈالر صرف فوجی اخراجات میں صرف ہوتے ہیں۔[۱۰] اسلحہ سازی پر ہونے والے

---

(۱) لینن کی کہانی، مطبوعہ سوویت یونین

(۲) قومی آواز، ۱۸/اپریل ۱۹۹۵

(۳) قومی آواز، ۲۶/مارچ ۱۹۹۵

(۴) قومی آواز، ۲۳/اپریل ۱۹۹۶

(۵) قومی آواز، ۲۲/جون ۱۹۹۵

(۶) قومی آواز، ۲۸/مئی ۱۹۹۵

(۷) قومی آواز، ۸/اگست ۱۹۹۵

(۸) لینن کی کہانی، مطبوعہ سوویت یونین

(۹) قومی آواز، ۲۴/مئی ۱۹۹۵

(۱۰) انڈین ایکسپریس، ۶/اگست ۱۹۹۱

Marfat.com

اخراجات اس کے علاوہ ہیں جو کھربوں ڈالر سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتے۔اس کے علاوہ دنیا کے ہر ملک میں جرائم کے روکنے والے ادارے، عدلیہ، پولس اور جیلوں کے انتظام وانصرام میں جو اخراجات ہوتے ہیں ان سب کو ذہن میں رکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انسانیت کو جرائم سے کیا نقصانات پہنچ رہے ہیں۔

## نفسیاتی نتائج

جرائم سے نہ صرف جان و مال، معاشی اور سماجی نقصان ہو رہا ہے، بلکہ ان سے انسان کی نفسیات پر بھی منفی اثر پڑ رہا ہے جو لوگ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں جو ان کا شکار ہوتے ہیں۔ ان دونوں کا ان سے متاثر ہونا ضروری ہے۔لیکن اس سے عام لوگوں کے ذہنوں پر بھی اثر پڑتا ہے۔مثال کے طور پر برطانیہ میں دس میں نو افراد ایسے ہیں جو گھر سے نکلتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں کوئی ان پر حملہ نہ کردے جس کی وجہ سے وہاں ہر پانچ میں سے ایک گھر سے نکلتے وقت کسی نہ کسی طرح اپنی جان کی حفاظت کا بندوبست کرتا ہے۔ایک سروے رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ برطانیہ بھی اب امریکہ کی طرح ہوتا جا رہا ہے کہ جہاں بہت سے لوگ اندرون شہر کے کچھ علاقوں کو آمد و رفت کے قابل نہیں سمجھتے اور اس سے حتی الامکان اجتناب کرتے ہیں۔[1] یہ کیفیت صرف برطانیہ اور امریکہ میں نہیں بلکہ ہر جگہ پائی جاتی ہے اور ایک نامعلوم خوف و دہشت ہر شخص پر ہر وقت طاری رہتا ہے کہ وہ کسی مجرم کے ہتھے نہ چڑھ جائے یا کسی جرم کا شکار نہ ہو جائے۔

دوسری طرف جرائم کی یلغار اور ان کی کثرت نے بچوں کی نفسیات کو بھی کافی متاثر کیا ہے وہ اپنے کھیل اور دلچسپی کی سرگرمیوں میں جرائم ،تشدد اور ایذا رسانی جیسی چیزیں اختیار کرنے لگے ہیں۔ بچے گڑیوں اور گاڑیوں سے زیادہ پستول اور بندوق کے کھلونے زیادہ پسند کرتے ہیں۔مثال کے طور پر کراچی میں گزشتہ چند سالوں سے جاری مسلح سیاسی تشدد کی وجہ سے وہاں کے لوگ اغوا، تشدد، ایذا رسانی، گولی باری، زنا بالجبر، لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے عادی ہو چکے ہیں۔وہاں کے بچے بھی اب اپنے کھیلوں میں انھی چیزوں کی نقل اتارتے ہیں۔کراچی میں بچوں کی ایک پوری نسل اپنے آپ کو مستقبل کے ڈاکٹروں یا انجینئروں کے روپ میں نہیں

---

(۱) قومی آواز، ۸/اکتوبر ۱۹۹۵

Marfat.com

بلکہ سرغنوں اور دہشت گردوں کی شکل میں دیکھتی ہے۔ ماہرین نفسیات کا خیال ہے کہ یہ ایک خطرناک رجحان ہے جس کے بھیانک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔[1]

کراچی میں تشدد کی وجہ سے وہاں کی نوے فیصد عورتیں شدید صدموں، عدم تحفظ، تشویش، خوف اور احساس محرومی کا شکار ہوگئی ہیں اور سارا سارا دن اپنے خاندان کے افراد کے لیے فکرمند رہتی ہیں۔ خدشہ ہے کہ ان سے پیدا ہونے والے بچے ذہنی طور پر معذور ہوں گے۔[2]

## خلاصہ بحث

اوپر جرائم کے جو نتائج بیان کیے گئے ہیں ان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ان کے نتائج بس یہی اور اتنے ہی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ جس طرح جرائم نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اسی طرح ان کے نتائج بھی وسیع پیمانے پر ظاہر ہو رہے ہیں ان سے زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہے جس کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے اور جرائم پر قابو پانے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہ کی گئی تو پوری انسانیت کو تباہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

---

(۱) قومی آواز، یکم ستمبر ۱۹۹۵

(۲) قومی آواز، ۱۰ اگست ۱۹۹۵

Marfat.com

# باب دوم

# انسدادِ جرائم میں موجودہ قوانین کی ناکامی

Marfat.com

Marfat.com

# اِنسدادِ جرائم میں موجودہ قوانین کی ناکامی

## تمہید

انسانی تاریخ میں جرم کو ہمیشہ ناپسند کیا گیا اور اس کے انسداد کی مختلف تدابیر کی گئی ہیں۔ اس کے لیے قوانین بنائے گئے ہیں، پولس اور خفیہ تفتیش کا محکمہ تشکیل دیا گیا ہے، اس پر قومی سرمایا لگایا گیا، اس کے خلاف رائے عامہ بیدار کی گئی اور اس کے نقصانات اور نتائج کو واضح کرنے کے لیے ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا گیا۔ آج بھی جرائم کے انسداد کے لیے بے پناہ کوششیں ہو رہی ہیں۔ مخصوص قوانین بنائے جارہے ہیں جرم وسزا کے موضوع پر ہر طرح کی کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ مفکرین، محققین، دانشور، قانون داں، سیاست داں، سائنس داں، سماجی کارکن غرض کہ معاشرے کا ہر طبقہ اور ہر فرد فکر مند ہے کہ اس کا سماج جرائم سے پاک ہو لیکن ان سب کے باوجود ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق جرائم کا سلسلہ دراز ہوتا جارہا ہے اور ان سے معاشرے کی بنیادیں متزلزل ہو رہی ہیں، ان کے انسداد کی ہر کوشش ناکام بلکہ ان میں اضافے کا باعث بن رہی ہے آخر ایسا کیوں ہے؟ آیئے اس سلسلے میں اس کے بنیادی اسباب پر ایک نظر ڈالیں۔

## ناکامی کے اسباب

جرائم میں روز افزوں اضافہ کے مختلف اسباب پر پچھلے صفحات میں روشنی ڈالی جاچکی ہے۔ جہاں تک ان کے انسداد کی کوششوں کی ناکامی کا سوال ہے تو اس بارے میں موجودہ قوانین کو زیر بحث لایا جاسکتا ہے۔ ان قوانین میں بنیادی طور پر پانچ خامیاں پائی جاتی ہیں۔

Marfat.com

- پہلی خامی یہ ہے کہ قانون کو جرائم کے انسداد کا مکمل ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے حالاں کہ اس کی حیثیت اضافی ہے۔ اصل چیز اخلاق اور نفس کی تربیت ہے، جس سے کہ نہ صرف غفلت برتی جاتی ہے بلکہ اس کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی جاتی۔
- دوسری بنیادی خامی یہ ہے کہ موجودہ قوانین میں جرم کا غلط تصور پایا جاتا ہے۔ نیز ان کے نفاذ میں ناانصافی سے کام لیا جاتا ہے۔
- تیسری بڑی خامی یہ ہے کہ مجرم کے ساتھ ہمدردی کا غلط تصور قائم کرلیا گیا ہے، جس سے معاشرے میں جرائم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور عدل و انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوتے۔
- چوتھی بڑی خامی یہ ہے کہ معاشرتی اور اجتماعی ذمے داریوں کا احساس مفقود ہے اور انفرادی مقاصد کا غیر معمولی غلبہ ہے۔
- پانچویں بڑی خامی یہ ہے کہ خود قانون کے اندر بے شمار کمیاں موجود ہیں۔ ظاہر ہے جو خود قابلِ اصلاح ہو وہ دوسروں کی اصلاح کیسے کرسکتا ہے؟ یہی وہ بنیادی اسباب ہیں، جن سے جرائم کے انسداد کی کوششیں ناکام ہیں۔ ذیل میں ان پر تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

## قانون کی حیثیت

قانون کسی گروہ اور جماعت کے درمیان باہم حقوق و فرائض پر مبنی اصول وضوابط کا نام ہے جو خود جماعت یا گروہ اپنے حالات اور تقاضوں کے مطابق متعین کرتا ہے اور جس میں حسب ضرورت حذف واضافہ کیا جاتا ہے۔

## قانون کی اہمیت وضرورت

بلاشبہ قانون ایک معاشرتی اور اجتماعی ضرورت ہے اس کے بغیر کوئی ملک یا ریاست باقی نہیں رہ سکتی اور نہ وہاں امن وامان قائم ہوسکتا ہے۔ اس کے بغیر پورا معاشرہ خلفشار کا شکار ہوجائے گا اور لوگ ایک دوسرے کی حرمت کو پامال کرتے پھریں گے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صرف قانون کی بنیاد پر مکمل پرامن اور جرائم سے پاک معاشرہ تشکیل نہیں دیا جاسکتا کیوں کہ

Marfat.com

قانون صرف حکم نافذ کرتا ہے وہ انسان کے جذبات واحساسات اور خواہشات کا لحاظ نہیں کرتا جب کہ انسان فطری طور پر ان چیزوں کا محتاج ہے۔

## انسانی فطرت اور قانون

انسان کوئی بے روح مشین نہیں ہے کہ چند بندھے ٹکے اُصول وضوابط کا پابند ہو کر رہ جائے بلکہ وہ اپنی زندگی میں مختلف جہتیں رکھتا ہے۔ اس کے اپنے طبعی میلانات اور ترجیحات بھی ہوتے ہیں۔ اس کے اندر خوف ورَجا بھی پایا جاتا ہے۔ چناں چہ کسی چیز کو اختیار کرنے یا نہ کرنے میں ان باتوں کا کافی دخل ہوتا ہے۔ وہ ایک چیز کو صرف اس لیے ترک نہیں کرسکتا کہ قانون نے اس پر روک لگادی ہے۔ ایسی صورت میں اس کو ترغیب وترہیب کی ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ وہ کبھی ایک چیز کو مرغوب اور پسندیدہ سمجھ کر اپنالیتا ہے اور کبھی نتائج اور نقصانات کے پیش نظر چھوڑ دیتا ہے۔ کبھی وہ امید کی بنیاد پر ایک کام کرتا ہے اور کبھی خدشات اور اندیشوں کی وجہ سے بہت سے کام نہیں کرتا غرض کہ انسان اپنی فطرت کی وجہ سے مختلف ومتضاد رجحانات کا مالک ہے جب کہ قانون میں انسان کے ان رجحانات ومیلانات کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس کا کام صرف حکم نافذ کرنا ہے وہ بھی اس وقت جب وہ کوئی جرم کا ارتکاب کرچکا ہوتا ہے۔ حالاں کہ ارتکابِ جرم سے پہلے اگر مجرم کو تھوڑی ترغیب وترہیب کی جاتی تو شاید وہ اس کا ارتکاب بھی نہیں کرتا۔

## قانون اور اخلاق

اخلاق محض جرائم کو روکتا ہی نہیں بلکہ آدمی کے اندر جرم کے خلاف شعور پیدا کرتا ہے۔ وہ اچھے اور برے کے درمیان تمیز سکھاتا ہے، اس سے بڑھ کر وہ انسان کو اعلیٰ معیار پر پہنچاتا ہے۔ اخلاق کا مخاطب انسان کا جسم وظاہر نہیں بلکہ اس کا دل ہوتا ہے۔ دل مختلف احساسات وجذبات کا مرکز ہے۔ اس طرح اخلاق انسان کے احساسات وجذبات کو منظّم کرتا ہے۔ اخلاق ہی وہ ذریعہ ہے جو انسان کو برائیوں اور جرائم سے بچنے کے لیے اندر سے تیار کرتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

> ''اخلاق سے مقصود باہم بندوں کے حقوق وفرائض کے وہ تعلقات ہیں جن کو ادا کرنا ہر انسان کے لیے مناسب بلکہ ضروری ہے انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کی ہر شے سے تھوڑا بہت تعلق پیدا ہوجاتا ہے، اسی تعلق کے فرض کو بحسن وخوبی انجام دینا

Marfat.com

اخلاق ہے، اس کے اپنے ماں باپ، اہل وعیال، عزیز واقارب، رشتے دار، دوست احباب، سب سے تعلقات ہیں بلکہ ہر اس انسان کے ساتھ اس کا تعلق ہے، جس سے وہ محلہ، وطن، قومیت، جنسیت یا اور کسی نوع کا علاقہ رکھتا ہے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر حیوانات تک سے اس کے تعلقات ہیں اور ان تعلقات کے سبب سے اس پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔"

دنیا کی ساری خوشی، خوش حالی اور امن وامان اسی اخلاق کی دولت سے ہے، اسی دولت کی کمی کو حکومت وجماعت اپنی طاقت وقوت کے قانون سے پورا کرتی ہے۔ اگر انسانی جماعتیں اپنے اخلاقی فرائض کو پوری طرح از خود انجام دیں تو حکومتوں کے جبری قوانین کی کوئی ضرورت ہی نہ ہو۔" (سیرت النبیؐ، ج۶)

لیکن اس کے بالکل برعکس موجودہ دور میں قانون پر مکمل انحصار کرتے ہوئے نہ صرف اخلاق اور اخلاقی قدروں کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی بلکہ اخلاق کو بگاڑنے اور ان کو خراب کرنے والے سارے ذرائع کو آزادی دے دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر قتل، زنا اور چوری کو قانوناً جرم قرار دیا گیا ہے۔ لیکن بے حیائی اور فحاشی کے سارے راستے کھلے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ اس طرح قتل اور چوری کے مواقع کی کوئی پیش بندی نہیں کی گئی ہے۔ آدمی گھر کے اندر بے حیائی کے مناظر دیکھتا ہے اور گھر سے باہر بھی اسے وہی چیز نظر آتی ہے جو اس کے جذبات کو برانگیختہ کرتی ہے۔ پھر آدمی اپنے آپ کو کہاں تک قابو میں رکھ سکتا ہے۔ نتیجے کے طور پر وہ ناجائز طور سے اپنی خواہشوں کی تکمیل کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح اسے جب معاشرے میں چاروں طرف لوٹ کھسوٹ نظر آتی ہے تو وہ خود بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے۔ پھر قتل خونریزی اور دوسروں کے حقوق غصب کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان سب باتوں سے معلوم ہوا کہ صرف قانون پر انحصار کر کے جرائم کے انسداد میں کامیابی حاصل نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کے لیے نفس کی تربیت اور ضابطۂ اخلاق کی ضرورت ہے۔

## قانون کی محدودیت

عام طور پر چوری ڈکیتی، اغوا اور لوٹ مار کو جرم تصور کیا جاتا ہے جو بہ ظاہر دیکھنے اور سننے میں آتے ہیں مگر جرائم کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصل جرم تو استحصال اور محنت کی چوری ہے، جس کا ارتکاب جاگیردار، سرمایہ دار اور سیاست داں کھلے عام کرتے ہیں۔ مگر ان کو

Marfat.com

کوئی مجرم قرار نہیں دیتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ قانون محدود ہے اور اس میں جرم کی مکمل تعریف موجود نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ جب خود ساختہ قانون نے ابھی تک جرم کو مکمل طور پر سمجھا بھی نہیں ہے تو وہ اس کو روکنے کا دعویٰ کیوں کر کر سکتا ہے۔

## جرم وسزا کا ناقص تصوّر

موجودہ قوانین بنیادی طور پر حکام اور ارباب سیاست کی خواہشات و اغراض پر مبنی ہیں۔ جن کو اخلاقیات سے کوئی واسطہ اور دلچسپی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ ان قوانین میں جرم کا ناقص تصور پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مروجہ قوانین میں اگر زنا طرفین کی رضامندی سے ہو تو یہ سرے سے جرم ہی نہیں ہے۔ چاہے اس سے جتنے بھی سماجی، معاشرتی اور اخلاقی مسائل پیدا ہوں یہ جرم اس وقت بنتا ہے جب کسی ایک طرف سے جبر و اکراہ سے کام لیا جائے۔ اسی طرح شراب نوشی کو انفرادی عمل سمجھا جاتا ہے اور فرد کی آزادی میں مداخلت قانوناً جرم سمجھا جاتا ہے چاہے شراب پی کر آدمی کچھ بھی کرتا پھرے۔ قانون کے پاس اس کو روکنے کے لیے کوئی دفعہ نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تصور جرائم کے انسداد میں کبھی بھی معاون نہیں ہوسکتا۔

## قانون کے نفاذ میں ناانصافی

قانون جس شکل میں بھی موجود ہے اگر وہ نافذ ہو اور اس کے نفاذ میں عدل وانصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں جب بھی جرائم پر کسی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔ لیکن ایک تو خود قانون ہمہ گیر نہیں دوسرے یہ کہ اس کے نفاذ میں ناانصافی کی جاتی ہے اور صرف ناانصافی ہی نہیں کی جاتی بلکہ بوجوہ اس کو نافذ ہی نہیں کیا جاتا ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ اس کی زد میں حکومت اور اس کے افراد آرہے ہوں، سیاسی مصلحتیں اور سیاسی مداخلت بھی قانون کے نفاذ میں مانع ہوتی ہے۔ ذاتی مفاد کی بنیاد پر بھی اس سے پہلو تہی کی جاتی ہے۔ جہاں تک ناانصافی کا سوال ہے تو موجودہ دور میں، جس طرح ہر چیز خریدی جاتی ہے اسی طرح انصاف بھی خریدا جاتا ہے۔

مقدمہ کے طرفین کا کس طرح استحصال کیا جاتا ہے یہ آج ہر عدالت میں کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ بارسوخ شخصیات اپنے آپ کو قانونی گرفت سے آزاد رکھنے کے لیے عام طور پر مال و دولت کا سہارا لیتی ہیں۔ چناں چہ وکلاء کے لیے پُرزور دلائل کے ذریعہ ایک سچ کو

Marfat.com

جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنا کمالِ فن کی بات سمجھی جاتی ہے اور یہی لوگ اپنے پیشے میں کامیاب بھی کہلاتے ہیں۔

قانون کے نفاذ میں بے توجہی اور ناانصافی رنگ ونسل اور مذہب کی بنیاد پر بھی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایمنسٹی انٹرنیشنل کی ایک رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ امریکہ میں سزائے موت کا سب سے زیادہ نشانہ غریب اقلیتی فرقہ کے لوگ، ذہنی طور پر بیمار اور وہ لوگ بنتے ہیں جو قانون کی مدد حاصل نہیں کرسکتے۔ وہاں رنگ ونسل کی بنیاد پر امتیاز بھی برتا جاتا ہے۔ چناں چہ ۱۹۷۷ میں جن قیدیوں کو سزائے موت دی گئی ان میں سے تقریباً ۸۴ فیصد ایسے تھے جو سفید فاموں کو قتل کرنے کے جرم میں ماخوذ تھے جب کہ قتل ہونے والوں میں آدھے سے زیادہ تعداد سیاہ فاموں کی تھی جو سفید فاموں کے مظالم کے شکار ہوئے تھے۔ لیکن انھیں سزائے موت سے بری رکھا گیا۔[1] رنگ ونسل اور مذہب کی بنیاد پر ناانصافی صرف امریکہ ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے ہر ملک میں ہو رہی ہے۔

## مجرم کے ساتھ ہمدردی کا غلط تصوّر

جرائم کے انسداد میں موجودہ قوانین کی ناکامی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ مجرم کے ساتھ ہمدردی کا غلط تصور قائم کرلیا گیا ہے وہ یہ کہ مجرم جرم کرنے کے باوجود ہمدردی کا مستحق ہے اس لیے اس کو کم سے کم اور ہلکی سزا دی جائے یہ تصور حقوق انسانی کے حوالے سے ابھارا گیا ہے کہ آدمی کو بہر حال چند متعین حقوق حاصل ہیں، جن کو کسی طرح بھی چھینا نہیں جاسکتا۔ خصوصاً زندہ رہنے کا حق کسی بھی حال میں سلب نہیں کیا جاسکتا۔ چناں چہ کسی نے چاہے جتنے لوگوں کے زندہ رہنے کا حق سلب کرلیا ہو اسے خود سزائے موت نہیں دی جاسکتی۔ ظاہر ہے کہ اس تصور سے جرائم اور مجرموں کی حوصلہ افزائی تو ہوسکتی ہے ان کے انسداد میں یہ ہرگز معاون ومددگار ثابت نہیں ہوسکتا۔

## معاشرتی ذمے داری کا فقدان

قانون کا نفاذ زور زبردستی اور محض عدالتی کارروائیوں سے نہیں کیا جاسکتا اس کے لیے اجتماعی شعور اور معاشرتی ذمے داریوں کا احساس ضروری ہے۔ ایک آدمی دراں حالیکہ اس کے

---

(۱) روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی ۲۴ مارچ ۱۹۹۵

Marfat.com

لیے جرائم کے وسائل و مواقع حاصل ہوں جرم سے صرف اس لیے باز نہیں رہ سکتا کہ اسے قانون کا سامنا کرنا پڑے گا۔ بلکہ وہ اس وقت اس سے باز رہ سکتا ہے جب خود اس کے اندر یہ احساس پیدا ہو کہ جرم ناپسندیدہ ہے اور اس سے اس پر اور معاشرہ پر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ احساس ذمہ داری کسی ایک فرد میں پیدا ہو جانے سے بھی جرائم کا مکمل انسداد ممکن نہیں ہے جب تک اجتماعی طور پر یہ احساس نہ پیدا ہو۔ ایک فرد اپنی جگہ خواہ کتنا ہی نیک ہو لیکن اگر پورا معاشرہ یا اس کی اکثریت گمراہ اور برائیوں میں پڑی ہوئی ہو تو اس پر ایک فرد کی نیکی اثر انداز نہیں ہو سکتی اس کے لیے اجتماعی اصلاح کا شعور اور تحریک پیدا کرنا پڑے گا۔ موجودہ دور میں تو خود فرد کے اندر احساس ذمہ داری مفقود ہے۔ دوسرے پورا معاشرہ بگاڑ کا شکار ہے۔ فرد ذاتی مفاد کے لیے ملک و قوم کو بڑے سے بڑا نقصان پہنچانے سے دریغ نہیں کرتا اور معاشرہ کو فرد کے بگاڑ و اصلاح کی پروا نہیں ہے تو ایسی صورت میں محض چند قوانین بنا دینے سے کیوں کر جرائم کا انسداد ہو جائے گا۔

## تعزیراتی قوانین کی خامیاں

جرائم کے انسداد میں موجودہ قوانین اور کوششوں کی ناکامی کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ خود قانون میں بہت سی خامیاں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر موجودہ دور میں ہر جرم کی سزا قید و بند کی صورت میں دی جاتی ہے۔ مجرم خواہ قاتل ہو، چور ہو، کسی کی حرمت پامال کی ہو یا اس نے کوئی معمولی جرم کیا ہو اس کی سزا ہر حال میں قید ہوتی ہے۔ (مدت میں کمی بیشی ہو سکتی ہے) چناں چہ موجودہ جیل کے نظام پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس سے مجرموں کی اصلاح کے بجائے ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اس کو گمان گزرتا ہے کہ آدمی خواہ کوئی بھی جرم کرے اس کی سزا بہت سخت نہیں ہے۔ جیل جانے والوں کے یہ تاثرات بھی ہیں کہ اگر جیل ہی جانا ہو تو کوئی بڑا جرم کر کے جانا چاہیے۔ بعض اوقات جیلوں میں ایسے لوگوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے، جنھوں نے خطرناک جرائم کا ارتکاب کیا ہو۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ سزا کے موجودہ نظام میں تبدیلی اور تنوع کی ضرورت ہے اس کی واحد شکل یہ ہے کہ جرم جس قدر سنگین ہو سزا بھی اتنی ہی سنگین ہونی چاہیے۔ اسی طرح جرم کی بیخ کنی ہو گی۔

موجودہ نظام تعزیرات کی دوسری بڑی خامی یہ ہے کہ مقدمات کے فیصلے غیر معمولی

Marfat.com

تاخیر سے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے جرم کرنے والا اپنے آپ کو قانون کی گرفت سے آزاد سمجھتا ہے وہ سوچتا ہے کہ عدالت جب تک اپنا فیصلہ صادر کرے گی اس وقت تک وہ بہت کچھ کر چکا ہوگا اور واقعتاً وہ بہت کچھ کر چکا ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے ہائی کورٹوں میں معرض التوا میں پڑے ہوئے مقدمات کا ایک سرسری فہرست سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ لوگ عدل وانصاف کے انتظار میں کس قدر دن رات گن رہے ہیں نہ معلوم ان کے فیصلے کب ہوں گے۔ مقدمات کی تفصیل اس طرح ہے:

| ہائی کورٹوں کے نام | ۱۹۹۶ میں جو مقدمات داخل ہوئے | مقدمات جو فیصل ہوئے ۱۹۹۶ | زیر سماعت مقدمات ۱۹۹۶ |
|---|---|---|---|
| الٰہ آباد | ۱۶۳۹۲۰ | ۱۱۷۹۷۷ | ۸۶۵۴۵۵ |
| آندھرا پردیش | ۱۲۰۹۹۷ | ۱۳۴۰۲۴ | ۱۳۵۶۲۱ |
| ممبئی | ۹۱۶۲۱ | ۷۴۶۷۴ | ۲۳۴۰۵۸ |
| کولکاتہ | ۶۸۴۲۴ | ۵۸۴۸۱ | ۲۶۴۳۱۲ |
| دہلی | ۵۷۸۱۲ | ۵۲۴۸۷ | ۱۵۳۵۴۷ |
| گوہاٹی | ۲۰۹۵۸ | ۱۹۳۱۱ | ۳۳۰۱۸ |
| گجرات | نامعلوم | نامعلوم | ۱۳۹۸۲۱ |
| ہماچل پردیش | ۱۴۵۹۹ | ۱۶۵۰۵ | ۱۷۱۶۶ |

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آخر کیا تدابیر اختیار کی جائیں، جن سے جرائم کا مکمل انسداد ہو جائے اور ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے۔ آئندہ صفحات میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس مسئلے کا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔

---

Marfat.com

# باب سوم

# جرم وسزا کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر

Marfat.com

Marfat.com

# جرم وسزا کے بارے میں
# اسلامی نقطہ نظر

## جرم کی تعریف

اسلام کی نظر میں جرم وہ ممنوعات شرعیہ ہیں، جن کے ارتکاب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو باز رہنے کا حکم دیا ہے اور ان میں سے بعض کے ارتکاب پر حد جاری کی جاتی ہے اور بعض کے ارتکاب پر تعزیر کی جاتی ہے اور بعض کے ارتکاب پر قصاص لیا جاتا ہے۔

## جرم کا وسیع تصور

جرائم کی یہ فقہی تعریف ہے۔ اسلام نے جرم وسزا کا جو تصور دیا ہے وہ بہت وسیع ہے اس میں ہر وہ بات داخل ہے، جس میں خدا اور اس کے رسولؐ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کی گئی ہو۔ خواہ وہ حکم معمولی ہو یا غیر معمولی۔ ایمان وعقیدہ سے متعلق ہو یا حقوق ومعاملات سے متعلق۔ اخلاق سے تعلق رکھتا ہو یا آداب سے۔ غرض کہ وہ حکم چاہے جو ہو اگر اس کی خلاف ورزی کی جائے تو شریعت کی نگاہ میں جرم ہے اور اس پر سزا کا نفاذ ہوتا ہے۔ خواہ یہ سزا دنیا میں ملے یا آخرت میں اور خواہ یہ سزا اللہ تعالیٰ کے قانون مکافات کے تحت ملے یا اسلامی حکومت کے تحت۔ غرض کہ مجرم بہر حال سزا کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّہٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّہٗ مُجْرِماً فَاِنَّ لَہٗ جَھَنَّمَ ط لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَ لَا یَحْیٰیo وَمَنْ یَّاْتِہٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰیo (طٰہٰ:۷۴،۷۵)

Marfat.com

''حقیقت یہ ہے کہ جو شخص مجرم بن کر اپنے رب کے حضور آئے گا اس کے لیے جہنم ہے، جس میں وہ نہ جئے گا نہ مرے گا اور جو شخص اس کے حضور مومن کی حیثیت سے حاضر ہوگا اور اس نے نیک عمل کیے ہوں گے ایسے لوگوں کے لیے بلند درجے ہیں۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً ۢبِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ (التوبة:۶۶)

''اب عذرات نہ تراشو تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیا تو دوسرے گروہ کو ہم ضرور سزا دیں گے کیوں کہ وہ مجرم تھے۔''

## نیت کی قانونی و شرعی حیثیت

اسلام ایک دین بھی ہے اور ایک قانون بھی۔ یہ اپنے احکام میں دین ہے۔ لیکن انسانی تعلقات اور ریاست کے انتظام و انصرام میں قانون ہے۔ دین ہونے کے لحاظ سے شریعت تمام افعال ظاہری و باطنی حتیٰ کہ نیت و ارادہ کے صحیح و غلط ہونے پر حکم لگاتی ہے۔ چناں چہ ایک شخص پر کسی اخلاقی عدالت میں نیت اور ارادے کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر اس نے اپنے عمل سے خیر کا ارادہ کیا ہے تو اس کا فیصلہ بھی اس کے مطابق ہوگا اور اگر اس نے شر کا ارادہ کیا ہے تو اس کے شر کے مطابق فیصلہ سنایا جائے گا۔ یہ اصول اخروی جزا و سزا میں مسلم ہے۔ لیکن قانونی عدالت میں شریعت ظاہر پر حکم لگاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے ایک موذی جانور کو مارنے کے لیے گولی چلائی۔ لیکن وہ کسی آدمی کو لگ گئی، جس سے اس کی موت واقع ہوگئی اس پر عنداللہ وہ ماخوذ نہ ہوگا۔ لیکن دنیا میں اس پر غلطی کی سزا نافذ کی جائے گی۔ اسی طرح ایک شخص کی نیت میں ایک عورت سے زنا کرنا تھا لیکن وہ اس کی بیوی تھی، جس کا علم اسے بعد میں ہوا تو اس پر مقررہ حد کا نفاذ نہیں ہوگا۔ لیکن اپنی نیت کی خرابی کے لیے اللہ کے یہاں جواب دہی کرنی پڑے گی۔ اسی طرح ایک شخص نے جرم کا ارتکاب کیا لیکن اس کا سوائے اللہ کے کسی کو خبر نہ ہو تو وہ قانونی گرفت میں نہ آئے گا لیکن خدا کے یہاں ضرور پکڑا جائے گا۔

رہا یہ سوال کہ کیا ہر وہ عمل جو گناہ ہو اس پر دنیا میں سزا دینا ممکن ہے؟ تو اس کا جواب یہ

Marfat.com

ہے کہ جرائم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کا ثابت کرنا ممکن ہو دوسرا یہ کہ جن کا ثابت کرنا ممکن نہ ہو۔ مثال کے طور پر ریا، حسد، کبر، نفاق وغیرہ ایسے افعال ہیں جو اسلام میں گناہِ کبیرہ شمار ہوتے ہیں لیکن چوں کہ ان کا تعلق دل کی کیفیت سے ہے اور عدالت میں ان کا ثابت کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے دنیا میں ان پر کوئی سزا نافذ نہیں کی جائے گی اور چوری، زنا اور قتل ان جرائم کا گواہوں اور ثبوت کے ذریعہ عدالت میں ثابت کرنا ممکن ہے اس لیے شریعت میں ان کے لیے حد مقرر کی گئی ہے اور اس کو نافذ کیا جائے گا۔ خلاصہ بحث یہ کہ شریعت دنیا میں ان جرائم پر سزا نافذ کرتی ہے جو ظاہر و عیاں ہوں اور ان کا شہادت سے ثابت کرنا ممکن ہو۔ ان کے علاوہ وہ گناہ یا جرائم جو ظاہر یا عیاں نہ ہوں اُن کی سزا اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، جن کا حساب و کتاب قیامت کے دن ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جن جرائم پر دنیا میں سزا دی جاتی ہے وہ گنتی کے چند ہیں جب کہ ان سے بھیانک جرائم جیسے کفر، شرک اور الحاد جن کو قرآن میں ظلم عظیم کہا گیا ہے دنیا میں کوئی سزا مقرر نہیں ہے۔ اسلامی شریعت میں ان جرائم پر سزا مقرر کی گئی ہے، جن کے اثرات براہِ راست سماجی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں تا کہ انسانی معاشرہ امن و چین سے رہے اور خلفشار کا شکار نہ ہو۔ اسلام ایمان کے دائرے میں آنے پر مجبور نہیں کرتا لیکن وہ یہ ضرور چاہتا ہے کہ کوئی شخص دوسروں کی جان و مال اور عزت و آبرو پر حملہ نہ کرے۔ چناں چہ جرم و سزا میں مصلحت عام کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے۔

## مصلحتِ عام اور شریعت

اس بات پر تمام علماء و فقہاء کا اتفاق ہے کہ شریعت کے جملہ احکام حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہیں۔ چناں چہ اگر غور کیا جائے تو ہر وہ کام جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس میں انسانوں کے لیے بھلائی مضمر ہے اور ہر وہ کام جس سے منع کیا گیا ہے اس میں ضرر پنہاں ہے۔ اگر چہ اس سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کسی حکم کی علت معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے یا نہیں، تاہم اتنی بات مسلم ہے کہ شریعت کا کوئی بھی حکم خالی از مصلحت نہیں ہے۔ چناں چہ اسلام میں کسی فعل کے جرم بننے کے بنیادی سبب ان مصالح پر دست درازی ہے جو انسانوں کی بقا کے لیے ضروری ہیں وہ مصالح بنیادی طور پر پانچ ہیں۔ (۱) ایمان و عقیدہ (۲) جان (۳) عزت و آبرو (۴) مال (۵) عقل۔

Marfat.com

# ایمان وعقیدہ کا تحفظ

اسلام کے نزدیک انسان کی زندگی کا صحت مندانہ تصور ایمان وعقیدہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔لہٰذا وہ عناصر جو ایمان وعقیدہ میں خلل ڈالنے کا باعث ہوں یا وہ خود اپنے ایمان و عقیدہ سے دستبردار ہو جائیں۔شریعت کی نگاہ میں وہ قابل سزا مجرم تصور کیے جائیں گے کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتو لوگ عقیدے کے بحران میں مبتلا ہو کر خلفشار کا شکار ہو جائیں گے اور وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہی میں مبتلا کریں گے لہٰذا ایسے لوگوں کے حق میں شریعت اسلامیہ سنگین سزا مقرر کرتی ہے تاکہ لوگ اپنے ایمان وعقیدے پر قائم رہ سکیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرۃ:۲۱۷)

''اے نبی لوگ تم سے سوال کرتے ہیں ماہ حرام میں لڑنا کیا ہے؟ کہہ دیجیے اس میں لڑنا بہت برا ہے۔مگر راہ خدا سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام کا راستہ خدا پرستوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ برا ہے اور فتنہ خوں ریزی سے شدید تر ہے۔وہ تو تم سے لڑے ہی جائیں گے حتی کہ اگر ان کا بس چلے تو تمھیں اس دین سے پھیر دیں۔تم میں سے جو کوئی اس دین سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا اس کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے۔ایسے سب لوگ جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے۔''

Marfat.com

# جان کا تحفظ

دنیا کی ساری آبادی اس کی بہاریں اور سرگرمیاں انسانوں کے دم سے ہیں اور انسان کی زندگی کی بقا کا انحصار اس پر ہے کہ لوگ ایک دوسرے کی جان کے در پے نہ ہوں ورنہ یہ دنیا ویران ہو جائے گی اور یہاں کی سب بہاریں جاتی رہیں گی۔ اسلام میں اسی لیے ایک آدمی کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کا مترادف قرار دیا گیا ہے اس کے معنی یہی ہیں کہ جو شخص ناحق کسی کی جان لیتا ہے وہ صرف ایک ہی فرد پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ اس کا دل حیاتِ انسانی کے احترام سے خالی ہے۔ لہٰذا وہ ایسے ہی ہے جیسے پوری انسانیت کا قتل اس نے کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مِنْ اَجْلِ ذٰلِکَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ (المائدۃ:۳۲)

''اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس کسی نے سوا اس حالت کے کہ قصاص لینا ہو یا ملک میں فساد پھیلانے (لوٹ مار کرنے) والوں کو سزا دینی ہو کسی جان کو قتل کر ڈالا تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا اور جس نے کسی کی زندگی بچائی ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دی۔

انسانی جان کی صرف یہی قدر و قیمت نہیں ہے کہ اس سے دنیا کی آبادی ہے بلکہ کرۂ ارض پر انسان کا وجود قدرت کا انمول تحفہ بھی ہے اس لیے اس کی حفاظت ہونی چاہیے، اسلام میں اس لیے خودکشی حرام ہے کیوں کہ اس سے خالق کی اس گراں قدر نعمت کی انتہائی درجہ بے قدرتی ہوتی ہے۔ چناں چہ خود آدمی کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ اپنی جان سے دستبردار ہو جائے اور یہ اسی طرح بھیانک جرم ہے، جس طرح دوسرے کو قتل کرنا جرم سمجھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّ ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ○ (النساء:۲۹،۳۰)

Marfat.com

''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو یقین مانو کہ اللہ تمھارے اوپر مہربان ہے جو شخص ظلم و زیادتی کے ساتھ ایسا کرے گا اس کو ہم ضرور آگ میں جھونکیں گے اور یہ اللہ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔''

انسانی جان کی حفاظت کی یہی وہ مصلحت ہے، جس کی وجہ سے اسلام میں قتل کی سزا سخت ترین رکھی گئی ہے یعنی جو شخص کسی کو ناحق قتل کرے گا اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا، کیوں کہ اس نے جس طرح انسانی جان کی حرمت پامال کی ہے اب اسے جینے کا حق نہیں پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ (المائدۃ:۴۵)

''ہم نے ان پر لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کا برابر کا بدلہ۔''

## عزت و آبرو کا تحفظ

عزت و آبرو کی حفاظت نوع انسانی کی حفاظت ہے کیوں کہ دوسری صورت میں انسانی معاشرہ خلفشار کا شکار ہو سکتا ہے۔ شریعت کی نگاہ میں یہ ضروری ہے کہ ہر بچہ اپنے والدین کی نگرانی میں تربیت پائے اور وہی اس کے کفیل ہوں اور یہ مقصد صرف ازدواجی زندگی سے ممکن ہے۔ چناں چہ اسلام میں رشتہ ازدواج سے باہر جنسی تعلقات کا قائم کرنا حرام ہے اور اس کو سخت گناہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَآ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا (الاسراء:۳۲)

''زنا کے قریب نہ پھٹکو وہ بڑی بے حیائی کا کام ہے اور بہت بری راہ ہے۔''

اسلامی شریعت میں نہ صرف کسی کی عزت و آبرو پر دست درازی کرنا جرم ہے بلکہ کسی کی عزت پر تہمت لگانا بھی جرم ہے۔ اسی لیے اس میں الزام تراشی کی سزا مقرر کی گئی تا کہ ہر دو اعتبار سے لوگوں کی عزت و آبرو محفوظ رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ج (النور:۴)

''اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر زنا کا الزام لگاتے ہیں اگر وہ چار گواہ نہ لاسکیں تو انھیں اَسّی کوڑے مارے جائیں اور ان کی گواہی ہمیشہ کے لیے ناقابل اعتبار سمجھی جائے۔''

## مال کا تحفظ

مال افراد کی زندگی کا ذریعہ اور معاشرے کی قوت واستحکام کا باعث ہے۔ مال کے ذریعے آدمی اپنی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے اور معاشرے کو خوش حال بناتا ہے۔ مال نہ ہو تو وہ مفلس اور غربت کا شکار ہو جائے۔ اس لیے لازم ہے کہ جس کے پاس مال ہو وہ چوری، غصب اور ڈاکہ زنی سے محفوظ ہو، تاکہ افراد کی مصلحتیں باقی رہیں اسی لیے شریعت اسلامیہ نے کسی کے مال کو بے جا طور سے لے لینے کو حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ قف (النساء:۲۹)

''اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کوئی مال باہمی رضامندی سے تجارت کے ذریعہ حاصل ہو جائے۔''

باطل طریقے سے مال کھانے کے مفہوم میں ہر وہ طریقہ شامل ہے جو شریعت اور عرف عام میں باطل ہو جائے وہ عیاں ہو جائے خفیہ ہو۔ ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

من اشترىٰ سرقة وهو يعلم انها سرقة فقد شرک فی عارها و اثمها(۱)

''جس نے چوری کا مال خریدا یہ جانتے ہوئے کہ یہ چوری کا مال ہے وہ اس کے گناہ اور برائی میں شریک ہوا۔''

(۱) فیض القدیر شرح جامع الصغیر للمناوی ج ۶ ص ۶۴

Marfat.com

## عقل کا تحفظ

عقل کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ اس کو ایسی چیزوں سے بچایا جائے جو اس کے فتور کا باعث ہوں، اسے آفتوں میں مبتلا کر دینے والی ہوں اور جن کے لاحق ہونے سے آدمی عبث قرار پائے اور شر و اذیت کا سبب ہو چناں چہ شریعت میں شراب اور دوسری تمام نشہ آور اشیاء اسی لیے حرام ہیں اور ان کے استعمال کرنے والے پر سزا کا نفاذ کیا جاتا ہے تاکہ معاشرہ اس لعنت سے پاک ہو اور لوگ ذہنی سکون و اطمینان کی زندگی بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ (المائدۃ: ۹۰، ۹۱)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہوگی۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمھارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمھیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے۔"

یہی وہ پانچ مصالح ہیں، جن کی حفاظت کو شریعت نے لازم قرار دیا ہے اور ان کو پامال کرنے والے کے خلاف سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

"منفعت کا حصول اور مضرت کا دفع کرنا خلق کے مقاصد میں سے ہے اور خلق کی اصلاح اس امر پر ہے کہ ان کے مقاصد کو پورا کیا جائے۔ یہاں اصلاح سے مراد وہ اصلاح ہے، جو شریعت کا مقصود ہے اور خلق کے حق میں شریعت کا مقصود پانچ امور ہیں۔ دین کی حفاظت، نفس کی حفاظت، عقل کی حفاظت، نسل کی حفاظت، اور مال کی حفاظت۔ لہٰذا ہر وہ حکم یا طریقہ جو ان پانچ اصولوں کا ضامن ہوگا۔ یہی مصلحت اور اصلاح کہلائے گا اور جس سے یہ اصول فوت ہوتے ہوں وہ طریقہ مفسدہ کہلائے گا اور مفسدہ کا دفع کرنا واجب و لازم ہے۔

Marfat.com

ان پانچ اصولوں کی حفاظت ضروریات انسان میں شمار ہوتی ہے اور مصالح خلق کا یہ اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اسلام نے حکم دیا کہ جو منکر دین عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے درپے ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور جو بدعتی دین میں بدعت کی اشاعت کرے اس کو سزا دی جائے کیوں کہ یہ لوگ لوگوں کے دین کو تباہ کرنے والے ہوں گے اور شریعت میں قصاص کے واجب ہونے کا حکم اس لیے ہے کہ انسانی جانیں محفوظ رہیں، شراب نوشی پر سزا اس لیے ہے کہ عقل محفوظ رہے اور زنا پر حد اس لیے جاری کی جاتی ہے کہ انسانی نسب تخلیط سے محفوظ رہے اور چور کی سزا کا حکم اس لیے ہے کہ مال جو انسانوں کی معیشت کا ذریعہ ہے وہ محفوظ رہے۔ یہ ہیں وہ پانچ مصالح، جن کی حفاظت کی تائید دنیا کے ہر مذہب اور مہذب سوسائٹی نے کی ہے۔''(۱)

## مصلحت عام کا صحیح مفہوم

مصلحت کے تعلق سے دو باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔ ایک یہ کہ اسلام میں مصلحت خواہش اور لذت کے معنیٰ میں مستعمل نہیں ہے۔ ایک آدمی اپنی ذاتی خواہش یا نفس پرستی کو مصلحت قرار نہیں دے سکتا۔ کیوں کہ خواہشوں میں اعتدال کی کمی ہوتی ہے اور نفع بخش ہونے کے بجائے اکثر ان سے فساد جنم لیتے ہیں اور فساد مصلحت کی ضد ہے۔ لہٰذا خواہش مصلحت کے مفہوم میں داخل نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ اسلام نے انہی مصالح کو معتبر قرار دیا ہے جو اسلامی تعلیمات اور مفاد عامہ کے مطابق ہوں۔ لیکن جو مصالح اسلامی تعلیمات و احکام سے ہم آہنگ نہ ہوں یا مفاد عامہ کے خلاف ہوں وہ ناقابلِ اعتبار ہیں۔(۲)

## جرائم کی قسمیں

بلاشبہ انسان کے بنیادی مصالح متعدد ہیں۔ لیکن ان مصالح میں بھی درجہ بندی ہے۔ ممکن ہے ایک مصلحت دوسری سے بڑی ہو یا دوسری تیسری سے زیادہ دوررس ہو۔ چناں چہ شریعت نے اس کا لحاظ کیا ہے۔ اس لیے اس میں جرائم کی درجہ بندی کی گئی ہے اور اسی لیے اس میں ان کی سزاؤں میں بھی فرق ہے۔ شریعت میں بنیادی طور پر جرائم کو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

---

(۱) المستصفیٰ لامام غزالی ص ۲۵۱ دیکھیے بحث الاستصلاح

(۲) الجریمة والعقوبة فی الفقه الاسلامی۔ محمد ابو زهره

Marfat.com

۱۔ وہ جرائم جن کی سزا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول کی طرف سے متعین کردی گئی ہو، جن میں نہ کمی کی جا سکتی ہو اور نہ زیادتی۔ وہ یہ ہیں: زنا، قذف، شراب نوشی، چوری، ڈکیتی، اِرتداد اور بغاوت۔

۲۔ وہ جرائم جن پر قصاص یا دیت لازم آتی ہو وہ یہ ہیں: قتل عمد، قتل شبہ عمد، قتل خطا، عمداً زخم پہنچانا یا بلا ارادہ زخم پہنچانا یا کسی عضو کی افادیت ختم کردینا۔

۳۔ وہ جرائم جن کی حد مقرر نہ کی گئی ہو بلکہ حاکم وقت اور قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہو کہ حسب ضرورت وہ اس پر نفاذ کرے وہ یہ ہیں: حدود قصاص کے نفاذ کے لیے جو شرائط متعین کی گئی ہیں ان کی عدم موجودگی میں مجرم کی تعزیر کی جائے گی۔ اس کے علاوہ رشوت، سود، گالی گلوچ، مفاد عامہ کے خلاف کام کرنا، آتش زنی، دھوکا دہی، جعل سازی، غبن، اعانت مجرمانہ وغیرہ ان صورتوں میں تعزیر کی سزا نافذ کی جائے گی۔

## اثباتِ جرم کے شرائط

اوپر جرائم کی مختلف قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے کسی بھی جرم کو کسی کے خلاف ثابت کرنے کے لیے مندرجہ ذیل تین شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ جس جرم کو ثابت کیا جائے اس پر نص شرعی موجود ہو یعنی قرآن و سنت میں اس کو جرم قرار دیا گیا ہو۔

۲۔ دوسری شرط یہ کہ مجرم نے واقعتاً جرم کیا ہو۔ صرف جرم کی نیت یا ارادہ کے اظہار سے وہ مجرم قرار نہیں پائے گا۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ مجرم شرعی طور پر جواب دہ ہو اور ان عوارض میں سے کوئی عارضہ لاحق نہ ہو جو سزائیں ساقط کردیتے ہیں، جیسے جنون، کم سنی، غلطی، جہالت اکراہ یا دفاع ذات و جائیداد۔[1]

## سزا کا اسلامی تصوّر

جو سزا مجرم کو اس کے جرم سے باز رکھنے کے لیے دی جائے اس کو شریعت میں عقوبت

(۱) تفصیل کے لیے دیکھیے: التسریع الجنای الاسلامی ج۱، متعلقہ مباحث المغنی لابن قدامہ ج۸، متعلقہ مباحث

Marfat.com

کہتے ہیں۔اس کی تین صورتیں ہیں: حد، قصاص اور تعزیر۔حد اس سزا کو کہتے ہیں جو کتاب وسنت کی نص کے ذریعے محدود و متعین کردی گئی ہو جیسے چوری کی سزا ہاتھ کاٹ دینا، زنا کی سزا کوڑے مارنا یا سنگسار کرنا۔قذف کی سزا کوڑے مارنا، شراب نوشی کی سزا چالیس یا اَسّی کوڑے مارنا، ارتداد کی سزا قتل کر دینا۔بعض فقہاء نے قصاص کو بھی حد میں شمار کیا ہے اس لیے کہ اس کی سزا بھی متعین ہوتی ہے۔ جیسے قتل کی سزا قتل (یعنی جان کے بدلے جان) کان کے بدلے کان، ناک کے بدلے ناک، آنکھ کے بدلے آنکھ، چوٹ کے بدلے چوٹ اور زخم کے بدلے زخم۔تعزیر ان سزاؤں کو کہا جاتا ہے جو قاضی (یا ریاست قانون سازی کے ذریعہ) جرم، مجرم اور موجودہ حالات کے حسب ضرورت نافذ کرتا ہے جیسے جھوٹی گواہی دینے والے یا دوسروں کے گھر میں تاک جھانک کرنے والے کو کوڑے مارنا، قید کرنا یا جرمانہ عائد کرنا یا ڈانٹ پھٹکار کرنا وغیرہ۔

## سزاؤں میں فرق

اسلام میں سزاؤں میں فرق ہے۔اس کی بنیاد جرائم کی نوعیت میں فرق ہونا ہے۔یعنی جرم کی جو نوعیت ہوگی اسی کے مطابق سزا ہوگی۔شریعت اسلامیہ میں قصاص تمام سزاؤں کی بنیاد ہے۔یعنی جو شخص دوسرے کو جس قدر اذیت پہنچائے گا اس کو بھی اسی قدر اذیت دی جائے گی لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ کسی جرم کی نوعیت (یا سنگینی) کا تعین کرنے میں تین امور کا لحاظ ضرور رکھا جائے گا۔

۱- مجرم نے اپنے جرم کے ذریعے جو اذیت پہنچائی وہ باعتبار کیفیت کیسی ہے۔جسمانی، ذہنی، نفسیاتی یا مالی اور باعتبار کمیت کتنی ہے؟

۲- اس خوف اور گھبراہٹ کا اندازہ جو اس کے جرم سے عوام میں پیدا ہوا۔

۳- اس بات کا اندازہ کرنا کہ جرم سے کس حد تک ہتک عزت ہوئی۔ چناں چہ چوری کی

---

(۱) ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے چور پر لعنت بھیجی جو انڈا یا رسّی (یعنی معمولی چیز) چراتا ہے، جس کے بدلے اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے (بخاری کتاب الحدود، باب قول اللہ السارق والسارقۃ الخ) تاہم فقہاء نے قطع ید کے لیے کم از کم مقدار کا تعین کیا ہے جو ربع دینار یا تین درہم ہے۔ساتھ ہی بعض ایسی اشیاء کی چوری پر جو جلد خراب ہو جانے والی ہوں جیسے سبزی پھل وغیرہ کے لیے قطع ید کے بجائے تعزیری سزا تجویز کی گئی ہے۔(دیکھیے اسی کتاب میں تعزیرات کی بحث)

Marfat.com

سزا مال مسروقہ کی مقدار یا اس کی قدر و قیمت کی بنیاد پر نہیں ہے۔(۱) بلکہ اس کی سزا اس لیے ہے کہ اس سے پورے معاشرے میں خوف و ہراس پیدا ہوا اور لوگوں کی نیندیں حرام ہوئیں اسی طرح ڈاکہ زنی کی سزا اس فتنہ وفساد پر دی جاتی ہے جو اس فعل سے رونما ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک شریف عورت سے زنا کی جو سزا ہے وہی رذیل عورت سے زنا کرنے کی سزا ہے کیوں کہ دونوں صورتوں میں عزت کی ایک ہی مقدار میں ہتک ہوتی ہے۔ البتہ وہ جرائم جو حقوق العباد سے متعلق ہوں ان میں جرائم کی مقدار کا لحاظ کیا جائے گا اور سزا کے نفاذ میں مساوات کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ جیسے قصاص کی جملہ صورتیں۔

## سزاؤں کی حیثیت

شریعت میں جرائم کی جو سزائیں نافذ کی جاتی ہیں ان کی چار حیثیتیں فقہاء نے بیان کی ہیں:

۱۔ اصل سزائیں جیسے قتل کی سزا قصاص یا زنا کی سزا سو کوڑے / رجم یا چوری کی سزا قطع ید ہے۔

۲۔ بدلی سزائیں یعنی جب اصل سزا کا نفاذ نہ ہو رہا ہو تو اس کی جگہ دوسری سزاؤں کو نافذ کرنا جیسے قصاص کے عدم اجرا پر دیت کا جاری ہونا یا حد کے عدم نفاذ پر تعزیر کو نافذ کرنا۔

۳۔ تبعی (اضافی) سزائیں۔ جیسے مقتول کے میراث سے محرومی، اگر قاتل اس کا وارث ہو یا قذف کے جرم میں ہمیشہ کے لیے گواہی کے قبول نہ کیا جانا۔

۴۔ تکمیلی سزائیں جیسے چور کی گردن میں اس کے کٹے ہوئے ہاتھ کو لٹکا دینا۔

## سزاؤں کی قسمیں

اسلامی فقہ میں جرائم کی طرح سزاؤں کو بھی مختلف انداز سے تقسیم کیا گیا ہے۔ جیسے:

(۱) سزا کے تعین میں قاضی (حاکم عدالت) کا اختیار ہونا یا نہ ہونا جیسے حدود یا قصاص میں قاضی کو اختیار نہیں ہے کہ ان کی مقدار میں کمی یا بیشی کر سکے۔ لیکن تعزیرات میں اس کو اختیار

(۱) ایضاً

Marfat.com

ہے کہ حسب حالات اس میں کمی بیشی کرے۔ (۲) بدلی سزاؤں جیسے قتل یا کوڑے لگانا یا مجرم کو مقید کرنا (۳) نفسیاتی سزائیں جیسے مجرم کی ڈانٹ پھٹکار کرنا (۴) مالی سزائیں، جیسے دیت، جرمانہ یا مجرم کے سامان کی قرقی کر لینا۔

## سزا کا مقصد

انسان کے اندر خیر و شر اور اچھے برے دونوں قسم کے رجحانات ہوتے ہیں۔ اسلام کی جملہ عبادات اور ضابطہ اخلاق کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے جذبات کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھال لے۔ لیکن بسا اوقات وہ اپنی خواہشوں سے مغلوب ہو جاتا ہے اور جرم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ اب لازم ہے کہ اس پر سزا نافذ کر کے اس کا تزکیہ کیا جائے تاکہ دوبارہ وہ اس کے ارتکاب کی جرأت نہ کرے یا اپنی خواہشوں سے مغلوب نہ ہو۔ اسی طرح انسان ایک باشعور و باوقار مخلوق ہے وہ کچھ سماجی قدریں رکھتا ہے لیکن بعض اوقات کسی وجہ سے وہ خود ان قدروں کی پاس داری نہیں کر پاتا۔ ایسی صورت میں بھی ضروری ہے کہ اس پر سزا کا نفاذ ہوتا کہ اس کی تطہیر ہو جائے اور جو مقام اس نے کھو دیا تھا وہ دوبارہ اسے واپس مل جائے اور معاشرے میں مثبت قدریں فروغ پائیں۔ تیسری بات یہ کہ ہر آدمی کے اندر جرم کا داعیہ موجود ہوتا ہے لیکن اگر اس کے ارتکاب پر اسے سزا دی جائے تو اس کے خوف سے داعیہ ختم ہو سکتا ہے۔ ساتھ ہی دوسرے افراد کے لیے بھی یہ باعث عبرت ہوگا کہ ایک آدمی اپنے جرم کی سزا پا رہا ہے۔ چوتھی اور آخری بات یہ کہ کسی جرم پر مناسب سزا کا نفاذ اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ یہ اس شخص کے لیے قلبی سکون کا ذریعہ ہو، جس پر مجرم نے زیادتی کی ہے۔ صرف قصاص ہی نہیں دوسرے حدود و تعزیرات میں بھی یہ بات شریعت کے پیش نظر ہے۔[1]

---

(۱) الجريمة والعقوبة فى الفقه الاسلامى، محمد ابو زهره

Marfat.com

Marfat.com

# باب چهارم

# اسلام میں انسداد جرائم کی تدابیر

Marfat.com

Marfat.com

# اسلام میں انسدادِ جرائم کی تدابیر

اسلام میں بلاشبہ حدود و تعزیرات کے نفاذ کے احکام ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کہ یکبارگی ان احکام کو جاری کر دیا جاتا ہے بلکہ اس نے پہلے جرائم کے روکنے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کی ہے اگر ان تدابیر کے باوجود آدمی جرم کا ارتکاب کرے تو اس پر سزا نافذ ہوتی ہے ورنہ پہلے وہ اپنے تدابیری ذرائع سے جرائم پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہے۔ آیئے معلوم کریں کہ اسلام نے جرائم کو روکنے کی کیا تدابیر بتائی ہیں۔

## الف: اسلامی عقائد سے جرائم کا انسداد

انسانی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ انسانوں کی اکثریت ہمیشہ عقیدے کے بحران میں مبتلا رہی ہے۔ کائنات میں انسان نے اپنی حقیقت کو سمجھنے میں ہمیشہ غلطی کی ہے۔ کبھی وہ خود خدا بن جاتا ہے اور کبھی کائنات کی ہر چیز کو خدا تصور کرنے لگتا ہے۔ آج بھی دنیا کی زیادہ تر آبادی کا یہی حال ہے۔ شرک، کفر، بت پرستی، الحاد اور دہریت میں جس طرح ماضی میں لوگ گھرے ہوئے تھے آج بھی انسانوں کی بڑی اکثریت انھی کا شکار ہے۔ سائنس کی حیرت انگیز ترقیوں کے باوجود خدا کی صحیح معرفت سے انسان محروم ہے۔ اس کے برعکس انسانی تاریخ میں اسلام کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ اس نے ہمیشہ انسانیت کو عقیدے کے بحران سے نکالنے کی کوشش کی ہے۔ حضرات انبیاء کی دعوت کا سارا محور یہی رہا ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے عقیدے کی اصلاح کی دعوت دی۔ پھر دوسری مروج برائیوں کو مٹانے پر زور دیا ہے۔ موجودہ دور میں جرائم کا سیلاب اُمڈ پڑا ہے اور اسے روکنے کی ہر ممکن کوشش جاری ہے لیکن جب تک صحیح اساس

Marfat.com

پر یہ کوشش نہ ہوگی ہمیشہ ناکام رہے گی اور وہ اساس ہے ایمان اور عقیدے کی تشکیل اور اس کی اصلاح۔ اسلام نے عقیدے کی کون سی بنیادیں فراہم کی ہیں اور ان سے انسانی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے لیکن یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ چند ضروری نکات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

## اسلامی عقائد کا تعارُف

**ایمان باللہ:** اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ کائنات کا تنہا وہی خالق و مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔ زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، جنگل، دریا، درخت، حیوان اور انسان سب اس کے حکم کے تابع اور اس کی مرضی سے قائم و دائم ہیں۔ ہر قسم کی قدرت اور علم اس کے پاس ہے۔ وہ غیر فانی اور بے نیاز ہے۔ وہ ہر عیب سے پاک ہے۔ ساری تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ ہر قسم کا اعلیٰ وصف اور خوبی اسی سے منسوب ہے۔ اس کے مانند کوئی نہیں۔ وہ بے مثل اور یکتا ہے۔ قرآن میں اللہ کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○ (البقرۃ:۲۵۵)

''اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود (قابل پرستش) نہیں ہے وہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے اونگھ لگتی ہے۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے، جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ ان سے اوجھل ہے اس سے بھی وہ واقف ہے اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیز ان کی

Marfat.com

گرفت ادراک میں نہیں آسکتی الا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی ان کو دینا چاہے۔اس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور ان کی نگہبانی اس کے لیے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے۔بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔''

**رسالت پر ایمان:** رسولوں پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کی ہدایت کے لیے انسانوں ہی میں سے کچھ لوگوں کو منتخب کر کے، ان پر اپنا پیغام نازل کیا تاکہ وہ لوگوں کو صحیح راستہ بتائیں۔اس قسم کے پیغمبر ہر دور اور ہر قوم میں بھیجے گئے اور سلسلۂ پیغمبری کی آخری کڑی حضرت محمدؐ ہیں، جن پر قرآن اتارا گیا اور جو تا قیامت جملہ انسانیت کے لیے صحیفۂ ہدایت ہے۔آپؐ کے بعد نہ تو کوئی پیغمبر ہوگا اور نہ آسمانوں سے کوئی کتاب نازل کی جائے گی۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط (آل عمران:۱۴۴)

''محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں۔''

**کتابوں پر ایمان:** آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف رسولوں کو مبعوث فرمایا بلکہ ان پر کتابیں نازل کیں تاکہ وہ ان کے ذریعے سے لوگوں کو حق و باطل کی باتیں سمجھا سکیں۔ان آسمانی کتابوں میں جو مختلف رسولوں پر نازل ہوئی توریت، انجیل، زبور اور قرآن خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۝

(آل عمران:۳،۲)

''اے نبیؐ! اس نے تم پر یہ کتاب نازل کی جو حق لے کر آئی ہے اور ان کتابوں کی تصدیق کر رہی ہے جو پہلے سے آئی ہوں، جنھیں اس سے پہلے وہ انسانوں کی ہدایت کے لیے تورات اور انجیل نازل کر چکا ہے اور اس نے وہ کسوٹی اتاری ہے جو فرقان (حق و باطل کا فرق دکھانے والا) ہے۔''

**فرشتوں پر ایمان:** فرشتوں پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانوں اور دیگر مخلوقات کو پیدا کیا ہے، اسی طرح فرشتوں کو بھی پیدا کیا ہے۔لیکن ان کے وجود کی مادّی توجیہ انسان کے بس میں نہیں ہے۔ان کا کام ہر وقت اللہ کے حکم کو بجالانا ہے۔بعض فرشتے خدا

Marfat.com

کی حمد و ثنا پر مامور ہیں تو بعض پیغام رسانی کے کام پر۔ بعض فرشتے عذاب کے لیے مقرر ہیں تو بعض انسانوں کے اعمال کا رجسٹر تیار کرنے پر۔ غرض یہ کہ وہ مختلف کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور ہر وقت خدا کی اطاعت کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (فاطر:۱)

''تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے ایسے فرشتے جن کے دو دو، تین تین، چار چار بازو ہیں۔ ان مخلوقات کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

آخرت پر ایمان: آخرت پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مقصد کے لیے اس کائنات کی تخلیق کی ہے اور دنیا میں انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ پھر ایک دن اسے ختم کر دے گا۔ وہ دن قیامت کا دن ہوگا، جس میں کائنات کی ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی اور انسانوں کو اپنے اعمال کی جواب دہی کے لیے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ جس کے بعد وہ اپنے اعمال کے مطابق اچھے یا برے انجام سے دوچار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ۝ (الانفطار:۱-۵)

''جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب قبریں کھول دی جائیں گی اس وقت ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔''

قرآن میں ان چیزوں پر ایمان لانے کا بار بار مطالبہ کیا گیا ہے اور ان سے انکار کرنے والوں پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ

Marfat.com

عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ○ (النساء:۱۳۶)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے، جس نے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت سے کفر کیا وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔''

یہ اسلامی عقائد کے بنیادی عناصر ہیں۔ ان پر ایمان لانے کے بعد آدمی کی پوری شخصیت، اندازِ فکر اور اخلاق اور روش میں انقلاب آ جاتا ہے۔ وہ ہر بات کو اپنے ایمان وعقیدہ کے ترازو میں تولتا ہے۔ اگر اس پیمانے پر پورا اترتا ہے تو عمل کرتا ہے ورنہ وہ اسے رد کر دیتا ہے۔ مومن کا ہر قدم ایمان کے تقاضے کے مطابق اٹھتا ہے۔ اس کا جینا اور مرنا اپنے ایمان کے حدود میں ہوتا ہے۔ ایک مومن کے نزدیک زندگی کی کوئی قیمت ہے تو وہ ایمان سے ہے۔ وہ ایمان کو بچانے کے لیے اپنی جان بھی نچھاور کر دیتا ہے۔ ایمان کے ذریعے آدمی ان حیوانی قوتوں کا مقابلہ کر سکتا ہے، جو موجودہ دور میں انسان پر غالب آ گئی ہیں اور جس کی وجہ سے طرح طرح کے جرائم رونما ہو رہے ہیں۔ آیئے ذیل میں اس کا جائزہ لیتے ہیں کہ ایمان کس طرح جرائم کو روکتا ہے۔ یہاں ایمان کے سارے اجزا پر تفصیلی بحث کا موقع نہیں ہے۔ اس میں سے صرف ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت پر تھوڑی سی روشنی ڈالی جاتی ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی ربوبیت

موجودہ دور میں جرائم کے رونما ہونے کے مختلف اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب معاش ہے۔ اس کے ذیل میں غربت وافلاس ہی نہیں آتے بلکہ دولت کی حرص اور جذبۂ مسابقت شامل ہے۔ آدمی زیادہ سے زیادہ کیوں دولت جمع کرتا ہے؟ اس لیے کہ وہ اپنی ضروریات کی تکمیل اور اپنا تحفظ چاہتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہاں ہر ضرورت کی تکمیل اپنی کمائی پر منحصر ہے اور اپنا تحفظ مال کی بنیاد پر ہی ممکن ہے۔ لہٰذا وہ اس کے حصول کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ خواہ اسے کسی جرم کا ارتکاب ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اسی طرح ایک غریب یا مفلس چوری، حرام خوری یا خودکشی

Marfat.com

جیسے جرائم کا مرتکب کیوں ہوتا ہے؟ اس لیے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کی غربت اور افلاس کے ازالے کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ لہٰذا یا تو وہ غلط ڈھنگ سے مال کے حصول کی کوشش کرتا ہے یا پھر مایوس ہو کر خودکشی کر لیتا ہے۔ لیکن اللہ پر ایمان اور اس کی صفت ربوبیت پر یقین ہو تو نہ آدمی حصول مال کے لیے حرام ذرائع استعمال کرے گا۔ اور نہ وہ مایوس ہو کر اپنی جان گنوا بیٹھے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ط كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ (ھود:٦)

''اور زمین میں کوئی جاندار نہیں مگر اس کی روزی اللہ کے ذمے ہے اور وہ اس کا ٹھکانا اور اس کو کہاں لوٹ کے جانا ہے جانتا ہے۔ ہر بات ایک کھلی کتاب میں درج ہے۔''

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ انسان کی تخلیق سے پہلے اس کی روزی روٹی لکھ دی جاتی ہے۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔

عن ابن مسعود قال حدثنا رسول الله وهو الصادق والمصدوق ان خلق احدكم يجمع فى بطن امه اربعين يوم نطفة ثم يكون علقة مثل ذلك ثم يكون مضغة مثل ذلك ثم يبعث الله اليه ملكا باربع كلمات فيكتب عمله واجله و رزقه و شقى او سعيد ثم ينفخ فيه الروح(۱)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے جو کہ صادق و مصدوق ہیں فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کی تخلیق اس طرح ہوتی ہے کہ وہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی حالت میں رہتا ہے اسی طرح چالیس دن علقہ (خون کا لوتھڑا) کی حالت میں اسی طرح چالیس دن مضغہ (گوشت کا چھیچھڑا) کی حالت میں پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو چار باتوں کے ساتھ بھیجتا ہے، جو اس کی دنیا میں عمل، عمر (موت) رزق اور سعادت و شقاوت کو لکھتا ہے پھر اس میں روح ڈالی جاتی ہے (اور وہ پیدا ہوتا ہے)''

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان بالقدر بحوالہ صحیحین

Marfat.com

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ پر پورا بھروسہ رکھو تو اللہ تمھیں ایسے رزق دے گا جیسے چڑیوں کو دیتا ہے، جو صبح بھوکے پیٹ اپنے گھونسلوں سے نکلتی ہیں مگر شام کو آسودہ ہو کر واپس آتی ہیں۔ ارشاد نبویؐ ہے:

لو انکم تتوکلون علی اللّٰہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر تغدو خماصا و تروح بطاناً (۲)

''اگر تم اللہ پر بھروسہ رکھو جیسا کہ بھروسہ رکھنے کا حق ہے تو وہ تمھیں ایسے روزی دے گا جیسے چڑیوں کو دیتا ہے جو صبح کو خالی پیٹ نکلتی ہیں اور شام کو بھر پیٹ واپس آتی ہیں۔''

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سب کو رزق دینے کا وعدہ کر رکھا ہے تو دنیا میں ہزاروں کروڑوں افراد فاقہ کشی سے کیوں دوچار ہیں۔ اس کا جواب قرآن پاک نے اس طرح دیا ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ○ (الشوریٰ:۲۷)

''اگر اللہ اپنے سب بندوں کو کھلا رزق دے دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتے مگر وہ ایک حساب سے جتنا چاہتا ہے نازل کرتا ہے یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور ان پر نگاہ رکھنے والا ہے۔''

مال و دولت کی بہتات سے زمین میں فتنہ و فساد کا خطرہ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو دولت سے نوازتا ہے اور کچھ لوگوں کو کیوں محروم کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں بھی زمین میں وہی کچھ ہو رہا ہے جس کا اوپر والی آیت میں خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے اس کا جواب قرآن نے اس طرح دیا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ع (الانعام:۱۶۵)

''وہی ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے

(۱) مسند احمد ۱/۳۰

Marfat.com

میں زیادہ بلند درجے دیے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمھاری آزمائش کرے۔ بے شک تمھارا رب سزا دینے میں بھی بہت تیز ہے اور بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا بھی۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ط وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (الزخرف:۳۲)

''ہم نے لوگوں کے درمیان دنیا میں ان کو روزی تقسیم کر رکھی ہے اور ایک کا دوسرے سے مرتبہ بڑھا دیا ہے تاکہ بعض بعض کا مذاق اڑائے اور تمھارے رب کی رحمت بہتر ہے اس چیز سے جو لوگ جمع کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے معنی صرف روزی دینے کے نہیں ہیں بلکہ اس میں بندوں کے مصالح بھی شامل ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو زمین پر ایک خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے، جس کی تکمیل کے لیے فرق مراتب کا ہونا ضروری تھا اس لیے یہاں کوئی غریب ہے تو کوئی دولت سے کھیلتا ہے۔ ان تفصیلات کی روشنی میں غور کیا جا سکتا ہے کہ اگر اللہ کی ربوبیت پر لوگوں کا یقین ہو تو ان کی زندگی کس طرح ایک خاص طرز پر گزر سکتی ہے اور وہ جرائم سے کس طرح بچ سکتے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کی قدرت

جرائم کا ارتکاب عام طور پر کسی مجبوری کے تحت کیا جاتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے۔ بہت سے لوگ محض سرکشی اور فتنہ و فساد برپا کرنے کے لیے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی سے نہیں ڈرتے۔ ان کے دل سے ہر چیز کا خوف نکل چکا ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بہتوں سے زیادہ طاقتور سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ دوسروں پر زیادتیاں کرتے ہیں اور مظالم ڈھاتے ہیں۔ وہ عام انسانوں سے ڈرتے ہیں اور نہ قانون سے اور چوں کہ ان کے سامنے کسی خدا کا تصور نہیں ہوتا یا ہوتا ہے تو کمزور ہوتا ہے لہٰذا وہ سرکشی اور طغیانی میں سارے حدود پار کرتے ہیں۔ لیکن ایک خدا پر یقین رکھنے والا جانتا ہے کہ جس خدا پر اس کا ایمان ہے وہ سب سے زیادہ

Marfat.com

طاقت وراور قدرت والا ہے۔ وہ چاہے تو ساری کائنات کو یک لخت ختم کر دے۔ اس کی مرضی ہو تو زمین دھنس جائے آسمان پھٹ پڑے یا اور کوئی آفت نازل ہو جائے۔ غرض کہ وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ خدا کی قدرت اور دسترس سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط (الانعام: ٦٥)

''کہو وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کر دے یا تمھارے قدموں کے نیچے سے برپا کر دے یا تمھیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزہ چکھا دے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے اپنے بندوں کی گرفت کر سکتا ہے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچا سکتا ہے لیکن اللہ رحم کرنے والا ہے، جس کی وجہ سے وہ لوگوں کو مہلت دیتا ہے کہ شاید وہ توبہ کر لیں۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ج (فاطر: ۴۵)

''اگر وہ لوگوں کو ان کے کرتوتوں پر پکڑتا تو زمین پر کسی متنفس کو جیتا نہ چھوڑتا مگر وہ انھیں ایک مقرر وقت تک کے لیے مہلت دے رہا ہے۔''

## اللہ تعالیٰ کا علم

جرائم عام طور پر لوگوں کی نگاہ سے چھپ کر کیے جاتے ہیں اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے اور ایسا ہوتا بھی ہے کہ بہت سے جرائم جن کا ارتکاب کیا جاتا ہے وہ کرنے والے کے علاوہ کسی کے علم میں نہیں ہوتے اس طرح آدمی جرم کا عادی بن جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بعض جرائم چھپ کر تو نہیں کیے جاتے بلکہ ان کا ارتکاب سرعام کیا جاتا ہے۔ لیکن اتنی پیچیدہ صورت میں اور اس قدر اس میں الجھاؤ ہوتا ہے کہ عام آدمی سمجھ ہی نہیں پاتا کہ یہاں جرم کیا جا رہا ہے۔ مثال کے طور پر سیاسی یا

Marfat.com

معاشی اور اقتصادی جرائم اسی طرح کیے جاتے ہیں۔ان کے کرنے والے کو پتا ہوتا ہے کہ ان کے کیا نتائج برآمد ہوں گے۔اور اسے یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ قانون کا ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکے گا۔ لہٰذا وہ ہر طرح سے مطمئن ہوتا ہے لیکن اگر اس کے پاس خدا کے علم کی وسعت کا تصور ہو تو اس کا سارا اطمینان کافور ہو جائے گا۔قرآن کہتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی ذرہ خدا کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہے اس کے علم میں ہر چیز ہے اور وہ ہر بات کو جانتا ہے حتیٰ کہ وہ چور نگاہوں اور دلوں کی باتوں سے بھی واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّکَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلاَ فِی السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْبَرَ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ○
(یونس:٦١)

''کوئی ذرہ برابر چیز آسمان اور زمین میں ایسی نہیں ہے نہ چھوٹی نہ بڑی جو تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ، وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلاَ حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلاَ رَطْبٍ وَّلاَ یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ○ (الانعام:٥٩)

''بحر و بر میں جو کچھ ہے سب سے وہ واقف ہے، درخت سے گرنے والا کوئی پتا ایسا نہیں ہے جس کا اسے علم نہ ہو۔زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو۔خشک وتر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔''

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ○ (المؤمن:١٩٠)

''وہ جانتا ہے آنکھوں کی خیانتوں (چور نگاہوں) کو اور جو کچھ سینوں میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔''

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ، یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَ

Marfat.com

جَهۡرَكُمۡ وَ يَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُوۡنَ ○ (الانعام:۳)

''وہی ایک خدا آسمان میں بھی ہے اور زمین میں بھی تمہارے کھلے اور چھپے سب حال جانتا ہے اور جو برائی یا بھلائی تم کماتے ہو اس سے خوب واقف ہے۔''

اسی طرح کی اور بھی متعدد آیتیں ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ بات اگر کسی بندے کے عقیدے میں راسخ ہو جائے کہ اس کا خدا اسے ہر حال میں دیکھ رہا ہے تو وہ جرائم سے بچنے کی کوشش کرے گا۔

## اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت

بسا اوقات آدمی اپنے حالات سے مایوس ہو کر جرائم کی راہ اختیار کر لیتا ہے وہ اس طرح کہ اس سے کچھ گناہ یا چھوٹے موٹے جرائم صادر ہوتے ہیں وہ سمجھتا ہے کہ چوں کہ اس سے جرم سرزد ہو چکا ہے۔ اس سے واپسی کی کوئی صورت نہیں ہے چناں چہ وہ بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اور بالآخر وہ عادی مجرم بن جاتا ہے یا پھر وہ جرائم سے اکتا کر خودکشی کر لیتا ہے۔ خودکشی کے بہت سے واقعات میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ بعض وقت آدمی سے کوئی جرم سرزد ہوا اور پھر شرمندگی یا جگ ہنسائی کے ڈر سے اس نے خودکشی کر لی۔ لیکن یہ دونوں صورتیں اس وقت رونما نہ ہوں گی جب لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کا عقیدہ موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ عظیم رحمت والا اور مغفرت والا ہے۔ بڑے سے بڑے گناہ کو بھی وہ معاف کر دیتا ہے۔ قرآن میں متعدد جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کا معاف کرنے والا اور اپنے بندوں پر حد سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ○ (الزمر:۵۳)

''اے نبی کہہ دو کہ میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو غفور و رحیم ہے۔''

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

Marfat.com

**قال الله تعالیٰ یا ابن آدم انک مادعوتنی و رجوتنی غفرت لک علی ما کان فیک ولا ابالی یا ابن آدم لو بلغت ذنوبک عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لک ولا ابالی یا ابن آدم لو انک اتیتنی بقراب الارض خطایا ثم لقیتنی لا تشرک بی شیئا لا تیتک بقرابھا مغفرۃ** (۱)

''اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے آدم کے بیٹے (انسان) جب تک کہ تو مجھ کو پکارے گا اور مجھ سے امید رکھے گا تو میں تمھاری ان تمام خطاؤں کو بخش دوں گا جن میں تو مبتلا ہے اور میں ذرا بھی اس کی پروانہ کروں گا۔ اور اے آدم کے بیٹے (انسان) اگر تمھارے گناہ آسمان میں بادلوں کے برابر ہو جائیں پھر تم مجھ سے ان کی بخشش چاہو تو میں تمھیں بخش دوں گا اور میں ذرا بھی پروانہ کروں گا۔ اے آدم کے بیٹے اگر تو زمین کے وزن کے برابر گناہ لے کر میرے پاس آئے اور تم نے شرک نہ کیا ہو تو میں تمھارے پاس زمین کے وزن کے برابر بخشش لے کر آؤں گا۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی وہ چند اہم صفات ہیں، جن کو ذہن میں مستحضر رکھنے سے جرائم سے اجتناب کی قوت آدمی کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ قرآن میں اللہ کی بہت سی صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور حدیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آدمی کو اللہ نے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے یعنی آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے خالق کے رنگ میں رنگ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مواقع پر آں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی صفات کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرو یعنی اللہ تعالیٰ رحیم ہے تو تم بھی لوگوں پر رحم کرو اللہ تعالیٰ بھلائی پسند کرتا ہے تو تم بھی لوگوں سے بھلائی کا معاملہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نوازنے والا ہے تو تم بھی لوگوں کی ضرورتوں سے بے نیاز بن کر نہ رہو۔ اللہ تعالیٰ غیرت مند ہے تو تمھارے اندر بھی غیرت ہو۔ اللہ تعالیٰ ظلم کو پسند نہیں کرتا تو تم بھی ظلم سے نفرت کرو۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرنے والا اور ان پر پردہ ڈالنے والا ہے تو تم بھی لوگوں کی پردہ پوشی کرو اور ان سے درگزر کا معاملہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۡ (البقرۃ:۱۳۸)

---

(۱) ترمذی، کتاب الدعوات، مسند احمد (باختلاف الفاظ) ۱۷۲/۵

Marfat.com

## عقیدۂ آخرت

یہ بات اب پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ایک روز یہ کائنات تباہ و برباد ہو جائے گی۔ آسمان پھٹ جائے گا۔ ستارے جھڑ جائیں گے۔ سورج اور چاند بے نور ہو جائیں گے اور زمین اپنی تمام بہار کھو دے گی۔ غرض یہ کہ پوری کائنات زیر و زبر ہو جائے گی یہ وہ بات ہے جسے سائنس داں بھی تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس کے بعد سارے انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور ان کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا جب کہ قرآن نے اس بات کو مختلف زاویے سے ثابت کیا ہے۔ قیامت کا اصل مقصد یہی ہے کہ انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں اور ان کے اعمال کا محاسبہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَاۙ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَاۙ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَاۚ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَاۙ بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَهَاؕ یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا۬ۙ لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْؕ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗؕ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ۠ (الزلزال:۱-۸)

''جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی اور انسان کہے گا کہ یہ اس کو کیا ہو رہا ہے، اس روز وہ اپنے حالات بیان کرے گی کیوں کہ تیرے رب نے اسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس روز لوگ متفرق حالت میں پلٹیں گے تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں، پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن دوسروں پر ظلم و زیادتی کرنے والے کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اگرچہ بہ ظاہر وہ روزہ نماز کا پابند کیوں نہ ہو۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اتدرون ما المفلس قالوا المفلس فینا من لا درھم لہ ولا متاع فقال ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامۃ بصلاۃ و صیام و

Marfat.com

**زکوٰۃ و یاتی قد شتم هٰذا و قذف هٰذا واکل مال هٰذا وسفک دم هٰذا و ضرب هٰذا فیعطی هٰذا من حسناته و هٰذا من حسناته فان خفت حسناته قبل ان یقضی ما علیه اخذ من خطایاهم فطرحت علیه ثم طرح فی النار**(۱)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، ہم میں مفلس وہ ہے، جس کے پاس روپے پیسے اور مال و دولت نہ ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا دراں حالے کہ اس نے نمازیں پڑھیں ہوں گی، روزے رکھے ہوں گے اور صدقہ وخیرات کیا ہوگا، مگر اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر الزام تراشی کی ہوگی، کسی کا ناجائز طریقے سے مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ پس اس کی نیکیاں ان مظلوموں کو دے دی جائیں گی اور اگر ان کا حساب بے باق ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان مظلوموں کے گناہ ان کے سر لاد دیے جائیں گے پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''

غور کیا جائے کہ جس شخص کے عقیدے میں یہ بات شامل ہو کہ ایک دن وہ اپنے سارے اعمال کا حساب و کتاب دے گا خواہ اس کے اعمال معمولی ہی کیوں نہ ہوں پھر ایسی صورت میں کیا وہ ان جرائم کا مرتکب ہوسکتا ہے جو آج پوری دنیا میں زور و شور کے ساتھ رونما ہو رہے ہیں اور پوری انسانیت جن کی وجہ سے کرب و اضطراب میں مبتلا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا جواب یہی ہے کہ نہیں وہ ان جرائم کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔

آخرت کا عقیدہ تو بڑی بات ہے جو آدمی کے پورے وجود کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے۔ خود موت کی یاد بھی کم نہیں ہے۔ موت جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے ایک دن وہ آ کر رہے گی۔ اس تصور سے آدمی لذات دنیا بھول کر آخرت کی فکر کرنے لگتا ہے اسی لیے حدیث میں تاکید کی گئی ہے کہ تم کثرت سے موت کو یاد کیا کرو۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

**اکثروا ذکرها ذم اللذات**(۲)

''تم کثرت سے لذتوں کو توڑنے والی (موت) کو یاد کیا کرو۔''

---

(۱) مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم (۲) مسند احمد ۲/۲۹۳

Marfat.com

## جنت اور جہنم کی حقیقت

آخرت پر ایمان کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ سارے انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور اپنے اعمال کا حساب و کتاب دیں گے بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ اعمال کے مطابق ان کو جزا و سزا سے دوچار ہونا پڑے گا اور یہ جزا و سزا معمولی صورت میں نہیں ہوگی بلکہ سزا کی جو انتہائی دردناک شکل ہو سکتی ہے اسی صورت میں ہوگی۔ اسی طرح جزا بھی اپنے آخری درجہ کی ہوگی اس کو قرآن نے جنت اور جہنم کے ناموں سے یاد کیا ہے۔

قرآن و حدیث میں جنت و جہنم کی حقیقت پر کافی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، جس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت ایک انتہائی درجے کی آرام کی جگہ ہے وہاں عیش و عشرت کے سارے سامان موجود ہیں۔ وہاں جو جائے گا وہ سدا خوش رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ط فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ج وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ج وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۵ ج وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی ط وَ لَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ط (محمد:۱۵)

”پرہیز گاروں کے لیے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی ٹھہرے ہوئے پانی کی، نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسے دودھ کی، جس کے مزے میں ذرا فرق نہ آیا ہوگا۔ نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسی شراب کی جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی۔ نہریں بہہ رہی ہوں گی صاف شفاف شہد کی۔ اس میں ان کے لیے ہر طرح کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش۔“

ایک حدیث میں جنت کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

الجنة نباء ها لبنة من فضة و لبنة من ذهب وملاطها المسک الا ذخر و حصیاء ها اللؤلؤوا لیاقوت و تربتها الزعفران من یدخلها ینعم لاییاس و یخلد لایموت لا تبلی ثیابهم ولا یفنی شبابهم(۱)

---

(۱) مسند احمد ج۲/ص۳۰۵

Marfat.com

''جنت ایسی جگہ ہے، جس کی عمارتیں سونے چاندی کی اینٹوں کی بنی ہوں گی اس کا گارا مسک کا ہوگا۔ اس کی کنکریاں موتی اور یاقوت کی ہوں گی، اس کی مٹی زعفران کی ہوگی، جو اس میں داخل ہوگا ہمیشہ لطف اندوز ہوگا اور کبھی وہ ملال خاطر نہ ہوگا وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ اسے موت نہ آئے گی وہاں کپڑے پرانے ہوں گے نہ جوانی ختم ہوگی۔''

اس کے برعکس جہنم ہے جو سراسر تکلیف اور پریشانی کی جگہ ہے اس میں جو داخل ہوگا وہ ہمیشہ ذلت و مصیبت کا شکار رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ۬ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ؕ فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّ حَمِیۡمٍ ۙ وَّ ظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ ۙ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا کَرِیۡمٍ ۝ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُتۡرَفِیۡنَ ۚ ۖ وَ کَانُوۡا یُصِرُّوۡنَ عَلَی الۡحِنۡثِ الۡعَظِیۡمِ ۚ وَ کَانُوۡا یَقُوۡلُوۡنَ ۬ۙ اَئِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَ اِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ۙ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ۝ قُلۡ اِنَّ الۡاَوَّلِیۡنَ وَ الۡاٰخِرِیۡنَ ۙ لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ ۬ۙ اِلٰی مِیۡقَاتِ یَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّکُمۡ اَیُّہَا الضَّآلُّوۡنَ الۡمُکَذِّبُوۡنَ ۙ لَاٰکِلُوۡنَ مِنۡ شَجَرٍ مِّنۡ زَقُّوۡمٍ ۙ فَمَالِـُٔوۡنَ مِنۡہَا الۡبُطُوۡنَ ۚ فَشٰرِبُوۡنَ عَلَیۡہِ مِنَ الۡحَمِیۡمِ ۚ فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡہِیۡمِ ؕ ہٰذَا نُزُلُہُمۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ؕ (الواقعۃ:۴۱-۵۶)

''اور بائیں بازو والے اور بائیں بازو والوں کی بدنصیبی کا کیا پوچھنا۔ وہ لؤ کی لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی اور کالے دھوئیں کے سائے میں ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ آرام دہ۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اس انجام کو پہنچنے سے پہلے خوش حال تھے اور گناہِ عظیم پر اصرار کرتے تھے۔ کہتے تھے ''کیا جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجر رہ جائیں گے تو پھر اٹھا کھڑے کیے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے جو پہلے گزر چکے ہیں؟'' اے نبیؐ، ان لوگوں سے کہو، یقیناً اگلے اور پچھلے سب ایک دن ضرور جمع کیے جانے والے ہیں جس کا وقت مقرر کیا جا چکا ہے۔ پھر اے گمراہو اور جھٹلانے والو، تم زقوم کے درخت اور اوپر سے کھولتا ہوا پانی تونس لگے ہوئے اونٹ کی طرح پیو گے یہ ہے ان کی ضیافت کا سامان روز جزا میں۔''

ایک حدیث میں جہنم کے سب سے آسان عذاب کے بارے میں نبی کریمؐ کا ارشاد ہے:

ان اھون اھل النار عذابا یوم القیامۃ لرجل یوضع فی

Marfat.com

**اخمص قدمیه جمرة یغلی منها دماغه**[۱]

''آسان ترین عذاب قیامت کے دن اس شخص کا ہوگا جس کے قدموں کے نیچے آگ کی جوتیاں رکھ دی جائیں گی، جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔''

سوال یہ ہے کہ جنت میں کون لوگ جائیں گے اور جہنم میں کون لوگ داخل ہوں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں وہ لوگ جائیں گے جو دنیا میں جرائم اور برائیوں سے بچیں گے اور جہنم میں وہ لوگ داخل ہوں گے، جنھوں نے دنیا میں جرائم کا ارتکاب کیا ہوگا اور خدا تعالیٰ سے توبہ واستغفار نہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**وَ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا** (مریم:۸۶)

''اور ہم مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

**مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ۝ وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ ۝ وَ کُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ ۝ وَ کُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ۝** (المدثر:۴۲-۴۶)

''تمھیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی وہ کہیں گے'' ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بنانے لگتے تھے اور روز جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے۔''

جنت میں جانے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝** (یونس:۹)

''بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے ایمان کے سبب ان کا رب انھیں ان کے مقصد کو پہنچا دے گا اس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ آرام کے باغات میں ہوں گے۔''

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگ آخرت کی حقیقت اور جنت

(۱) بخاری کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار

Marfat.com

اور جہنم کی تفصیلات جانتے ہوتے تو وہ ہر وقت روتے رہتے اور ان کی زندگی سے تفریح کا مذاق جاتا رہتا۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

**عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا** (۱)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ میرے علم میں ہے اگر وہ تم بھی جانتے ہوتے تو تم روتے زیادہ اور ہنسی تمھاری کم ہو جاتی۔''

بعض روایتوں میں ہے کہ تم عورتوں سے لطف اندوز ہونا چھوڑ دیتے اور صحرا یا جنگل میں نکل پڑتے اور اللہ اللہ کرتے رہتے۔ (۲)

## ایمان کے تقاضے

عقائد آدمی کو حرکت و عمل کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ آدمی کا ہر عمل اس کے ارادے سے ظاہر ہوتا ہے اور ارادے خیالات و جذبات کو تحریک دیتے ہیں اور خیالات و جذبات عقائد کی نمایندگی کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح آدمی کے عقائد ہوں گے، اسی طرح کے خیالات ذہن میں آئیں گے اور جس طرح اس کے خیالات ہوں گے اسی طرح اس کے اعمال ظاہر ہوں گے۔ اسلام کے جو عقائد ہیں، وہ کچھ اعمال کے متقاضی ہیں، ایک مومن ان تقاضوں کو پورا کرتا ہے، اگر اس میں کمی ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس کے ایمان میں کمزوری ہے۔ مومن کا مرتبہ اعمال ہی کی بنیاد پر متعین ہوتا ہے۔ قرآن میں ایمان کے مختلف تقاضے بیان کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر:

**قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ**

---

(۱) بخاری کتاب الرقاق، باب قول لو تعلمون...

(۲) ابن ماجہ کتاب الزہد باب الحزن والبکاء

Marfat.com

یُحَافِظُوْنَ۝ (المومنون:۱-۹)

''یقیناً فلاح پائی ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں، لغویات سے دور رہتے ہیں، زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں۔ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کے ملک یمین میں ہوں کہ ان پر محفوظ رکھنے میں وہ قابل ملامت نہیں۔ البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔ اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔''

ان آیات میں نماز میں خشوع، لغویات سے اعراض، زکوٰۃ کی ادائی، جنسی خواہشوں میں اعتدال، امانتوں کی حفاظت، وعدوں کا ایفا اور پابندی نماز کا تقاضا کیا گیا ہے۔ ان کی روشنی میں غور کیا جا سکتا ہے کہ جو شخص ان کو پورا کر رہا ہے، اسے کسی جرم میں حصہ لینے یا اس کا ارتکاب کرنے کا موقع کیوں کر مل سکتا ہے۔ ایک مومن جرائم سے کس قدر دور ہوتا ہے، اس کا اندازہ ان آیات سے کیجیے، ان میں ایک مومن کی پوری تصویر کھینچ کر رکھ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۝ وَ الَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا۝ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا۝ وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۝ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا۝ یُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ یَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مَتَابًا۝ وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَ اِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۝ (الفرقان:۶۳-۷۲)

Marfat.com

''رحمان کے اصلی بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل ان کے منہ کو آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام، جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں، جو دعائیں کرتے ہیں، اے ہمارے رب جہنم کے عذاب سے ہم کو بچالے اس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے، وہ تو بڑا ہی برا مستقر اور مقام ہے، جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے۔ اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں، یہ کام جو کوئی کرے تو وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا قیامت کے روز اس کو مکرر عذاب دیا جائے گا اور اس میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔ الا یہ کہ (کوئی ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور رحیم ہے، جو شخص توبہ کر کے نیک عمل اختیار کرتا ہے، وہ اللہ کی طرف پلٹ آتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے۔ اور جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور لغو چیزوں سے وہ باوقار گزرتے چلے جاتے ہیں۔

کیا موجودہ دور میں تکبر، مقابلہ آرائی، فضول خرچی، بخل، قتل و غارت گری، زنا، جھوٹ، فریب، لغویات اور مذہب بیزاری جیسے مختلف جرائم رونما نہیں ہو رہے ہیں جب کہ ایک مومن ان سے کوسوں دور ہے۔ اس کے اندر خاکساری، نرم خوئی اللہ کی یاد میں راتیں بسر کرنا، اخراجات میں اعتدال، قتل و غارت گری سے دور، جھوٹ فریب سے اجتناب، لغویات سے نفرت اور دین سے محبت جیسی خوبیاں پائی جاتی ہیں، جن سے معاشرے میں امن و امان پیدا ہوتا ہے۔ قرآن میں اور بھی مختلف مقامات پر ایمان کے حوالے سے ایک مردِ مومن کے مختلف اعمال کا تقاضا کیا گیا ہے یا ان سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن میں متعدد مقامات پر یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے خطابیہ جملے سے مخاطب کر کے مختلف اعمال کی تعمیل کا مطالبہ کیا گیا ہے جیسے یہ آیتیں:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً وَّاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (ال عمران:۱۳۰)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہ بڑھتا چڑھتا سود کھانا چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔''

Marfat.com

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ

(النساء:۲۹)

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔''

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ○

(المائدۃ:۹۰)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے شیطان کے کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو امید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہوگی۔''

اس کے علاوہ احادیث میں بھی ایمان کے حوالے سے اس کے مختلف تقاضے بیان کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک حدیث میں کہا گیا ہے کہ ''مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں'' ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ ''جس کی دست درازیوں سے لوگوں کی جان و مال محفوظ نہ ہوں وہ مومن نہیں'' اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے ''جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو وہ ایمان والا نہیں ہوسکتا'' ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ ایمان اور حسد ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے'' ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ ''مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا'' ایک اور حدیث میں فرمایا گیا کہ ''اس کا ایمان نہیں جس کے پاس امانت محفوظ نہ ہو'' ایک دوسری حدیث میں وارد ہے ''مومن وہ ہے جو لوگوں سے میل جول رکھے اور ان کی ایذا پر صبر کرے'' ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ ''ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں جس کا اعلیٰ ترین حصہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کہنا ہے اور ادنیٰ ترین حصہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے، حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے'' ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ مومن طعنہ دینے والا لعنت کرنے والا اور فحش بکنے والا اور گالم گلوچ کرنے والا نہیں ہوسکتا[۱] غرض کہ ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ایمان انسداد جرائم کی وہ بنیاد ہے کہ جس کے بغیر اس کے انسداد کی ہر کوشش ناکام ہوگی۔ اگر دنیا جرائم سے پاک ہونا چاہتی ہے تو سب سے پہلے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا عقیدہ درست کرے اور ان حقائق پر ایمان لائے، جس پر ایمان لانے کے لیے قرآن نے مطالبہ کیا ہے۔

---

(۱) ان احادیث کے ماخذوں کے حوالے کے لیے دیکھیے معجم المفہرس لالفاظ الحدیث متعلقہ مادہ

Marfat.com

# جرائم کا ارتکاب بعض مسلمان کیوں کرتے ہیں

گزشتہ صفحات میں ایمان کے تعلق سے جو تفصیلات پیش کی گئیں ان کے بارے میں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ اگر ایمان جرائم کے انسداد کی بنیاد ہے تو پھر مسلمان جرائم کا ارتکاب کیوں کرتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ جرم کا ارتکاب چاہے کوئی شخص کرے اسلام نے کبھی بھی اس کو سراہا نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں یہ بات پوری صراحت کے ساتھ ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ اللہ کے حکم کی نافرمانی جو جرائم کی صورت ہے سراسر ایمان کے منافی ہے اور انسان کے اعمال کے مطابق ایمان میں کمی اور بیشی ہوتی ہے لہٰذا جو مسلمان کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ایمان میں اس جرم کے مطابق نقص ہے۔ چناں چہ ایک حدیث میں پوری صراحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے کہ ایمان کی حالت میں ایک مومن جرم کر ہی نہیں سکتا۔ ارشاد نبوی ہے:

**عن ابی ھریرۃ ؓ ان النبی ﷺ قال لایسرق حین یسرق وھو مومن ولا یزنی حین یزنی وھو مومن ولا یشرب الخمر حین یشربھا وھو مومن ولا یغل حین یغل وھو مومن ولا ینتھب حین ینتھب وھو مومن انه ینتزع منه الایمان فان تاب تاب اللّٰہ علیه۔**(1)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ آدمی جب چوری کر رہا ہو تو وہ مومن نہیں ہوتا، آدمی جب زنا کر رہا ہو وہ مومن نہیں ہوتا، آدمی جب شراب پی رہا ہو تو وہ مومن نہیں ہوتا، آدمی جب دھوکہ دے رہا ہو تو وہ مومن نہیں ہوتا، آدمی جب لوٹ مار کر رہا ہو تو وہ مومن نہیں ہوتا۔ بے شک ان حالات میں اس سے ایمان نکل جاتا ہے اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ اس کو معاف کر دیتا ہے (دوسری صورت میں اس کو سزا دی جائے گی)“

## (ب) اسلام کا تصوّرِ زندگی اور جرائم کا انسداد

موجودہ دور میں جرائم کے رونما ہونے کا ایک بہت بڑا سبب یہ ہے کہ انسان کے پاس

(۱) مسند احمد: ج ۲/ ۲۸۶

Marfat.com

اس کی زندگی کا کوئی واضح تصور اور کوئی پاکیزہ مقصد نہیں ہے بلکہ وہ بے سمتی اور وجودی خلفشار کا شکار ہے یہی وجہ ہے کہ مادہ پرستی اور عیش وعشرت کے سامان مہیا کرنے میں آدمی اپنی پوری زندگی صرف کر دیتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کی زندگی کا کوئی مقصد ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہے۔ مغربی تہذیب اور مادہ پرستی نے اس انداز فکر میں مزید اضافہ کیا ہے۔ آج ہر آدمی پیٹ اور شرم گاہ کی دوڑ میں سرپٹ دوڑا چلا جا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس دوڑ کی کوئی منزل نہیں ہے لہٰذا باہمی کشمکش، لوٹ، کھسوٹ، قتل وغارت گری اور جرائم اپنے عروج پر ہیں لیکن اسلام کہتا ہے کہ انسان کا وجود بے مقصد نہیں ہے بلکہ خالق نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے اس کے وجود کے مقصد کا تعین کر دیا ہے اور اس کا ایک انجام اور ایک منزل بھی بتا دی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی آزمائش کی جائے اور اس کے اعمال کے مطابق اس کو بدلہ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ (ھود:۷)

’’وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا جب کہ اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ تم کو آزما کر دیکھے، تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔‘‘

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَلَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ (الملک:۲)

’’اس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تا کہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ وہ زبردست بھی ہے اور درگزر کرنے والا بھی۔‘‘

## آزمائش کے ذرائع

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اس کی آزمائش کے لیے کی ہے اور وہ یہاں ہر وقت اور ہر حالت میں آزمائش کے مرحلہ میں ہے، خواہ وہ خوش حالی کی حالت ہو یا بدحالی کی حالت میں، مصیبت میں گھرا ہوا ہو یا لذت میں پڑا ہو۔ غرض کہ ہر وقت اور ہر حالت میں اس کی آزمائش ہے۔

Marfat.com

## دنیا کی زیب وزینت آزمائش کے لیے ہے

ایک طرف اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اس بات کا مکلف بنایا ہے کہ وہ اس کے احکام پر عمل کرے۔ دوسری طرف اس نے اس دنیا کو رنگینیوں اور دل موہ لینے والی چیزوں سے بھر دیا ہے، جن کی طرف ان کا دل کھنچا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ۝ (ال عمران:۱۴)

’’لوگوں کے لیے مرغوبات نفس عورتیں، اولادیں سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے، مویشی اور زرعی زمینیں بڑی خوش آیند بنادی گئی ہیں مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔ حقیقت میں جو بہتر ٹھکانا ہے وہ تو اللہ کے پاس ہے۔‘‘

یہ سب چیزیں انسانوں کے فائدے کے لیے بنائی گئی ہیں لیکن یہ صرف اسی لیے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے محبوب بنا کر دراصل ان کی آزمائش کرنا چاہا ہے کہ کون ان رنگینیوں، مرغوبات نفس، عورتوں اور ساز وسامان کے باوجود خدا کے احکام کی پیروی کرتا ہے اور کون چند روزہ زندگی کی رنگینیوں میں رہ کر خدا کو بھول جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۝ (الکہف:۷)

’’واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سروسامان بھی زمین پر ہے، اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ان لوگوں کو آزمائیں، ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔‘‘

### فرق درجات بھی آزمائش کے لیے ہے:

بلاشبہ یہ دنیا ساز وسامان سے بھری پڑی ہے۔ لیکن وہ سب ہر ایک کو یکساں میسر نہیں ہے بلکہ یہاں کوئی امیر ہے تو کوئی غریب ہے۔ کوئی محلوں میں رہتا ہے تو کسی کو چھت نصیب نہیں۔ کوئی پہلوان ہے تو کوئی لاغر۔ کسی کے یہاں اولاد کی کثرت ہے تو کوئی لاولد ہے۔ کوئی عالم ہے تو کوئی جاہل ہے۔ کوئی چالاک ہے تو کوئی بدھو ہے۔ غرض کہ فرق مراتب کا ایک سلسلہ ہے، جو

Marfat.com

ایک کو دوسرے سے مختلف کرتا ہے۔ یہاں پر تمام آدمی یکساں صلاحیتیں اور مقام و مرتبہ کے نہیں ہیں، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اونچ نیچ اور کمی و بیشی آخر کیوں ہے۔ سبھی ایک ہی درجے پر کیوں نہیں ہیں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس طرح دیا ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰكُمْ ط اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ صلے ق وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانعام:۱۶۵)

''وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں زیادہ بلند درجے دیے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے، اس میں تمھاری آزمائش کرے۔ بے شک تمھارا رب سزا دینے میں بہت تیز ہے اور بہت درگزر کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔''

## مصیبتیں بھی آزمائش کے لیے ہیں

یہاں نہ صرف فرق درجات ہے بلکہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگ یہاں مصیبتوں اور پریشانیوں کے شکار ہیں، قحط، بھک مری، وبائی امراض اور جنگ جیسی اجتماعی مصیبتوں کے علاوہ انفرادی طور پر بھی حادثہ، مرض، موت اور تنگ دستی پیش آتی ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ سب بھی آزمائش کی غرض سے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (البقرۃ:۱۵۵)

''اور ہم ضرور تمھیں خوف و خطر، فاقہ کشی جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمھاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں، انھیں خوش خبری دے دو۔''

اوپر بیان کردہ تصور زندگی اگر کسی کے سامنے موجود ہو تو وہ کسی جرم کا مرتکب کیوں ہو سکتا ہے؟ اگر وہ دولت مند ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس کی دولت کس لیے ہے اور اگر وہ غربت و افلاس کا شکار ہے تو بھی اسے اپنے لیے آزمائش سمجھ کر اس پر صبر کرتا ہے لہٰذا وہ نہ تو اپنی دولت سے لوگوں کا استحصال کرے گا نہ خود عیش پرستی میں جملہ حدود کو تجاوز کرے گا اور نہ اپنی غربت و افلاس

Marfat.com

اور مصیبت و پریشانی سے مایوس ہوکر خودکشی کرے گا بلکہ وہ اعلیٰ قدروں کو لازم پکڑے گا اور ان کو فروغ دے گا۔ اسلام کا یہ تصورزندگی وہ نسخہ کیمیا ہے، جس سے آج پوری دنیا کا علاج ہوسکتا ہے۔

## اسلام کا تصوّر فلاح

انسان ہوش سنبھالنے کے بعد اپنی دنیا بنانے کا عمل شروع کر دیتا ہے اور زندگی میں زیادہ سے زیادہ وسائل اکٹھا کر لینے کو وہ مستقبل کی فلاح کا ضامن تصور کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ دنیوی اسباب کے بغیر یہاں زندہ رہنا ممکن ہے اور نہ ہی کسی قسم کی ترقی یا کام یابی سے ہم کنار ہوا جاسکتا ہے۔ کام یابی کا سارا انحصار مادی وسائل اور اسباب دنیا کے حصول میں ہے۔ لہٰذا وہ اس کے لیے ہر قسم کا جتن کرتا ہے۔ ہر جائز و ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے بلکہ طرح طرح کے جرائم کا مرتکب ہوتا ہے کہ کسی طرح وہ انھیں حاصل کرلے۔

لیکن اسلام بتاتا ہے کہ انسان کی کامیابی اور اس کی فلاح مادی اسباب و وسائل پر منحصر نہیں ہے بلکہ وہ کچھ اور ہے اور وہ ہے رضائے الٰہی کا حصول اور جنت میں داخلہ یا جہنم کے عذاب سے چھٹکارا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ (ال عمران:۱۸۵)

’’آخرکار ہر شخص کو مرنا ہے۔ تم سب اپنے اپنے پورے اجر قیامت کے روز پانے والے ہو۔ کام یاب دراصل وہ ہے جو وہاں آتش دوزخ سے بچ جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے۔ رہی یہ دنیا تو یہ محض ایک ظاہر فریب چیز ہے۔‘‘

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ع (التوبۃ:۷۲)

’’ان مومن مردوں اور عورتوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انھیں ایسے باغ دے گا، جس کے

Marfat.com

نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ان سدا بہار باغوں میں ان کے لیے قیام گاہیں ہوں گی اور سب سے بڑھ کر یہ اللہ کی خوش نودی انھیں حاصل ہوگی۔یہی بڑی کام یابی ہے۔''

اسلام میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ فلاح کی یہ قسم کن شرائط سے حاصل ہوسکتی ہے۔ان شرائط میں ایمان وعمل صالح، تقویٰ، اتباع کتاب وسنت، امر بالمعروف ونہی عن المنکر خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔اس کے برعکس شرک، کفر، نفاق، آخرت کا انکار، شیطان کی اتباع، نفس پرستی، بدعملی اور بے عملی اور مجرمانہ زندگی جیسی چیزیں اس فلاح سے دور کردیتی ہیں۔

## (ج) انسدادِ جرائم میں اسلامی عبادات کا حصہ

اسلام محض چند عقیدوں کو مان لینے کا نام نہیں ہے بلکہ وہ اپنے ماننے والوں پر عملی ذمے داریاں بھی عائد کرتا ہے، ان میں کچھ تعلق باللہ کے تئیں ذمے داریاں ہیں اور کچھ عام بندوں کے تئیں۔اول الذکر کو عبادات یا حقوق اللہ کہا جاتا ہے اور آخر الذکر کو اخلاق یا حقوق العباد کہا جاتا ہے۔یہاں عبادات کے تعلق سے انسان کی زندگی پر پڑنے والے اچھے اثرات کا تذکرہ مقصود ہے۔اسلامی عبادات میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج خاص طور سے قابل ذکر ہیں، ان عبادتوں کو مختلف طریقوں سے ادا کیا جاتا ہے۔بعض عبادتیں جسمانی ہیں تو بعض مالی اور بعض مالی اور جسمانی دونوں سے مرکب ہیں۔ان عبادات کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام میں انسانی مصلحتوں کو بھی پوشیدہ رکھا ہے۔لہٰذا ان سے انسان کو صرف اخروی فوائد ہی حاصل نہیں ہوتے بلکہ ان کے فوائد دنیا میں بھی مرتب ہوتے ہیں۔ان میں برائیوں سے بچاؤ اور جرائم کا قلع قمع خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ یہاں عبادات سے حاصل ہونے والے ہر قسم کے فوائد کا تذکرہ ممکن نہیں ہے۔صرف اس پہلو پر روشنی ڈالی جاتی ہے، جس سے جرائم کا انسداد ہوتا ہے۔

### نماز

اسلامی عبادات میں نماز کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔یہی وہ عبادت ہے جو کسی بھی حالت میں کسی سے بھی ساقط نہیں ہوتی۔نماز کے مختلف اوقات ہیں اور اس کے لیے

Marfat.com

آدمی کو مختلف طریقے سے تیاری کرنی ہوتی ہے۔ مثلاً پاکی، صفائی اور وضو کا اہتمام نیز نماز مختلف دعاؤں پر مشتمل ہے، جس میں بندہ خدا کے سامنے اپنے عجز وانکسار کا اقرار کرتا ہے۔ اب جو شخص روزانہ متعدد بار اس کام کے لیے اپنے آپ کو تیار کرے اور ان اہتمامات کو ملحوظ رکھے جو اس میں مطلوب ہیں تو کیا ایسی صورت میں اسے کوئی جرم کرنے یا اس کے بارے میں سوچنے کا موقع اور وقت ہوگا؟ دوسری بات یہ کہ جو شخص دن اور رات میں متعدد بار اپنے خدا کے سامنے اپنے بندہ ہونے کا اقرار کرے وہ کیوں کر کسی بندہ پر دست درازی، ظلم، خیانت اور کسی جرم کو جائز سمجھے گا۔ پھر نماز میں آدمی جن قلبی کیفیات سے گزرتا ہے۔ مثلاً خشوع وخضوع وغیرہ، ان کی موجودگی میں اس کے دل میں وہ کیفیات کیسے پیدا ہوسکتی ہیں، جن سے مغلوب ہوکر آدمی جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط (العنکبوت:۴۵)

''یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔''

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جس کی نماز اس کو برائی اور بدی سے نہ روکے تو ایسی نماز اس کو خدا سے اور دور کر دیتی ہے۔ اس مفہوم کی اور بھی دوسری احادیث ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز فطری طور پر آدمی کو جرائم سے روکتی ہے۔[1]

## روزہ

روزہ اسلامی عبادات کا اہم رکن ہے، اس میں آدمی سحر سے افطار تک نہ صرف کھانے پینے سے رُک جاتا ہے بلکہ ہر قسم کی لغویات اور فضول عمل کو ترک کر دیتا ہے۔ روزہ تقویٰ پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ تقویٰ اس دلی کیفیت کا نام ہے، جس سے آدمی ہر وقت اپنے عمل کو حق و باطل کے ترازو میں تولتا رہتا ہے اور آدمی کا دل خوف خدا سے معمور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ o (البقرہ:۱۸۳)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے

---

(۱) تفسیر ابن کثیر آیت بالا کے ذیل میں احادیث وارده

Marfat.com

پہلے انبیاء کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے۔توقع ہے کہ اس سے تمھارے اندر تقویٰ پیدا ہوگا۔''

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ اور فریب کو نہ چھوڑے تو خدا کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔
(بخاری کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الزور)

روزہ ضبطِ نفس، خواہشات پر قابو پانے اور اپنے آپ کو اللہ کی مرضیات کے مطابق ڈھالنے کا بہترین نسخہ ہے۔موجودہ دور میں ہوس پرستی، نفسانی خواہشات اور خدا بیزاری کا سیلاب امنڈ پڑا ہے۔کیا روزے سے بہتر نسخہ اس کے انسداد کے لیے لایا جا سکتا ہے؟

## زکوٰۃ

زکوٰۃ مالی عبادات میں سے ہے، جس میں آدمی اپنی دولت میں سے ایک مقررہ حصہ ان لوگوں کو تقسیم کر دیتا ہے جو کسی وجہ سے معاشی طور پر کمزور ہیں بلاشبہ اس سے عام انسانی ہمدردی کا اظہار ہوتا ہے اور غریبوں کو مالی تعاون حاصل ہوتا ہے لیکن زکوٰۃ ادا کر کے آدمی صرف ان غریبوں پر احسان نہیں کرتا بلکہ وہ خود اپنے اوپر احسان کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيهِم بِهَا (التوبۃ:۱۰۳)

''اے نبی تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انھیں پاک کرو اور انھیں بڑھاؤ (نیکی میں)

انسان کے اندر مال و دولت کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ حرص و ہوس اور بخل جیسی اخلاقی بیماریوں کا شکار ہوتا ہے اور یہ بیماریاں بے شمار خرابیوں اور جرائم کا باعث بنتی ہیں لیکن آدمی زکوٰۃ ادا کرے تو ان بیماریوں سے بچاؤ ہو سکتا ہے۔دوسری طرف اگر معاشرے کے دولت مند طبقے صحیح اصولوں کے ساتھ زکوٰۃ ادا کریں تو غربت و افلاس کی وجہ سے رونما ہونے والے بے شمار جرائم کا انسداد ہو سکتا ہے۔یہی بات اسلام میں فریضہ زکوٰۃ سے مطلوب ہے۔

## حج

حج مالی اور جسمانی دونوں سے مرکب عبادت ہے، اس میں آدمی اپنی خطیر رقم خرچ کر کے کعبۃ اللہ کی زیارت کے لیے نکلتا ہے سفر کی صعوبتوں اور بے وطنی کی مشکلات کو جھیلتا ہے

Marfat.com

اور یہ سب کچھ وہ محض اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے، حج کسی میلے ٹھیلے میں شرکت کی طرح نہیں ہے کہ آدمی تفریح طبع کے لیے شور ہنگامہ اور ہڑبونگ مچاتے ہوئے چلا جائے اور جو چاہے کرتا پھرے بلکہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے، جس میں آدمی کو اس سلسلے میں بتائے ہوئے ایک ایک حکم کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اب جو اللہ کے احکام کا اس حد تک پابند ہو کہ وہ ایک گھاس بھی اس کے حکم کے بغیر نہ اکھاڑے تو بھلا دیگر حرمات کی پامالی وہ کیوں کر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ ط وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ط (البقرۃ:۱۹۷)

''جو شخص مقررہ مہینوں میں حج کی نیت کرے، اسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات نہ ہو، جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کے علم میں ہوگا۔''

دنیا بھر کے لوگ حج کرنے آتے ہیں اور سب ایک ہی حلیہ اور لباس میں ہوتے ہیں سب ایک ہی آواز میں ایک ہی دعا پڑھتے ہیں، جس سے انسانی ہم دردی، مساوات اور اعلیٰ قدروں کے فروغ کے جذبات دلوں میں موجزن ہوتے ہیں، ایسی صورت میں ایک حاجی حج کے بعد کیوں کر کسی انسان کے ساتھ استحصال، ظلم، قتل اور خون خرابے کو روا رکھے گا۔

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جملہ آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے، جس نے حج مکمل کر لیا تو اس کے سارے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

عن ابی هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه

(بخاری کتاب المناسک باب فضل الحج المبرور)

''حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے اللہ کی خاطر حج کیا اور اس میں کوئی برائی اور بدعملی کا مرتکب نہیں ہوا تو وہ حج سے ایسے ہی گناہوں سے پاک ہو کر لوٹ آیا گویا کہ اس کی ماں نے اس کو معصوم پیدا کیا تھا۔''

Marfat.com

## اسلامی عبادات سے متعلق ایک قابلِ غور نکتہ

اسلامی عبادات میں نماز کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ فحش کاموں اور برائیوں سے روکتی ہے، اسی طرح روزے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے، زکوٰۃ کے بارے میں بھی وارد ہے کہ اس سے تطہیر اور تزکیہ ہوتا ہے اور حج کے بارے میں بھی یہی بات وارد ہے کہ اس سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ان ساری باتوں سے معلوم ہوا کہ ان میں ہر ایک جرائم کے انسداد میں معاون ہیں۔ یہاں یہ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ نماز جن برائیوں سے روکتی ہے وہ کسی اور ذریعے سے نہیں روکی جاسکتی، اسی طرح روزہ سے جو تقویٰ پیدا ہوتا ہے وہ کسی اور طرح سے پیدا نہیں ہوسکتا اور زکوٰۃ سے جو تطہیر اور تزکیہ ہوتا ہے وہ کسی دوسرے ذریعے سے نہیں ہوسکتا اور حج جس طرح گناہوں کو معاف کر دیتا ہے کوئی اور عبادت اس طرح گناہوں کو معاف نہیں کرسکتی یا اس کے وہ اثرات مرتب نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا ان میں سے ہر عبادت اپنی جگہ اہم ہے اور جرائم کے انسداد کے لیے ان ساری عبادات کی ادائی ضروری ہے۔ کسی ایک کو یا بعض کو اختیار کر کے وہ مقصد حاصل نہیں کیا جاسکتا جو ان سب سے ایک ساتھ حاصل ہوتا ہے۔

## (د) اسلام کی اخلاقی تعلیمات

اوپر اسلامی عقائد اور عبادات کے حوالے سے بیان کیا گیا کہ ان سے کس طرح جرائم کا انسداد ہوتا ہے۔ اسلام نے براہِ راست کچھ اخلاقی تعلیمات دی ہیں، ان پر عمل کر کے آدمی نہ صرف اعلیٰ اخلاقی مرتبے پر فائز ہوتا ہے بلکہ ان سے جرائم کا قلع قمع بھی ہوتا ہے اور جس معاشرے میں ان اعلیٰ قدروں کے حامل افراد ہوں وہ پرامن اور جرائم سے مامون معاشرہ ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں اخلاقی قدروں کا جس طرح بحران ہے، اس سے بھی اسلامی اور اخلاقی تعلیمات کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔

## اسلام میں اخلاق کی اہمیت

اسلام میں اخلاق کی جو اہمیت ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آں حضور ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد اخلاق کی تکمیل بتایا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

Marfat.com

انما بعثت لاتمم صالح الاخلاق (مسند احمد: ج ۲/ص ۳۸۱)

''بے شک میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں''

ایک بار حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کیا تھے تو انھوں نے فرمایا کہ آپ کے اخلاق قرآن تھے۔ قرآن نے بھی اس کی گواہی دی ہے کہ آپؐ اخلاق کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ○ (القلم:۴)

''اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔''

اسلام میں اخلاق اور تقویٰ وہ معیار ہے، جس کی بنیاد پر آدمی ایک دوسرے سے ممتاز قرار دیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ ط (الحجرات:۱۳)

''درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے درمیان سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔''

عہد نبویؐ کی دو عورتوں کے بارے میں واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے ایک نماز روزہ کا اہتمام کرتی تھی لیکن اپنی زبان درازیوں سے پڑوسیوں کو ایذائیں بھی پہنچاتی تھی، آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کے اندر کوئی نیکی نہیں ہے جب کہ دوسری خاتون نماز روزے کا بہت زیادہ اہتمام نہیں کرتی تھی لیکن کسی کو کوئی تکلیف بھی اپنی ذات سے نہیں پہنچنے دیتی تھی، اس کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ جنتی ہے (ادب المفرد لامام بخاری باب من لایوذی جارہٗ) اس طرح کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں عبادات اور دوسرے احکام کی جو اہمیت ہے اس سے کم اخلاق کی اہمیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ارۡکَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ
وَافۡعَلُوا الۡخَیۡرَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ○ (الحج:۷۷)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو رکوع کرو سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت بجالاؤ اور بھلائی کے کام کرو تو توقع ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔''

Marfat.com

# اخلاق کی قسمیں

اخلاق کی دو قسمیں ہیں ایک اچھے اخلاق دوسرے بری عادتیں۔ اسلام میں جہاں اچھے اخلاق کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، وہیں بری عادتوں سے اجتناب کی تاکید کی گئی ہے اور ان کی وعیدوں سے ڈرایا گیا ہے، اچھے اخلاق سے جس طرح آدمی پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں، بری عادتوں سے وہ اسی طرح برے اثرات کا شکار ہوتا ہے۔ اختصار کی غرض سے ذیل میں ان کی صرف ایک اجمالی فہرست دی جارہی ہے، جس سے اندازہ ہوگا کہ اسلام میں اخلاقیات کا کس طرح احاطہ کیا گیا ہے اور ان کے سانچے میں ڈھل جانے کے بعد آدمی کی شخصیت کیا ہوتی ہے یا ہوسکتی ہے اور وہ کس طرح جرائم سے دور ہوتا ہے۔

## اچھے اخلاق

### صدق

صدق کے معنی سچائی کے ہیں، سچائی سے مراد زبان، دل اور عمل تینوں قسم کی سچائی ہے، سچائی نیکیوں کی جڑ اور برائیوں کا دشمن ہے۔ اس کے برعکس جھوٹ برائیوں کی جڑ اور نیکیوں کا دشمن ہے۔ سچائی سے راست بازی، راست گوئی، ایمان داری اور دلیری پیدا ہوتی ہے جب کہ جھوٹ سے ریاکاری، نفاق، دوُرخا پن اور بے اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص آں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھ میں چار برائیاں پائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ میں بدکار ہوں، دوسری یہ کہ میں چوری کرتا ہوں، تیسری یہ کہ شراب پیتا ہوں اور چوتھی یہ کہ جھوٹ بولتا ہوں۔ ان میں سے جس ایک برائی کو فرمایئے آپ کی خاطر اسے چھوڑ دوں۔ ارشاد ہوا جھوٹ نہ بولا کرو۔ چناں چہ اس نے عہد کیا۔ اب جب رات ہوئی تو شراب پینے کی اس کی خواہش ہوئی اور پھر بدکاری کا ارادہ کیا تو اس کو خیال آیا کہ صبح کو جب آں حضور ﷺ دریافت فرمائیں گے کہ رات کو تم نے شراب پی اور بدکاری کی؟ تو کیا جواب دوں گا اگر ہاں کروں گا تو شراب اور زنا کی سزا دی جائے گی۔ اگر نہیں کی تو عہد کے خلاف ہوگا۔ یہ سوچ کر ان دونوں سے باز رہا اس طرح اس کے دل میں چوری کا خیال پیدا ہوا تو پھر اسی خیال

Marfat.com

نے اس سے باز رکھا کہ صبح اس کی جواب دہی کرنا ہوگا سچ بولنے کی صورت میں ہاتھ کٹے گا اور جھوٹ بولنے کی شکل میں بدعہدی ہوگی۔ اس خیال کے آتے ہی اس جرم سے وہ رُک گیا۔ صبح وہ دوڑ کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہؐ جھوٹ نہ بولنے سے میری چاروں برائیاں مجھ سے ختم ہوگئیں ہیں۔ یہ سن کر آپؐ خوش ہوئے۔(۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ○

(التوبہ:۱۱۹)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو۔''

## سخاوت

سخاوت کے معنی عطا اور نوازش کے ہیں اپنی مرضی سے اپنی کسی چیز کو دوسرے کے حوالے کرنا سخاوت کہلاتا ہے۔ اس میں صرف مال و دولت اور روپے پیسے شامل نہیں ہیں بلکہ اپنا حق کسی کو معاف کرنا، اپنے اوقات دوسروں کے لیے لگانا، اپنی ذہنی صلاحیت سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر دوسرے کی جان کو بچانا بھی سخاوت میں شامل ہے۔

سخاوت یا فیاضی اکثر اخلاقی کاموں کی بنیاد ہے اس کے برعکس تنگ دِلی اور بخل تمام تر خرابیوں کی ماں ہے۔ اسی لیے اسلام میں سخاوت کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسلامی عبادات میں زکوٰۃ کا نظام اسی صفت کے فروغ دینے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ
یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خُلَّۃٌ (البقرۃ:۲۵۴)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جو کچھ کہ ہم نے تمھیں رزق دے رکھا ہے اس میں سے اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرو کہ جس دن نہ بیع ہوگی اور نہ دوستی جمائی جاسکے گی۔''

## عفت و پاک بازی

انسان کے اندر شہوت اور جنسی خواہش اپنی تمام تر بلاخیزیوں کے ساتھ موجود ہوتی ہے۔ اسی قوت اور خواہش کو قابو میں رکھنے کا نام عفت اور پاک بازی ہے۔ جنسی خواہش اور شہوت

(۱) سیرت النبیؐ: سید سلیمان ندویؒ جلد ۶ متعلقہ بحث

Marfat.com

حیوانیہ کو بے لگام چھوڑ دیا جائے تو انسان بے شمار جرائم میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کو کنٹرول کرنے سے اس کی زندگی پاکیزگی اور سعادت سے بہرہ ور ہوتی ہے اسلام چوں کہ انسان کی سعادت چاہتا ہے لہٰذا اس نے اس کے لیے حدود متعین کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (الانعام:۱۵۱)

اور تم فحش (جنسی برائیوں) کے قریب بھی نہ جاؤ چاہے وہ چھپے ہوئے ہوں یا ظاہر ہوں۔''

فحش کی ایک صورت تو کھلی ہوئی بدکاری ہے جس سے اسلام نے پوری صراحت کے ساتھ منع کیا ہے اس کے ساتھ ہی بعض برائیاں اس سے کم تر درجے کی ہوتی ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں وہ بھی ممنوع ہیں، چناں چہ عفت و پاک بازی کے معنی صرف شرم گاہ کو بدکاری سے بچانا نہیں ہے بلکہ نگاہوں، ہاتھوں، کانوں، پاؤں حتی کہ قلب و ذہن کو بھی اس سے بچانا مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ (النور:۳۰)

''(اے نبی) کہہ دو مومنوں سے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔''

## شرم وحیا

انسان کے اندر کی ایک ایسی صفت ہے جو اس کو فحش اور بری چیزوں سے بچاتی ہے اگر اس کے اندر سے یہ صفت ختم ہو جائے یا کم ہو جائے تو انسان کسی بھی برائی کے کرنے سے جھجکتا تک نہیں ہے۔ اسی لیے حدیث میں کہا گیا ہے کہ اذا لم تستحی فاصنع ماشئت[۱] یعنی شرم و حیا نہ ہو تو جو چاہے کرو کوئی چیز تمھیں فحش و برائی سے نہیں روک سکتی، جس شخص کو کسی برے کام کرنے میں کوئی باک نہیں ہوتا اس کا نام آزادی اور دلیری نہیں ہے بلکہ بے حیائی اور بے شرمی ہے، جس سے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ حتی کہ شریعت میں بے حیائی سے بچنے کی تلقین اس وقت کی گئی ہے جب آدمی تنہائی میں ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آں حضور ﷺ سے کسی صحابی نے دریافت کیا کہ کیا آدمی تنہائی میں عریاں ہوسکتا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے شرم وحیا کی جائے۔[۲]

---

(۱) مسند احمد ۱۲۱/۴ (۲) بخاری کتاب الغسل باب من اغتسل عریاناً

Marfat.com

## خودداری

غرور و تکبر جس طرح سرچشمہ جرائم ہے اسی طرح عزت نفس اور خودداری سے دستبردار ہو جانا بھی برائیوں کو جنم دیتا ہے۔ عزت نفس سے مراد اپنی حیثیت عرفی کی حفاظت کرنا ہے اس کی ضرورت انسان کو ہر لحہ پیش آتی ہے، جس شخص کے اندر عزت نفس اور خودداری نہ ہو تو وہ لوگوں کی نگاہ میں حقیر اور ناقابلِ اعتبار ہو کر رہ جاتا ہے، جس کا براہِ راست اثر معاشرتی زندگی پر پڑتا ہے۔ لوگوں کی نگاہ میں آدمی کی عزت نہ ہو تو وہ حق بات کا اظہار نہیں کر سکتا۔ جب کہ اس کا موقع بار بار آتا ہے کہ آدمی حق کا برسرعام اظہار کرے۔ دوسری صورت میں سماج پر برائیوں کا غلبہ ہو جائے گا۔

دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا اپنی عزت کو دوسروں کے حوالے کرنا ہے اسی لیے اس سے اسلام نے سختی سے منع کیا ہے ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ بھیک مانگنے والا قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا۔[۳] فقر و فاقہ کی حالت میں عام آدمیوں سے اعانت کی درخواست کرتے پھرنا بھی خودداری کے خلاف ہے۔ اسلام نے اس سے بھی منع کیا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے جو شخص محتاج ہو کر اپنی ضرورتوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرتا پھرتا ہے اس کی احتیاج دور نہیں ہوتی بلکہ اس کی ضرورتیں اور بھی دراز ہو جاتی ہیں۔

عام معمولات میں ایک دوسرے سے اعانت طلب کرنا لوگ برا نہیں جانتے لیکن کمال خودداری یہ ہے کہ اس قسم کی باتوں میں احتیاط کرنی چاہیے۔ بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ تم کسی سے کچھ سوالات نہ کرو حتی کہ تمھارا کوڑا بھی زمین پر گر جائے تو دوسروں سے نہ کہو کہ بھائی ذرا اٹھا دے۔[۱] خودداری کا اعلیٰ درجہ وہی ہے، جس کی طرف قرآن میں اشارہ کیا گیا ہے کہ شدید ضرورت و احتیاط کے باوجود اس کا اظہار نہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۡ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ:۲۷۳)

”خاص طور پر مدد کے مستحق وہ تنگ دست لوگ ہیں جو اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے

---

(۱) بخاری کتاب الزکوٰۃ باب من سأل الناس تکثرا

Marfat.com

ہیں کہ اپنی ذاتی کسب معاش کے لیے زمین میں کوئی دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے ان کی خودداری دیکھ کر ناواقف آدمی گمان کرتا ہے کہ یہ خوش حال ہیں تم ان کے چیزوں سے ان کی اندرونی حالت پہچان سکتے ہو مگر وہ ایسے لوگ نہیں ہیں کہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کچھ مانگیں ان کی اعانت میں جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ اللہ سے پوشیدہ نہیں رہے گا۔"

## امانت و دیانت

آپس کے معاملات اور لین دین میں جو صفت مرکزی کردار ادا کرتی ہے وہ امانت و دیانت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جس کا جس کسی پر جتنا حق بنتا ہو اس کو پوری دیانت کے ساتھ ادا کر دے اس کا دائرہ روپے پیسے، مال و جائداد جیسی اشیاء تک محدود نہیں ہے بلکہ قانون اور اخلاقی رویوں تک یہ وسیع ہے۔ اگر کسی کی کوئی چیز آپ کے پاس رکھی ہے تو واپسی کے وقت وہی چیز دینا اگر کسی کا کوئی حق آپ پر باقی ہے تو اس کا ادا کرنا بھی امانت ہے۔ کسی کا کوئی بھید آپ کو معلوم ہے تو اس کو چھپانا بھی امانت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی منصب وغیرہ پر فائز ہے تو اس کے مطابق اس کی ذمے داریوں کو ادا کرنا بھی امانت میں شامل ہے۔ غرض کہ امانت و دیانت وہ کنجی ہے جو بھلائیوں کے دروازے کو کھولتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ (النساء:۵۸)

"بے شک اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم لوگوں کو ان کی امانتیں واپس دے دو۔"

## عہد کی پابندی

عہد کی پابندی سے مراد کیا گیا وعدہ، قول و قرار کو پورا کرنا ہے جس میں تمام اخلاقی، معاشرتی، مذہبی اور قانونی عہد شامل ہیں۔ مومن اپنے وعدے کا پکا ہوتا ہے۔ اس کی شان یہ نہیں ہے کہ منہ سے جو کہے وہ اس کو پورا نہ کرے اور کسی سے جو قول و قرار کرے اس پر وہ قائم نہ رہے۔ اسی لیے بار بار قرآن میں عہد کے پورا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ (النحل:۹۱)

"اور اللہ کا نام لے کر جب تم آپس میں ایک دوسرے سے قرار کرو تو اس کو پورا کرو اور قسموں کو پکا کر کے توڑا نہ کرو اور اللہ کو تم نے اپنے اوپر ضامن ٹھہرایا ہے۔"

Marfat.com

حدیث میں وارد ہے:

**لا ایمانَ لمن لّا امانةَ له ولا دینَ لمن لا عهد له**(1)

''جس کے پاس امانت محفوظ نہ ہو اس کے پاس ایمان نہیں اور جو اپنے عہد کی حفاظت نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں۔''

## عدل وانصاف

عدل وانصاف کسی چیز کو دو برابر حصوں میں بانٹنے کو کہتے ہیں۔ قانون کی زبان میں حق کے مطابق فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں اور معاشرتی زندگی میں کسی کو اس کا حق دینا عدل و انصاف کہلاتا ہے۔ یہ ایک اجتماعی ضرورت ہونے کے ساتھ فرد کی اہم صفت بھی ہے۔ اسی لیے قرآن میں اس کا بار بار تقاضا کیا گیا ہے کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عدل وانصاف قائم کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ** (النحل:۹۰)

''اللہ تعالیٰ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔''

## اعتدال ومیانہ روی

عدل وانصاف کا تعلق دوسروں کے معاملات سے ہے جب کہ اعتدال ومیانہ روی کا تعلق سراسر آدمی کا اپنی ذات سے ہے۔ اس کی خود کی زندگی افراط وتفریط سے بھری ہوئی ہو تو اس سے کسی خیر کی امید نہیں کی جاسکتی۔ جب کہ اس کے مقابلے میں اگر وہ ہر معاملے میں اعتدال و میانہ روی سے کام لے تو اس سے خیر ہی خیر ظاہر ہوگا۔ اعتدال ومیانہ روی کا تعلق آدمی کی اپنی زندگی سے بھی ہے اور معاشرتی زندگی سے بھی ہے۔ کھانے پینے سے بھی ہے اور سونے جاگنے سے بھی۔ لین دین سے بھی ہے اور عادات واطوار سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ○** (بنی اسرائیل:۲۹)

''نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ رکھو (کہ کچھ خرچ ہی نہ کرو) اور نہ اسے بالکل ہی کھلا

(۱) مسند احمد: ج۲، ص۱۵۴

Marfat.com

چھوڑ دو (کہ یکبارگی سب خرچ کر ڈالو) نتیجتاً ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ط اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝ (لقمٰن:۱۹)

''اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز ذرا پست رکھ سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔''

## شجاعت و بہادری

شجاعت و بہادری سے مراد اپنے اوپر ہونے والے حملوں، ظلم و استبداد کا مقابلہ کرنا ہے۔ آدمی اپنے آپ کو دوسرے کے حوالے کر دے تو چند دنوں میں وہ اس کو نیست و نابود کر دیں گے۔ اس طرح ظلم و استبداد کا مقابلہ نہ کرنا اپنے آپ کو ذلت و رسوائی کے گڑھے میں ڈالنا ہے، جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔ اس کے نزدیک طاقت و قوت کوئی بری چیز نہیں ہے۔ بلکہ حدیث میں کہا گیا ہے کہ طاقت ور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے۔ قرآن میں بھی مختلف انداز سے شجاعت و بہادری کی تلقین کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا (الانفال:۴۵)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم کسی دستہ سے مقابلہ کرو تو ثابت قدم رہو۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ (الانفال:۱۵)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم کافروں سے میدان جنگ میں مقابل ہو تو پیٹھ پھر کر مت بھاگو۔''

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔(۱)

(۱) ترمذی، فتن ۵/۶۶

Marfat.com

## استقامت

شجاعت و بہادری کا ایک مظہر استقامت ہے اس کے معنی حق بات پر قائم رہنے کے ہیں چاہے مشکلات پیش آئیں چاہے مخالفتیں ہوں چاہے ستایا جائے غرض کہ ہر خطرے کو برداشت کرنا اور حق سے منہ نہ پھیرنا استقامت کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (الاحقاف:۱۳)

''بے شک جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر جمے رہے تو نہ ڈر ہے ان کو اور نہ وہ غم کھائیں گے۔''

## حق گوئی

شجاعت و بہادری کا دوسرا مظہر حق گوئی ہے اس سے مراد حق و باطل کی کشمکش میں آدمی مصلحت کوشی سے کام نہ لے اور جو حق بات ہے اس کا برملا اظہار کرے چاہے باطل جتنا طاقتور ہو حدیث میں وارد ہے کہ افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا اظہار ہے، قرآن میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو حق بات کے اظہار میں ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پروانہیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (الحجر:۹۴)

''پس تم کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھول کر سنا دو اور مشرکین کی مطلق پروانہ کرو۔''

## بے نیازی

بے نیازی بھی اسلامی اخلاقیات کا ایک اہم حصہ ہے اس سے مراد اللہ کے سوا آدمی کسی سے کوئی امید نہ رکھے کیوں کہ حقیقی دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے دوسری بات یہ کہ جو کچھ ملا ہوا ہے اس پر قناعت کرے اور حرص و طمع میں مبتلا نہ ہو کیوں کہ یہ ایسی بیماری ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ مال و دولت کی ریل پیل ہو پھر بھی لالچی آدمی کا جی نہیں بھرتا ہے اور ہر غلط صحیح طریقے سے اس میں اضافہ کرنے کے لیے فکر مند رہتا ہے۔ جب کہ ایک قناعت کرنے والا شخص تھوڑے مال پر بھی مطمئن رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

وَلاَ تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط
(النساء:۳۲)

''اور جس چیز میں اللہ نے ایک کو دوسرے پر بڑائی دی ہے اس کی ہوس مت کرو۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلاَ تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (طٰہٰ:۱۳۱)

''اور اپنی آنکھیں نہ پسار اس کی طرف جو ہم نے ان میں سے طرح طرح کے لوگوں کو سامان دیا ہے۔''

ایک حدیث میں وارد ہے:

ليسَ الغنى عن كثرةِ العروض ولكنَّ الغنى غِنَى النَّفس[1]

''دولت مندی مال و اسباب کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ اصل دولت مندی دل کی بے نیازی ہے۔''

بے نیازی کے معنی غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں سے بے نیاز ہونا نہیں ہے جیسا کہ آج کل ایک عام روش بن گئی ہے۔ بلکہ اس کا معنی صرف اتنا ہے کہ ہر کس و ناکس کے سامنے اپنی ضرورت نہ بیان کی جائے۔

## رحم

اسلامی اخلاقی تعلیمات میں رحم کی خصوصی اہمیت بیان کی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وہ جذبہ ہے، جس کی بنیاد پر آدمی ظلم، سنگ دلی اور شقاوت کا مقابلہ کرتا ہے، جس دل میں جذبہ رحم نہ ہوگا اسی میں لازمی طور پر یہ صفات ہوں گی اور جس دل میں یہ صفات ہوں پھر اس سے کسی قسم کی انسانیت اور شرافت کی توقع نہیں کی جاسکتی جب کہ زندگی میں قدم قدم پر اس کا موقع آتا ہے کہ آدمی جذبہ رحم سے کام لے۔ قرآن میں اس لیے اس کی تلقین کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۲۹)

''اور جو لوگ محمدؐ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر زور آور ہیں۔ آپس میں رحم دل ہیں۔''

ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے:

---

(۱) بخاری کتاب الرقاق، باب الغنیٰ غنی النفس

Marfat.com

لا یرحم اللّٰہ من لا یرحم الناس(۱)

''اللہ اس پر رحم نہیں کرے گا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا ہے۔''

## عفوودرگزر

صفت رحم ہی کا ایک مظہر عفوو درگزر ہے، رحم عام ہے اور عفو خاص، اس سے مراد کسی غلطی کو معاف کرنا ہے۔ دنیا میں کون ایسا انسان نہیں ہے، جس سے کوئی غلطی سرزد نہ ہوتی ہو، آدمی اگر غلطیوں کو پکڑ کر بیٹھا رہے تو اس سے بہت سی معاشرتی خرابیاں رونما ہوتی ہیں اس کے برعکس اگر عفوودرگزر سے کام لیا جائے تو معاشرے میں خوش گواریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسلام یہی چاہتا ہے کہ لوگ امن چین سے زندگی گزاریں اسی لیے اس نے مختلف پہلو سے تلقین کی ہے کہ عفو ودرگزر سے کام لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْاط اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥ (النور:۲۲)

''اور چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا تم کو معاف کرے اور اللہ معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔''

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ٥ (الاعراف:۱۹۹)

''درگزر کا شیوہ اختیار کرو اور معروف کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کش رہو۔''

ایک حدیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے آں حضور ﷺ سے آکر پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ میں اپنے خادم کا قصور کتنا معاف کروں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر دن ستر دفعہ (۱) خادم کا قصور معاف کیا جاسکتا ہے لیکن کیا دشمن کو بھی معاف کردیا جائے۔ شریعت اسلامیہ کی تعلیم یہی ہے کہ دشمن پر اگر تمھیں قابو حاصل ہوجائے تو اسے معاف کردو۔ اصل بہادری یہی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو کشتی میں پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (۳)

---

(۱) بخاری کتاب التوحید باب قل ادعوا اللہ

(۲) ترمذی ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی ادب الخادم

(۳) بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب

Marfat.com

## تواضع وخاکساری

تواضع و خاکساری سے مراد یہ ہے کہ بات کرنے میں لوگوں سے بے رخی نہ برتی جائے۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلا جائے۔ چال ڈھال میں غرور کا شائبہ نہ ہو اور نہ آواز میں غرور کے مارے سختی اور کرختگی ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًاؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍۚ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِۚ (لقمٰن:۱۸،۱۹)

''اور لوگوں سے بے رخی نہ کر، اور زمین پر اترا کر نہ چل کیوں کہ اللہ کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا ہے، اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور آواز میں پستی لا، کیوں کہ بری سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔''

## خوش کلامی

اس سے مراد بات چیت میں ایک دوسرے کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھنا ہے تاکہ آپس کے تعلقات میں خوش گواری، محبت اور لگاؤ پیدا ہو اس کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں۔ سلام کرنا، شکریہ ادا کرنا، حال چال پوچھنا، دعائیں دینا، نیک مشورہ دینا، خیر کی طرف رہ نمائی کرنا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ:۸۳) اور لوگوں سے اچھی بات کہو

ایک دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِۚ (الحجرات:۱۱)

''اور تم آپس میں ایک دوسرے کو طعن دو اور نہ چڑھ کا نام لے کر پکارو، ایمان کے بعد گنہگاری برا نام ہے۔''

آں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اچھی بات صدقہ ہے[1] ایک دوسری حدیث میں ارشاد

(۱) بخاری کتاب الصلح

Marfat.com

فرمایا ''مسلمان نہ طعنہ دیتا ہے، نہ لعنت بھیجتا ہے، نہ بدزبانی کرتا ہے اور نہ فحش کلامی کرتا ہے۔''(۱)

## ایثار و قربانی

اسلامی اخلاقیات کا اعلیٰ ترین معیار یہ ہے کہ آدمی اپنی ضرورتوں کو تج کر دوسرے کی ضرورت کو پوری کرے خود بھوکا رہ جائے مگر دوسرے کو بھوکا نہ رہنے دے، خود پھٹے پرانے کپڑے استعمال کرے مگر دوسروں کی ستر پوشی کا انتظام کرے، خود تکلیف اٹھائے مگر دوسرے کو تکلیف نہ پہنچنے دے۔ غرض کہ یہ وہ صفت ہے، جس سے معاشرے کے بے شمار مسائل حل ہوتے ہیں۔ قرآن میں اسی لیے اس کی تعریف کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ (الحشر:۹)

''اور وہ اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں چاہے وہ خود ضرورت مند کیوں نہ ہوں اور صحیح بات یہ ہے کہ جو شخص نفس کی تنگی سے بچایا گیا تو (سمجھیے کہ) وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

عام طور پر آدمی برائی کا بدلہ برائی سے ہی دیتا ہے لیکن اسلام کا مزاج یہ ہے کہ وہ برائی کا بھلائی سے بدلہ دینے کی تلقین کرتا ہے اور یہ وہ چیز ہے، جس سے بے شمار خوش گواریاں پیدا ہوتی ہیں اور کدورتوں کے ماحول میں اچانک محبت و الفت کے پھول کھلنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۗ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ۝ (حٰمٓ السجدة:۳۴)

''اور اے نبیؐ نیکی اور برائی یکساں نہیں ہیں تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہتر ہو، تم دیکھو گے کہ تمھارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوتی ہے وہ جگری دوست بن گیا ہے۔''

## برے اخلاق

اچھے اخلاق کے مقابل بری عادتیں ہیں۔ یہ مختلف نوعیت کی ہو سکتی ہیں اور اس کے اثرات بھی مختلف ہوتے ہیں بعض بری عادتیں نفسیاتی ہوتی ہیں، جیسے حسد اور کینہ وغیرہ مگر اس

(۱) بخاری کتاب الادب باب طیب الکلام

Marfat.com

کے اثرات عام معاشرے پر بھی پڑتے ہیں۔ بعض بری عادتیں قولی ہوتی ہیں جیسے چغل خوری، جھوٹ، غیبت وغیرہ ان کے اثرات بھی پورے سماج پر پڑتے ہیں۔ بعض بری عادتیں عملی ہوتی ہیں جیسے چوری، ناپ تول میں کمی بیشی اور ظلم وغیرہ، بعض بری عادتوں کا تعلق محض آدمی کی اپنی ذات سے ہوتا ہے جیسے خوشامد پسندی، خود بینی وغیرہ مگر ان کے اثرات بھی دور دور تک پھیلتے ہیں۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ان کی ایک دوسرے طریقے سے تقسیم کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ''قرآن میں بری عادتوں کو تین بڑے عنوانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے فحش ہے، پھر منکر ہے اس کے بعد بغی کا ذکر آتا ہے، پہلی قسم میں جس برائی کی طرف اشارہ ہے وہ بنیادی طور پر ایک فرد کی ذات تک محدود رہتی ہے جیسے ننگے رہنا، بدکاری میں مبتلا ہونا وغیرہ۔ منکر سے پوری جماعت کی معاشرتی زندگی متاثر ہوتی ہے جیسے شوہر کا ظلم، باپ کی سنگ دلی، اولاد کی نالائقی اور بغی جماعت سے آگے بڑھ کر پورے ملک وملت کو چھا لیتی ہے جیسے چوری، قتل، ڈاکہ زنی[۱] شریعت میں ان تمام قسم کی برائیوں سے پرہیز کی نہ صرف تلقین کی گئی ہے بلکہ ان پر سخت وعید بھی سنائی گئی ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ ان برائیوں کی مذمت پر مشتمل نصوص نقل کیے جا رہے ہیں تا کہ واضح ہو جائے کہ اسلام میں اخلاقی تعلیمات کی کیا اہمیت ہے۔

## جھوٹ

جھوٹ کے معنی حقیقت واقعہ کے خلاف بات کہنے اس پر عمل کرنے یا دل میں اس کو جگہ دینے کے ہیں۔ اس کے مختلف درجے ہیں اور اس سے ہزاروں خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں اسی لیے اس کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ ایک خاتون نے ایک بچے کو آواز دی کہ آؤ میں تمہیں کچھ دوں گی حالاں کہ اس کا مقصد محض لالچ دے کر بچے کو پاس بلانا تھا۔ اس پر آں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی جھوٹ میں شامل ہے۔[۲] جھوٹ کی قرآن وحدیث میں سخت مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝

(الحج: ۳۰)

''بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔''

---

(۱) سیرت النبیؐ جلد ۶ (۲) ابوداؤد کتاب الادب، باب التشدید فی الکذب

Marfat.com

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ○ (المرسلات:۱۵)

''تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔''

## خیانت

خیانت کے معنی ہیں دوسرے کے حق کو ادا نہ کرنا، دوسرے کی چیز کو واپس نہ کرنا، دوسرے کے راز کو راز نہ رہنے دینا اپنے منصب یا عہدہ کا غلط استعمال کرنا، سرکاری خزانے میں خرد برد کرنا، سرکاری ذمے داریوں کو پوری طرح ادا نہ کرنا۔ یہ ساری باتیں خیانت کے مفہوم میں شامل ہیں۔ جن سے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَخُوۡنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ وَ تَخُوۡنُوۡۤا اَمٰنٰتِكُمۡ وَ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ○ (الانفال:۲۷)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور رسولؐ کی خیانت نہ کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں جان کر بد دیانتی کرو۔''

خیانت کی ایک قسم دغا بازی بھی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی کو زبان دے کر اطمینان دلایا جائے اور پھر موقع پا کر ان کے خلاف کیا جائے۔ قرآن میں اس کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَلَّذِيۡنَ عٰهَدْتَّ مِنۡهُمۡ ثُمَّ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَهُمۡ فِىۡ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمۡ لَا يَتَّقُوۡنَ ○ فَاِمَّا تَثۡقَفَنَّهُمۡ فِى الۡحَرۡبِ فَشَرِّدۡ بِهِمۡ مَّنۡ خَلۡفَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ ○ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنۡ قَوۡمٍ خِيَانَةً فَانۡۢبِذۡ اِلَيۡهِمۡ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡخَآئِنِيۡنَ ○ؑ (الانفال:۵۶-۵۸)

''اور وہ لوگ جن سے تو نے معاہدہ کیا پھر وہ ہر موقعے پر اس کو توڑتے ہیں اور ذرا بھی خدا سے نہیں ڈرتے پس اگر یہ لوگ تمھیں لڑائی میں مل جائیں تو ان کی ایسی خبر لو کہ ان کے بعد دوسرے جو لوگ ایسی روش اختیار کرنے والے ہوں ان کے حواس باختہ ہو جائیں۔ توقع ہے کہ بدعہدوں کے اس انجام سے وہ سبق لیں گے اور اگر کبھی تمھیں

Marfat.com

کسی قوم سے خیانت (غداری) کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو علانیہ اس کے آگے پھینک دو یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔''

## الزام تراشی

شریعت اسلامیہ میں جس طرح جرم کا ارتکاب ناپسندیدہ ہے اسی طرح کسی بے گناہ کو مجرم قرار دینا بھی گناہ ہے۔ الزام خواہ جس نوعیت کا ہو اپنی قباحت میں یکساں ہے کسی پاک دامن پر زنا کا الزام لگایا جائے یا کسی بے گناہ کو چوری سے متہم کیا جائے اپنے اثرات میں دونوں برابر ہیں اور اس سے معاشرے میں ان گنت خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ اسی لیے شریعت میں اس کی حد مقرر کی گئی ہے تاکہ لوگوں کی عزت و آبرو محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (النور:۴)

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اَسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔ یہی لوگ اصل میں فاسق ہیں۔''

## چغل خوری

الزام تراشی سے ملتی جلتی صفت چغل خوری ہے اس کے معنی ہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان جھوٹی سچی باتیں بیان کر کے ان کے درمیان نفرت و عداوت کے بیج بونا، یہ ایک اخلاقی برائی ہے مگر اس کے اثرات سماج پر مختلف پہلو سے مرتب ہوتے ہیں۔ اس سے بسا اوقات دو ملکوں کے درمیان لڑائی بھی چھڑ سکتی ہے۔ اسی لیے شریعت اسلامیہ میں اس کی ممانعت کی گئی ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی کسی کے بارے میں کوئی بات بتائے تو اس کی تحقیق کر کے اس پر یقین کیا جائے تاکہ آپس میں کسی قسم کی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ (الحجرات:۶)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق

Marfat.com

کرلو کہیں کسی قوم پرنادانی سے جانہ پڑو پھر اپنے کیے پر پچھتانے لگو۔"

احادیث میں چغل خوری کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے۔ایک حدیث میں وارد ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "سب سے برے وہ لوگ ہیں جو چغلیاں کھاتے پھرتے ہیں اور دوستوں کے تعلقات خراب کرتے ہیں۔"(۱)

## غیبت

غیبت یہ ہے کہ کسی کی برائیاں اس کی عدم موجودگی میں دوسروں سے بیان کرتے پھرنا۔ ہر شخص کے اندر کچھ نہ کچھ کمی یا خامی یا برائی ہوتی ہے مگر وہ اس کو پسند نہیں کرتا ہے کہ دوسروں کے سامنے اس کو بیان کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص ایسا کرے گا تو اس کو برا معلوم ہوگا اس طرح اس کے تعلقات خراب ہوں گے اور آپس میں نفرت وعداوت پیدا ہوگی جو طرح طرح کی خرابیوں کا باعث ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے کہ دوسروں کی برائی کی تشہیر نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝

(الحجرات:۱۲)

"اور تم میں سے ایک کو ایک پیٹھ پیچھے برا نہ کہے بھلا تم میں سے کوئی اس بات کو گوارا کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے یقیناً تم اس کو ناپسند کرو گے اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توجہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔"

## بدگمانی

دوسروں کے بارے میں حسن ظن تعلقات کی استواری کی پہلی کڑی ہے اس کے برعکس بدگمانی جگری دوستوں کو بھی دور کر دیتی ہے۔ بدگمانی سے مراد یہ ہے کہ دوسروں کے کام کو بدنیتی کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے چاہے وہ کام بہ ظاہر اچھے ہی کیوں نہ ہوں۔ اس طرح کی سوچ سے آپس میں بغض وعناد پیدا ہوتا ہے اسی لیے اسلام نے تاکید کی ہے کہ جب تک کسی کے بارے

(۱) بخاری کتاب المناقب باب ا

Marfat.com

میں کوئی غلط رائے قائم کرنے سے متعلق کوئی واضح ثبوت نہ بہم پہنچ جائے اس وقت تک اس کے ساتھ حسن ظن کا معاملہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ؗ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات:۱۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو بہت بدگمانی سے بچا کرو، بے شک بعض بدگمانی گناہ ہے۔''

## خوشامد پسندی

آدمی عام طور پر دوسروں کے بارے میں غلط رائے قائم کرتا ہے جب کہ خود اپنے بارے میں ضرورت سے زیادہ حسن ظن کا شکار ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کی برائیاں بیان کرتے پھرتا ہے لیکن چاہتا ہے کہ اس کے بارے میں لوگ اس کی خوبیوں کو اجاگر کریں۔ یہ چیز کئی اخلاقی اور سماجی خرابیوں کو جنم دیتی ہے۔ جیسے بے جا تعریف سے آدمی غرور میں مبتلا ہوتا ہے، اپنے بارے میں غلط رائے قائم کرتا ہے دوسروں سے خوشامد کرا کر جھوٹ اور نفاق کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور خوشامد کرنے والے کی ذلت ورسوائی کو اپنے نفس کی تسکین کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ قرآن میں اس لیے ممانعت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (ال عمران:۱۸۸)

''جو اپنے کارنامے پر اتراتے ہیں اور جو انھوں نے نہیں کیا ہے اس پر تعریف کیے جانے کو پسند کرتے ہیں تو ان کو نہ سمجھنا کہ وہ سزا سے بچ جائیں گے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

### غصہ

کسی بات سے جب آدمی کو ٹھیس لگتی ہے یا اس کے مفاد کو زک پہنچتی ہے تو اسے غصہ آتا ہے، غصہ کے ذریعے آدمی اپنے آپ کا دفاع کرتا ہے اور اپنی جان مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرتا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ضروری چیز ہے۔ لیکن اگر یہ اپنی حد سے تجاوز کر جائے اور

Marfat.com

آدمی اپنے آپ کو مغلوب الغضب کرلے یا وہ بے جا مواقع پر اپنے غصہ کا اظہار کرنے لگے تو اس سے معاشرے میں فتنہ وفساد حتی کہ خوں ریزی پیدا ہوتی ہے۔اسی لیے شریعت اسلامیہ میں کہا گیا ہے کہ غصہ کو حتی الامکان پی جانے کی کوشش کرنی چاہیے بلکہ ایسے شخص کی تعریف کی گئی ہے جو اپنے غصے کو قابو میں رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (ال عمران:۱۳۴)

''وہ لوگ جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں،خواہ بدحال ہوں یا خوش حال، جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔''

احادیث میں غصے کو قابو میں رکھنے کی مختلف تدابیر بھی بیان کی گئی ہیں۔مثال کے طور پر ایک حدیث میں کہا گیا ہے کہ جب تمھیں غصہ آئے تو تم وضو کرلو۔بعض احادیث میں غسل کرنے کا حکم ہے۔بعض احادیث میں کہا گیا ہے کہ بیٹھ جاؤ اگر اس سے غصہ قابو میں نہ آئے تو لیٹ جاؤ، بعض احادیث میں تعوذ (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ) پڑھنے کا حکم آیا ہے۔(۱)

## بغض وکینہ

غصے کا لازمی نتیجہ بغض وکینہ ہے جو شخص اپنے غصے کو فوری طور پر نہ اتار سکے وہ اپنے دل میں بغض وکینہ کی پرورش کرنے لگتا ہے اور موقعے موقعے سے اس کا اظہار کرتا ہے حد سے بڑھا ہوا غصہ خون خرابے کا باعث ہوتا ہے تو بغض وکینہ مستقل عداوت ودشمنی کا ذریعہ ہے۔ظاہر ہے کہ یہ چیز معاشرے کے لیے ایک ناسور ہے۔اسلام نے اسی لیے اس کی مذمت کی ہے اور اس سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ارشاد ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

(الحشر:۱۰)

''اے ہمارے پروردگار ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے آگے ایمان میں سبقت

---

(۱) کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر للعلامہ ابن حجر الہیثمی، ص ۴۴

Marfat.com

لے گئے معاف کر اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کینہ مت رکھ۔ اے ہمارے رب تو نرمی والا مہربان ہے۔"

ایک حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تین لوگوں کی بخشش نہ ہوگی ان میں سے ایک کینہ پرور ہے۔"(۱)

ایک حدیث میں بڑی صراحت کے ساتھ بدگمانی، حسد، ایک دوسرے کی ٹوہ میں رہنے، آپس میں بغض و کینہ رکھنے اور ایک دوسرے کے خلاف سازشیں رچنے سے اس طرح منع کیا گیا ہے۔

**عن ابی ہریرةؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیثِ لا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تنافسوا ولا تناجشوا ولا تدابروا ولا تباغضوا وکونوا عباد اللّٰہ اخوانا**(۲)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول کریمؐ نے فرمایا بدگمانی سے بچو کیوں کہ یہ بدترین جھوٹ ہے، دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو۔ دوسرے کی ریس نہ کرو، دلالی نہ کرو، سازشیں نہ رچو اور ایک دوسرے کے خلاف بغض و کینہ نہ رکھو اور اللہ کا بندہ بن کر بھائی بھائی کی حیثیت سے رہو۔"

غصہ اور بغض و کینہ کے ساتھ آدمی کو تھوڑی طاقت بھی حاصل ہو تو وہ ظلم کا رویہ اختیار کرنے لگتا ہے۔ قرآن میں ظلم کے مختلف معنی بیان کیے گئے ہیں لیکن انسانوں کے تعلق سے ظلم یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق پر دست درازی کی جائے۔ حقوق کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس طرح دست درازی کی بھی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ جان و مال اور عزت و آبرو پر براہِ راست حملہ بھی ظلم ہے اور کسی کے خلاف سازشیں کر کے ان چیزوں کو خطرے میں ڈالنا بھی ظلم ہے۔ شریعت اسلامیہ میں ظلم کی ہر صورت حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ** (الاعراف:۳۳)

---

(۱) ادب المفرد باب

(۲) مسند احمد: ج ۲، ص ۲۸۷

Marfat.com

''کہہ دے کہ میرے رب نے بے حیائی کے کاموں کو جو کھلے ہوں یا چھپے اور گناہ اور حق کے بغیر سرکشی کو حرام ٹھہرایا ہے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (المائدۃ:۲)

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔''

ظلم کرتے وقت عام طور پر ظالم یہ سوچتا ہے کہ مظلوم کمزور ہے اس لیے وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور اس طرح وہ مزید شدت کے ساتھ ظلم جاری رکھتا ہے مگر ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن ظالم اور مظلوم کا پورا پورا حساب ہوگا۔ رسولِ کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

عن ابی ہریرۃ ؓ ان رسول اللہ ﷺ قال لتودن الحقوق الی اھلھا یوم القیامۃ حتی یقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء[1]

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول کریمؐ نے فرمایا کہ تم ضرور بالضرور قیامت کے دن لوگوں کے متعلقہ حقوق ادا کر کے رہو گے۔ یہاں تک کہ کسی سینگ والی بکری نے بغیر سینگ والی بکری کو سینگ مارا ہوگا تو اس کو اس کا بدلہ دلایا جائے گا۔''

## تکبر

انسان کو جب کوئی ایسی چیز حاصل ہو جاتی ہے جو اس کے ہم عصر لوگوں کو نہیں حاصل ہوتی تو وہ دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے۔ اسی کو تکبر کہتے ہیں، جس سے بے شمار جرائم رونما ہوتے ہیں بلکہ یہ جرائم کی وہ جڑ ہے جس سے تنیں اور شاخیں پھوٹتی ہیں۔ آدمی جب کبر میں مبتلا ہو جائے تو وہ شیطان کا دوست بن جاتا ہے اور وہ جو کچھ بھی کرے کم ہے، کبر ہی کی وجہ سے انسان خدا کا انکار اور اس کی نافرمانی کرتا ہے جیسا کہ شیطان نے کیا تھا، کبر ہی کی وجہ سے وہ دوسروں سے حسد کرتا ہے کیوں کہ وہ اپنے سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھنا چاہتا، کبر ہی کی وجہ سے وہ

---

(۱) مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم الظلم

Marfat.com

دوسروں پر ظلم کرتا ہے کیوں کہ اس سے اس کے نفس کو تسکین حاصل ہوتی ہے۔ غرض کہ کبر یا تکبر وہ برائی ہے، جو ہزار برائیوں کو جنم دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِيٓ ءَايَٰتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَٰنٍ أَتَىٰهُمْ ۙ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَٰلِغِيهِ ۚ فَٱسْتَعِذْ بِٱللَّهِ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ۝ (المؤمن:٥٦)

''جو لوگ کسی سند اور حجت کے بغیر جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیات میں جھگڑ رہے ہیں ان کے دلوں میں کبر بھرا ہوا ہے۔ مگر وہ اس بڑائی کو پہنچنے والے نہیں ہیں، جس کا وہ گھمنڈ رکھتے ہیں۔ بس اللہ کی پناہ لو وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔''

اچھا کھانا اور اچھا پہننا کبر نہیں ہے بلکہ حق بات کو قبول نہ کرنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا اصل میں کبر ہے۔(۱) حدیث میں وارد ہے کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔(۲)

## حسد

کبر کا لازمی نتیجہ حسد ہے۔ کبر یہ ہے کہ جب آدمی کو کوئی خصوصی چیز مثلاً مال و دولت، عزت و شہرت یا منصب وغیرہ حاصل ہو جائے تو وہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتا ہے مگر حسد یہ ہے کہ اس کو یہ چیزیں حاصل نہیں ہوتیں بلکہ کسی دوسرے کو حاصل ہوتی ہیں مگر وہ اپنے آپ کو ان چیزوں کا زیادہ مستحق سمجھتا ہے لہٰذا اس کی خواہش ہوتی ہے کہ دوسروں سے یہ چیزیں چھن جائیں تاکہ دوسرے ان کے برابر ہو جائیں۔ حسد کے اور بھی دوسرے اسباب ہیں مگر اس کا بنیادی سبب کبر ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَآ ءَاتَىٰهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ ۖ (النساء:٥٤)

''کیا وہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس چیز پر جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔''

حدیث میں حسد کا علاج یہ بتایا گیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

---

(۱) ابوداؤد، کتاب اللباس باب ماجاء فی الکبر
(۲) ابوداؤد، کتاب اللباس باب ماجاء فی الکبر

Marfat.com

**اذا نظر احدکم الی من فضل علیه فی المال والخلق فلینظر الی من هو اسفل منه** (۱)

''جب تم میں سے کوئی دوسرے کو مال واولاد میں اپنے سے بڑھا ہوا دیکھے تو وہ ایسے لوگوں کو بھی ذہن میں لائے جو اس سے کمتر ہوں۔''

## نمود ونمائش

نمود ونمائش بھی کبر کا ایک مظہر ہے۔ کیوں کہ اس کا بنیادی مقصد اپنی اچھائی اور بڑائی کا اظہار کر کے لوگوں میں اپنے بارے میں حسن ظن پیدا کرنا ہوتا ہے تا کہ لوگ اسے بڑا سمجھیں۔ کبر بھی اسی جذبہ کے تحت پیدا ہوتا ہے۔ نمود ونمائش دنیاوی معاملات میں بھی ہو سکتی ہے اور دینی معاملات میں بھی۔ لیکن دینی امور میں اس کی شفاعت دوگنی ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ جو کام خدا کے لیے ہونا چاہیے وہ بندوں کے لیے ہوتا ہے، دنیاوی امور میں نمود ونمائش سے معاشرے میں مسابقت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور ان سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے اسلام میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ
(الانفال:۴۷)

''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو شیخی اور دکھاوا کے طور پر اپنے گھروں سے (جنگ کے لیے) نکل کھڑے ہوتے ہیں۔''

ریا یا دکھاوا شرک کے مترادف ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے تعلق سے شرک سے ڈرتا ہوں لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ وہ چاند، سورج اور بتوں کی عبادت کرنے لگے گی بلکہ وہ اپنے اعمال میں ریا ونمود کا مظاہرہ کرے گی (۲)

## خود نمائی

انسان کے اندر ایک عادت خود نمائی کی بھی پائی جاتی ہے اس سے مراد اپنے آپ کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دینا ہے۔ اگر اس کے اندر کوئی خوبی پائی جاتی ہے تو وہ اس پر ناز کرتا

(۱) بخاری کتاب الرقاق، باب لینظر الی من هو اسفل منه

(۲) ابن ماجہ باب الریاء والسمعة

Marfat.com

ہے۔ یہ عادت مختلف بداخلاقیوں کو جنم دیتی ہے۔ اس سے خودغرضی پیدا ہوتی ہے، دوسروں کے حقوق پامال ہوتے ہیں، دوسروں کی تحقیر پائی جاتی ہے اور آدمی خود اپنے آپ کو دھوکے میں رکھتا ہے، اسی لیے قرآن میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلاَ تُزَكُّوآ اَنفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ع (النجم:۳۲)

''تو اپنے آپ کو بہت پاکیزہ نہ جتایا کرو (وہ اللہ) اچھی طرح جانتا ہے جو حقیقی پرہیزگار ہے۔''

حدیث میں اس کو گردن اڑانے والی چیز بتایا گیا ہے۔[1]

## لالچ

لالچ یا حرص وہ برائی ہے، جس سے انسان کے نفس کی گراوٹ پوری طرح ظاہر ہوتی ہے۔ لالچ کی وجہ سے آدمی بخل کا شکار ہوتا ہے، بے ایمانی کرتا ہے، چوری کرتا ہے رشوت کھاتا ہے، سود لیتا ہے اور دوسرے کے حقوق ادا نہیں کرتا، غرض کہ لالچ انسان کو وہ سب کچھ کراتی ہے جو دینی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے نہیں کرنا چاہیے حتیٰ کہ انسان اکثر اوقات میں لالچ ہی کی وجہ سے برباد و تباہ ہوتا ہے اسی لیے قرآن و احادیث میں اس کی ممانعت کی گئی ہے تاکہ وہ ہلاکت سے بچ جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلاَ تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ○

(طٰہٰ:۱۳۱)

''اور اپنی آنکھیں نہ پھیلاؤ ان چیزوں کی طرف جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیوی زندگی کی شان و شوکت دے رکھی ہے وہ تو ہم نے انھیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے دی ہے اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق ہی بہتر اور پائیدار ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس طرح دو بھوکے بھیڑیے بکریوں کے لیے خطرناک ہیں اس سے بڑھ کر آدمی کے لیے مال کی لالچ اور دین میں شرف و عزت کی خواہش تباہ کن ہے۔[2]

---

(۱) بخاری کتاب الادب باب مایکرہ من التمادح

(۲) مسند احمد ۴۵۶/۳

Marfat.com

## بخل

لالچ ہی کا ایک مظہر بخل ہے۔ آدمی کے اندر جب لالچ کا مادہ حد سے زیادہ بڑھ جائے تو وہ اپنے آپ سے بھی دولت کو روک لیتا ہے۔ اس کی بنیادی ضروریات تقاضا کرتی ہیں کہ وہ اپنی دولت پر تصرف کرے لیکن اس کا نفس اس سے منع کرتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر خود اس کو ان گنت نقصانات لاحق ہوتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو ہمیشہ مصیبت میں ڈالے رہتا ہے اسی لیے شریعت میں اس کی شدید مذمت بیان کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ بخل ایمان کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ (ال عمران:۱۸۰)

''جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی ہے۔ نہیں، یہ ان کے حق میں نہایت بری ہے۔''

## بے ایمانی

آدمی جب لالچ میں مبتلا ہو تو وہ نہ صرف بخل سے کام لیتا ہے بلکہ اپنی دولت کو ہر ممکن طریقے سے بڑھانے کی بھی کوشش کرتا ہے۔ چاہے اس کے لیے چوری کرنی پڑے، رشوت لینی پڑے، سود کھانا پڑے یا بے ایمانی کرنی پڑے۔ غرض کہ دولت کے اضافہ کا جو بھی امکان ہوتا ہے وہ اس کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا اور یہ سب برائیاں طرح طرح کی برائیوں کو جنم دیتی ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے ان میں سے ہر برائی کو حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

(النساء:۱۲۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے مالوں کو ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ۔

ایک دوسری آیت میں رشوت کی حرمت اس طرح بیان کی گئی ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ۖ

Marfat.com

وَ اِذَا کَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَؕ۝ (المطففین:۱-۳)

''تم دیکھتے ہو کہ ان میں سے بہ کثرت لوگ گناہ اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں اور حرام کے مال کھاتے ہیں۔ بہت بری حرکات ہیں جو یہ کر رہے ہیں۔''

## شراب نوشی

شراب نوشی یا منشیات کا استعمال قدیم زمانے سے انسان کی عادت بد میں شامل رہی ہے۔ اور اس کے نقصانات بھی وہ شروع سے اٹھاتا رہا ہے۔ موجودہ دور میں بھی یہ برائی اپنے شباب پر ہے نتیجے کے طور پر لاکھوں افراد ہر سال اس کی وجہ سے مر رہے ہیں۔ لیکن شراب نوشی سے محض جانی نقصان نہیں ہوتے بلکہ اس سے مختلف جرائم پیدا ہوتے ہیں بلکہ کہا جاتا ہے یہ ام الجرائم ہے۔ اس لیے شریعت اسلامیہ میں اس کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَ الۡمَیۡسِرُ وَ الۡاَنۡصَابُ وَ الۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّیۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ۝ (المائدۃ:۹۰)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہ شراب اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو امید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہوگی۔''

شراب سے مراد کوئی مخصوص شراب نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو حرام ہے چاہے اس کی نوعیت کیسی ہو۔ حدیث میں وارد ہے کہ ہر وہ شے جو نشہ پیدا کرے حرام ہے۔[1]

## (۵) اسلام کا نظام حقوق و فرائض

موجودہ دور میں جرائم کے رونما ہونے کا ایک بڑا سبب حقوق کی پامالی ہے۔ مغربی نظریات کے زیر سایہ انسان نہ صرف مذہب، اخلاق اور اخلاقی قدروں سے آزاد ہو گیا بلکہ ہر قسم کی ذمہ داریوں سے بھی وہ آزاد ہو گیا ہے۔ ماں، باپ، اولاد، بھائی، پڑوس اور دیگر قرابت داروں کے کیا حقوق ہیں؟ یہ آج کا انسان جانتا ہے اور نہ ہی جاننا چاہتا ہے وہ صرف اپنی ذات کے لیے

(۱) بخاری کتاب الاشربہ

Marfat.com

جیتا ہے اور جینا چاہتا ہے۔ ذات کے مطالبات اور خواہشات کی تکمیل کا وہ پابند ہے۔ دیگر تمام قسم کی پابندیوں اور حقوق سے اسے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں انسانیت نوازی، ہمدردی، ایثار، قربانی اور رحم دلی وغیرہ صفات عنقا ہوگئی ہیں اور طرح طرح کے جرائم رونما ہو رہے ہیں۔ لیکن اسلام کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اس کے نزدیک انسان نہ تو ہر قسم کی ذمے داریوں سے آزاد ہے اور نہ ہی اس پر صرف ذمے داریاں ہی ہیں بلکہ اسلام حقوق و فرائض کا ایک متوازن نظام پیش کرتا ہے، جس کے تلے آدمی باسعادت زندگی گزارتا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته فالامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیته والرجل راع علی اھل بیته وھو مسئول عن رعیته والمرأۃ راعیة علی بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولة عنھم و عبد الرجل راع علی سیرہ وھو مسئول عنه،الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته[1]

''آگاہ ہو جاؤ تم میں کا ہر ایک نگراں ہے اور ہر ایک جواب دہ ہے۔ امام عوام الناس کا نگراں ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔ مرد اپنے اہل وعیال کا نگراں ہے اور وہ اس کا جواب دہ ہے عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور وہ اس سے متعلق جواب دہی کرے گی اور نوکر مالک کے مال کا نگراں ہے اور وہ اس کے بارے میں جواب دہ ہے۔ خبردار، تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور ہر ایک کو جواب دہی کرنی ہے۔''

حدیث بالا میں امام سے لے کر غلام تک کے فرائض کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بعض دوسری احادیث سے حقوق کا پتا چلتا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

فان لنفسک علیک حقا فان لجسدک علیک حقا و لعینک علیک حقا فان لزوجک علیک حقا ولزورک علیک حقا ولاھلک علیک حقا[2]

---

(۱) بخاری کتاب الاحکام، باب نمبر ا

(۲) بخاری کتاب الصوم، باب حق الجسم فی الصوم

Marfat.com

"بے شک تمھارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمھارے جسم کا تم پر حق ہے اور تمھارے گھر والوں کا تم پر حق ہے۔ تمھاری بیوی کا تم پر حق ہے اور مہمان کا تمھارے اوپر حق ہے اور تمھارے گھر والوں کا تم پر حق ہے۔"

اسلام نے نہ صرف حقوق و فرائض کا تصور دیا ہے بلکہ متعین انداز میں طے کر کے وہ بتاتا ہے کہ فلاں کے یہ حقوق ہیں اور اس کی اتنی ذمہ داریاں ہیں۔ یہ چیز دوسرے مذاہب اور نظریات میں نہیں ملتی ہے۔ ذیل میں والدین، اولاد، زوجین، اہل قرابت، پڑوسی، یتیموں، بیواؤں، حاجت مندوں، بیماروں، عام مسلمانوں، انسانی برادری اور جانوروں کے کیا حقوق ہیں۔ ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

## والدین کے حقوق

انسان اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ احسان منداپنے ماں باپ کا ہوتا ہے۔ پیدائش سے لے کر جوانی تک وہ اس کی دیکھ ریکھ کرتے ہیں، ہر ضرورت کا خیال رکھتے ہیں، ہر طرح کی قربانی دیتے اور تکلیفیں اٹھا کر اس کی پرورش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ماں کا درجہ یک گونہ بڑھا ہوا ہے، جو بچے کو نو ماہ تک اپنے پیٹ میں اٹھائے پھرتی اور اپنے سینے سے خون کشید کر کے پلاتی ہے۔ پیدائش کی ناقابل برداشت تکلیف جھیلتی اور اس کے لیے اپنا ہر آرام قربان کرتی ہے اور یہ سب کچھ وہ کسی خوف، دباؤ یا مجبوری میں نہیں کرتی بلکہ ہنسی خوشی انجام دیتی ہے۔ اس لیے اسلام نے ہر آدمی پر والدین کے تعلق سے مندرجہ ذیل فرائض عائد کیے ہیں۔

- والدین کی شکر گزاری کی جائے — اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ط (لقمان:۱۴)
- ان کے ساتھ بھلائی کی جائے — وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ط (بنی اسرائیل:۲۳)
- ان کے ساتھ ادب واحترام کا معاملہ کیا جائے — وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا (بنی اسرائیل:۲۳)
- ان پر خرچ کیا جائے — قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ (البقرۃ:۲۱۵)
- ان کی مرضی کا خیال رکھا جائے — فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا (بنی اسرائیل:۲۳)
- ان کے سامنے انکساری کی جائے — وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (بنی اسرائیل:۲۴)
- ان کے لیے دعا کی جائے — وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ط (بنی اسرائیل:۲۴)

اسلام میں والدین کے حقوق کیا ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے

Marfat.com

کہ مشرک اور بے دین ماں باپ کے ساتھ بھی حسن سلوک کا اس نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ جٰهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا۫ (لقمٰن:۱۵)

''اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا ہے تو ان کی بات ہرگز نہ مان اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ۔

ایک اور روایت میں وارد ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ والدین اگر اپنی اولاد پر ظلم کریں اس صورت میں بھی ان کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہوگا۔(۱)

## اولاد کے حقوق

موجودہ دور میں بچوں کے خلاف بے تحاشا جرائم رونما ہو رہے ہیں۔ کثرت آبادی سے پیدا شدہ مسائل اور مادہ پرستانہ رجحانات کے سبب اولاد کشی، اسقاطِ حمل، لڑکیوں کے ساتھ تفریق، کم عمر بچوں سے گداگری اور مزدوری جیسے بہت سے جرائم اپنے شباب پر ہیں۔ اسلام نے والدین کی طرح اولاد کے بھی حقوق متعین کیے ہیں، جن کی ادائی والدین پر واجب ہے۔ دوسری صورت میں وہ عنداللہ گناہ گار ہوں گے اور سخت سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اولاد کے حقوق یہ ہیں:

☆ ان کو زندہ رہنے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِیَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۳۱)

''اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمھیں بھی۔ درحقیقت ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔''

☆ ان کی پرورش کی جائے:

وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَامِلَیْنِ (البقرہ:۲۳۳)

''اور مائیں اپنی اولاد کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔''

---

(۱) ادب المفرد للبخاری، باب برّ والدیه و ان ظلما

Marfat.com

☆ ان کی مناسب تعلیم وتربیت کی جائے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم:٦)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔''

☆ لڑکوں اور لڑکیوں میں تفریق نہ کی جائے:

وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۚ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ (النحل:۵۸،۵۹)

''جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرے پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ بس خون کا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ لوگوں سے جھینپتا پھرتا ہے کہ اس بری خبر کے بعد کیا کسی کو منہ دکھائے سوچتا ہے کہ ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہے یا مٹی میں دے مارے۔''

☆ ان کے ساتھ شفقت کا معاملہ کیا جائے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نواسے حسن کا بوسہ لیا، جس پر اقرع بن حابس نے کہا کہ میرے دس بیٹے ہیں لیکن آج تک میں نے کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ آپ نے ان کو تیکھی نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔[1]

اس کے علاوہ شریعت نے اولاد کی پیدائش پر خوشی منانے، عقیقہ کرنے اور ان کا مناسب نام رکھنے کا حکم دیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں اولاد اللہ کی طرف سے رحمت ونعمت ہے، جس کی حفاظت ہونی چاہیے اور اس کی قدر کی جانی چاہیے۔

## زوجین کے حقوق

آج پوری دنیا میں عورتیں انسانی حقوق کی پامالی کی شکار ہیں۔ ظلم، تشدد، تفریق اور جہیز کے لیے قتل جیسے واقعات روزانہ کے معمول بن گئے ہیں۔ خصوصاً گھریلو زندگی میں عورتوں کے

(۱) بخاری کتاب الادب باب رحمة الاولاد و تقبيله و معانقته

Marfat.com

ساتھ ہر طرح کی ناانصافی برتی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں ان کی خودکشی کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ان جرائم کے انسداد کا واحد راستہ یہ ہے کہ لوگوں کو عورتوں سے متعلق حقوق کی یاددہانی کرائی جائے۔ اسلام نے ان کے لیے متعدد حقوق متعین کیے ہیں جو یہ ہیں:

☆ ان کو زندہ رہنے دیا جائے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (التکویر: ۸،۹)

''اور جب زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کس جرم کی پاداش میں مار دیا گیا۔''

☆ ان کا مہر ادا کیا جائے:

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ (النساء: ۴)

''اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کرو۔''

☆ ان کا نان نفقہ ادا کیا جائے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ (البقرۃ: ۲۳۳)

اور باپ پر معروف طریقے سے ان (ماؤں) کا کھانا کپڑا دینا واجب ہے۔

☆ ان کو مقید نہ کیا جائے۔ یعنی نقل و حرکت اور عمل کی آزادی ہو۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

قد اذن اللّٰہ لکن ان تخرجن لحوائجکن[1]

''اللہ نے تمھیں اجازت دی ہے کہ تم اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے گھروں سے نکلو۔''

☆ ان کو ملکیت کا حق دیا جائے:

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ (النساء: ۳۲)

''اور جو مردوں نے کمایا اس کے مطابق اس کا حصہ ہے اور جو عورتوں نے کمایا اس کے مطابق ان کا حصہ ہے۔''

---

(۱) بخاری، کتاب النکاح باب خروج النساء لحوائجھن

Marfat.com

☆ان کو باعزت زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً (النور:۴)

''اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر الزام تراشی کرتے ہیں اور اس پر چار گواہ کھڑے نہیں کر پاتے انھیں اسی کوڑے لگاؤ۔''

☆ان کی وراثت کا حق تسلیم کیا جائے:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا○ (النساء:۷)

''والدین اور اقربا نے جو کچھ وراثت میں چھوڑا ہے، اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی۔''

☆ان کو اظہار رائے کی آزادی دی جائے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (التوبة:۷۱)

''مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ولی نگہبان اور سرپرست ہیں جو معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔''

یہ بیوی کے قانونی حقوق ہیں، جن کو وہ عدالت کے ذریعے بھی حاصل کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ شریعت نے شوہروں کو حکم دیا ہے کہ:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:۱۹)

☆ بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

☆ اس سے مصالحانہ روش اختیار کریں۔

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (النساء:۱۲۸)

☆ ان کی کمزوریوں کو نظر انداز کریں۔

Marfat.com

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا○ (النساء:۱۹)

☆ ان کی غلطیوں کو معاف کر دیا کریں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (التغابن:۱۴)

یہ عورتوں کے قانونی اور اخلاقی حقوق تھے ان پر کچھ فرائض بھی عائد ہوتے ہیں، جن کی ادائی ان پر واجب ہے۔

☆ عورت ازدواجی زندگی میں اپنا رویہ درست رکھے فَالصّٰلِحٰتُ (النساء:۳۴)

☆ وہ شوہر کی اطاعت کرے قٰنِتٰتٌ (النساء:۳۴)

☆ (شوہروں کی) امانتوں کی حفاظت کرے حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ط (النساء:۳۴)

☆ ازدواجی زندگی کو صبر کے ساتھ نباہے وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط (النساء:۱۲۸)

حدیث میں آتا ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مومن کے لیے تقویٰ کے بعد صالح عورت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ شوہر اس کو جو کہے وہ مانے۔ شوہر اس کی طرف دیکھے تو مسکرا پڑے اور اگر شوہر اس کو قسم دے کر کچھ کہے تو وہ اس کی قسم کو پوری کر دے اور شوہر گھر پر نہ ہو تو اپنے آپ کو اور اس کے مال کی پوری حفاظت کرے۔(۱)

## اہلِ قرابت کے حقوق

شریعت اسلامیہ آدمی پر والدین، اولاد اور زوجین کے حقوق کے بعد اہل قرابت کے حقوق عائد کرتی ہے۔ عام بول چال میں جس کو صلہ رحمی کہا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں بار بار تاکید کی گئی ہے کہ صلۂ رحمی کی جائے اور اہل قرابت کے متعلقہ حقوق ادا کیے جائیں اور قطع رحمی سے بچا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى (النحل:۹۰)

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح کتاب النکاح

Marfat.com

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور اقربا کے ساتھ نوازش کا حکم دیتا ہے۔''

قرآن میں اہلِ قرابت سے تعلقات استوار کرنے اور ان سے محبت کی روش قائم رکھنے کے ساتھ ایک خاص بات یہ بتائی گئی ہے کہ ان کی مالی امداد کی جائے بلکہ اس سلسلے میں زیادہ تر آیتیں اسی نکتے کو زیادہ نمایاں کر کے بیان کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط (البقرة:۲۱۵)

''کہو کہ جو مال بھی خرچ کرو گے اپنے والدین پر رشتے داروں پر یتیموں پر اور مسافروں پر اور جو بھلائی بھی تم کرو گے اللہ اس سے باخبر ہوگا۔''

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ صلہ رحمی کے معنی صرف یہ نہیں کہ جو صلہ رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کیا جائے بلکہ حقیقی صلہ رحمی یہ ہے کہ جو قطع رحمی کرے اس کے ساتھ صلہ رحمی کیا جائے۔[۱]

## پڑوسی کے حقوق

انسان فطری طور پر اس دنیا میں ایک دوسرے کے تعاون کا محتاج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے مل جل کر رہنا چاہتا ہے اور شہر اور گاؤں وجود میں آتے ہیں تاکہ ضرورت کے وقت قریب رہنے والے سے مدد طلب کی جاسکے۔ شریعت میں ایسے دو آدمیوں کو جو ایک دوسرے سے قریب رہتے ہوں پڑوسی قرار دیا ہے اور اس کے حقوق متعین کیے ہیں۔ اس سلسلے میں متعدد احادیث وارد ہیں، جن میں پڑوسی کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ یہاں صرف ایک حدیث نقل کی جاتی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

حق الجار ان مرض عدته و ان مات شيعته و ان استقرضک اقرضته و ان اعوذ سترته وان اصابه خير هناته و ان اصابته مصيبة عزيته ولا ترفع بنائک فوق بنائه فتسد عليه الريح ولا توذيه بريح قدرک الا ان نعرف له منها[۲]

---

(۱) بخاری کتاب الآداب باب لیس الواصل بالمکافی

(۲) فیض القدیر، شرح جامع الصغیر نمبر شمار: ۳۷۴۱ بحوالہ طبرانی والحاکم

Marfat.com

''پڑوسی کا حق یہ ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو تم اس کی عیادت کرو اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔ اگر وہ قرض مانگے تو تم اسے قرض دو، اگر تم اسے کسی برائی میں دیکھو تو اس کی برائی چھپا لو (اس کے خلاف پروپیگنڈا نہ کرتے پھرو) اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہو تو تم مبارک باد دو، اگر اسے کوئی مصیبت پہنچے تو اس کی خیریت دریافت کرو اور اپنے مکان کو اس کے مکان سے اونچا نہ بناؤ کہ ہوا رک جائے اور تم ایسے کھانے نہ پکاؤ کہ جن کی خوشبو سے اس کی اشتہا کو ہوا ملے جب کہ وہ خود اس کی حیثیت نہ رکھتا ہو، الا یہ کہ اسے وہ چیز ہدیہ میں دو۔''

بعض احادیث میں وارد ہے کہ اگر تمھارے پڑوسی تمھارے مکان کی دیوار میں کھونٹی گاڑنا چاہیں تو تم اس کی اجازت دے دو۔ بعض احادیث میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگر پڑوسی کی طرف سے کوئی چیز ہدیہ میں آئے تو اسے واپس مت کرو چاہے وہ کوئی معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو۔

ایک حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ وہ مومن نہیں ہو سکتا ہے جس کا پڑوسی بھوکا ہو اور وہ خود سیر شکم رہے۔(۱)

موجودہ دور میں شہری اور معاشی مسائل نے ایک پڑوسی کو دوسرے سے اتنا دور کر دیا ہے کہ جیسے ان کے درمیان کوئی سماجی تعلق ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پڑوسی پڑوسی سے مامون نہیں ہے بلکہ بہت سے واقعات میں پڑوسی نے پڑوسی پر حملے کیے ہیں اور عزت و آبرو پر دھاوا بولا ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ان اسلامی تعلیمات کو اختیار کیا جائے تا کہ ان سے جرائم پر بندھ لگایا جا سکے۔

## یتیموں اور بیواؤں کے حقوق

جو بچہ اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کے سایہ عاطفت سے محروم ہو جائے وہ یتیم کہلاتا ہے ایسے بچے کی پرورش و پرداخت کی ذمہ داری سماج پر ہوتی ہے۔ اسلام نے اس سلسلے میں اس کے متعدد حقوق کا تعین کیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱- ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى (النساء:۳۶)

---

(۱) ادب المفرد للبخاری (۳) ایضاً

Marfat.com

۲- ان پر مال خرچ کیا جائے:

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى (البقرۃ:۲۱۵)

۳- ان کو بات بات پر جھڑ کا نہ جائے:

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (الضحیٰ:۹)

۴- ان کے مال کی حفاظت کی جائے:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (الانعام:۱۵۲)

۵- ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ کیا جائے

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ (النساء:۱۲۷)

۶- ان سے اولاد جیسا معاملہ کیا جائے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ

کن للیتیم کالاب الرحیم (۱)

آج پوری دنیا میں ایسے بچوں کی تعداد کروڑوں ہے جو کسی وجہ سے اپنے ماں باپ سے دور، لاوارث یا یتیم ہیں ان کی زندگیاں فٹ پاتھوں اور گندی بستیوں میں گزرتی ہیں جہاں وہ مختلف جرائم کا شکار بھی ہو رہے ہیں اور مختلف جرائم کے وہ عادی بھی بن رہے ہیں۔ ایسی صورت میں ان تعلیمات پر عمل کر کے ان جرائم کا قلع قمع کیا جا سکتا ہے۔

یتیموں کی طرح معاشرہ کا دوسرا سب سے کمزور اور لاچار طبقہ بیواؤں کا ہے۔ اسلام نے ان کے ساتھ حسن سلوک کا خصوصی حکم دیا ہے۔ بیواؤں سے متعلق دنیا کے مختلف سماج میں بہت سی ظالمانہ رسمیں رائج ہیں کہیں انھیں منحوس قرار دیا جاتا ہے تو کہیں انھیں سماجی زندگی سے الگ کر دیا جاتا ہے حتی کہ بعض سماج میں انھیں جینے کے حق سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے اور ان کو اپنے شوہر کی چتا میں ستی ہو جانے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے ان سارے رسوم ورواج کو ختم کر کے بیوہ کو نہ صرف باعزت زندگی گزارنے کا موقع عنایت کیا بلکہ اس کے تمام انسانی اور سماجی حقوق کو بحال کیا جن میں دوسری شادی اور شوہر کی وراثت میں اس کا حصہ پانا بھی شامل ہے۔ ان تمام احکام کے علاوہ اسلام میں بیواؤں کے ساتھ خصوصی برتاؤ کی تلقین بھی کی گئی ہے۔

ایک حدیث میں آں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(۱) ادب المفرد للبخاری

Marfat.com

**الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل اللّٰه و کا لذی یصوم النهار یقوم اللیل**(۱)

''بیوہ اور مسکین کے بارے میں دوڑ دھوپ کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے اور دن میں روزہ رکھنے والے اور رات میں قیام کرنے والے کی طرح ہے۔''

## عام مسلمانوں کے حقوق

معاشرہ میں ایسے بہت سے لوگ ہوتے ہیں جن سے نہ خون کا رشتہ ہوتا ہے نہ کوئی قرابت ہوتی ہے۔ان سے صرف دین ومذہب کا رشتہ ہوتا ہے تو کیا ایسے لوگوں سے بھی تعلقات استوار کیے جا سکتے ہیں۔شریعت اسلامیہ کی تعلیم یہ ہے کہ ان سے نہ صرف یہ کہ تعلقات استوار کیے جائیں بلکہ ان کے متعینہ حقوق بھی ادا کیے جائیں۔ایک حدیث میں ان کے چھ حقوق بیان کیے گئے ہیں۔آں حضورؐ کا ارشاد ہے:

**حق المسلم علی المسلم ست قیل ما هی یا رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم قال فاذا لقیته فسلم علیه و اذا دعاک فاجبه و اذا استخصک فانصح له و اذا عطس فحمد الله نشمته و اذا مرض فعده و اذا مات فاتبعه**(۲)

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں۔فرمایا جب تمھاری ملاقات ہو تو سلام کرو جب تم کو دعوت دی جائے تو قبول کرو اور جب تم سے نصیحت حاصل کی جائے تو نصیحت کرو،اور جب کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو اور جب کوئی مرجائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔''

یہ مسلمانوں کے باہم کم سے کم حقوق ہیں ورنہ شریعت میں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو حقوق متعین کیے گئے ہیں وہ بہت ہیں جن میں باہم محبت والفت،اتحاد واتفاق، مصالحت (یعنی تنازعہ کے وقت ایک دوسرے میں صلح کرادینا) اخوت،معاونت (خاص طور سے ظلم کے خلاف) مساوات، ہم دردی وخیر خواہی اور رحم وشفقت شامل ہیں اور ان سے متعلق

---

(۱) بخاری کتاب الآداب باب الساعی علی الارملة

(۲) ادب المفرد للبخاری باب تشمیت العاطش

Marfat.com

قرآن و حدیث میں واضح تعلیمات موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اسلام نے بیماروں، گداگروں، معذوروں، عام انسانوں حتیٰ کہ جانوروں کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کی تلقین کی ہے جس پر اگر عمل کیا جائے تو سسکتی دنیا کو چین میسر آ سکتا ہے اور اضطراب کا وہ ماحول ختم ہو سکتا ہے جس کی وجہ سے آج لوگ جرائم کا بے تحاشہ ارتکاب کر رہے ہیں۔

## (و) اسلام کا نظامِ عدل و انصاف

اسلام کی ایک عظیم الشان دفعہ عدل و انصاف ہے۔ عدل کے معنی کسی چیز کو دو حصوں میں برابر تقسیم کرنے کے ہیں۔ انصاف کے بھی یہی معنی ہیں۔ اصطلاح میں عدل کسی معاملے میں افراط و تفریط کے بیچ توازن قائم کرنے کو کہا جاتا ہے اور قانون کی زبان میں عدل کے معنی ہیں کسی مقدمے کا حق کے مطابق فیصلہ کرنا۔

کسی بھی اجتماعیت کو باقی رکھنے کے لیے عدل ایک بنیادی پتھر ہے۔ اس کے بغیر کوئی نظام بن سکتا ہے اور نہ دیر تک قائم رہ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اسلامی معاشرہ یا ریاست کے لیے عدل کو وہ اہمیت دی ہے، جو کسی اور مذہب نے نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ (النحل:۹۰)

> ''اللہ عدل، احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق لو۔''

قرآن کے نزدیک عدل کی روش پر عمل پیرا ہونا تقویٰ کا اعلیٰ ترین مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (المائدۃ:۸)

> ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی

Marfat.com

دینے والے بنو، کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔''

عدل قائم کرنے کے مختلف مواقع ہیں اس کا پہلا موقع آدمی کی خود اپنی ذات ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ دوسروں کے لیے وہ پسند کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے لیے حقوق کا اسی قدر خواہاں ہو جس قدر وہ دوسروں کے لیے چاہتا ہے۔ چناں چہ قرآن میں یہ بات صراحت سے بیان کر دی گئی ہے کہ عدل وانصاف قائم کرنا ہے تو پہلے اپنی ذات پر اور اقرباء ورشتے داروں پر قائم کرو، ارشادِ ربانی ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ (النساء:۱۳۵)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو انصاف کے علم بردار خدا واسطے کے گواہ بنو، اگر چہ تمھارے انصاف اور تمھاری گواہی کی زد خود تمھاری اپنی ذات پر یا تمھارے والدین اور رشتے داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مال دار ہو یا غریب۔ اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔''

اس مضمون کو حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

والذی نفسی بیده لایؤمن عبد حتی یحب لجاره او قال لاخیه ما یحب لنفسه (۱)

''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جو اپنے پڑوس کے لیے وہی نہ پسند کرے جو اپنے نفس کے لیے پسند کرتا ہے۔''

---

(۱) مسلم کتاب الایمان باب ثلاث من کن فیه وجد حلاوة الایمان

Marfat.com

موجودہ دور میں دوہرے معیار پر عمل کرنا ایک عام سی بات بن گئی ہے۔فرد سے لے کر حکومت تک اس پر عمل پیرا ہے۔فرد اپنے لیے الگ معیار رکھتا ہے اور دوسروں کے لیے الگ اسی طرح حکومتیں دوہرے معیار پر عمل پیرا ہوتی ہیں،جن کی وجہ سے نہ جانے کتنوں کے حقوق پامال ہوتے ہیں اور نہ جانے کتنے جرائم رونما ہوتے ہیں۔لیکن اگر اسلام کی تعلیمات کی پاس داری کی جائے۔تو نہ ان حقوق کی پامالی ہو اور نہ جرائم رونما ہوں۔

عدل قائم کرنے کا دوسرا موقع ریاست ہے اور حکومت اس کو قائم کرتی ہے لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ اس پر کما حقہ حکومت اسی وقت عمل کر سکتی ہے جب حکمراں خود اپنی ذات پر عدل قائم کرنے کی جرأت رکھتا ہو۔چناں چہ نبی ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کا یہی طرز عمل تھا اور وہ اس پر سختی سے کاربند تھے۔خلیفہ ثانی حضرت عمر بن الخطابؓ کا معمول تھا کہ جب بھی وہ کسی قانون پر نفاذ چاہتے تو پہلے اپنے خاندان کے لوگوں کو اس سے آگاہ کرتے اور کہتے کہ میں لوگوں پر ایک فیصلہ نافذ کرنا چاہتا ہوں بہ خدا اگر تم لوگوں میں سے کسی نے اس کی مخالفت کی تو میں اسے دوگنا سزا دوں گا۔

عدل کے تین پہلو ہیں۔(۱) قانونی عدل (۲) اجتماعی عدل (۳) بین الاقوامی عدل۔ ہر ایک کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔

## قانونی عدل

قانونی عدل کے معنی یہ ہیں کہ تمام لوگوں کے لیے قانون برابر ہو۔اس میں کوئی تفریق یا تمیز نہ ہو۔رنگ و نسل،امارت و غربت اور علاقہ و مذہب کی بنیاد پر اس میں کوئی امتیاز نہ کیا جائے،بلکہ یکساں طور پر سب پر قانون کا نفاذ ہو۔اسلام کی یہی تعلیم ہے اور اسلامی قانون کی پہلی دفعہ یہی ہے۔اس میں کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں ہے۔چناں چہ اس سلسلے میں اسلامی تاریخ میں متعدد واقعات منقول ہیں،طوالت کے خوف سے یہاں ان میں سے صرف ایک واقعے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

عہد نبوی ﷺ میں ایک مخزومی خاتون نے چوری کی،جس پر آپؐ نے فیصلہ صادر فرمایا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یہ بات اہل قریش کے لیے گراں گزر رہی تھی۔حضرت اسامہ بن زیدؓ

Marfat.com

سے کہا گیا کہ وہ اس سلسلے میں سفارش کر کے سزا میں تخفیف کرا دیں۔اس پر آپ نے غضب ناک ہو کر ارشاد فرمایا:

**اتشفع فی حد من حدود اللّٰہ انما اھلک الذین قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ و اذا سرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد و ایم اللّٰہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا**(۱)

''کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو (کہ اس میں تخفیف کر دی جائے) بے شک ماقبل کی قومیں اسی لیے برباد ہوئیں کہ جب ان میں کا اعلیٰ چوری (جرم) کرتا تو اسے سزا نہیں دی جاتی لیکن جب ان میں کا ادنی چوری (جرم) کرتا تو اسے سزا دی جاتی تھی۔قسم خدا کی اگر فاطمہ بنت محمد (یعنی میری بیٹی) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔''

اسلام میں قانونی عدل کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مقدمہ کے فریقین کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے اور کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہ کیا جائے۔ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے۔

**اذا ابتلی احدکم بالقضاء بین المسلمین فلا یقض وھو غضبان و یسو بینھم فی النظر والمجلس والاشارۃ (۲)**

''جب تم میں سے کوئی مسلمانون کے معاملوں کا قاضی (جج) بنایا جائے تو وہ غصہ کی حالت میں فیصلہ نہ کرے اور فریقین کے درمیان دیکھنے میں، بٹھانے میں اور اشارہ کرنے میں برابری کو ملحوظ رکھے۔''

## اجتماعی عدل

اجتماعی عدل سے مراد یہ ہے کہ معاشرہ میں مختلف افراد اور حیثیتوں کے درمیان تفاوت کے باوجود مساوات قائم ہو اور شریف و رذیل، کمتر و برتر اور چھوت اچھوت کی تفریق و تقسیم نہ کی جائے بلکہ تمام سماجی معاشرتی معاملات میں سب کو یکساں درجہ دیا جائے۔ اسلام اسی عدل و

(۱) بخاری کتاب الحدود باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحد اذا رفع الی السلطان
(۲) فیض القدیر شرح جامع الصغیر ج ۱ نمبر شمار ۳۳۶

Marfat.com

انصاف کی دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ ؕ (الحجرات:۱۳)

''تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا (متقی) ہے۔''

دوسری بات یہ ہے کہ اجتماعی زندگی میں ہر شخص کو اس کی آزادی حاصل ہو کہ وہ اپنی صلاحیت کے مطابق کام کر سکے۔ تعلیم و تربیت اور تعمیر و ترقی کے دروازے ہر ایک کے لیے یکساں طور پر کھلے ہوں اور کوئی کسی کو مجبور کر کے نہ رکھے اور نہ اس کا کسی طور پر استحصال کرے۔ شریعت اسلامیہ اجتماعی زندگی میں اسی عدل و انصاف کو دیکھنا چاہتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس شخص کے خلاف اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہے جس نے کسی سے مزدوری کرائی اور اس کی مزدوری ادا نہ کی۔(۱)

## بین الاقوامی عدل

اسلام جس عدل و انصاف کے قیام کی دعوت دیتا ہے اس کا دائرہ صرف مسلمانوں تک محدود نہیں ہے بلکہ ان لوگوں تک وسیع ہے جو اسلام کو نہیں مانتے۔ چناں چہ اسلام نے غیر مسلموں سے بھی محبت و الفت کی بنیاد پر تعلقات استوار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَ لَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡهُمۡ وَ تُقۡسِطُوۡۤا اِلَیۡهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ ۝ (الممتحنة:۸)

''اللہ تمھیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اسلامی ریاست میں غیر مسلمین بھی حقوق و فرائض میں مسلمانوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔ یعنی جو حقوق مسلمانوں کو حاصل ہوں گے وہ انھیں بھی حاصل ہوں گے۔ اسی طرح جو

(۱) بخاری کتاب الاجارۃ باب اثم من منع اجر الاجیر

Marfat.com

ذمہ داریاں مسلمانوں پر عائد ہوں گی، وہ ان پر بھی عائد ہوں گی۔ حدود و تعزیرات میں بھی غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف کو برقرار رکھا جائے گا اور ان کو وہی سزا دی جائے گی جو عام مسلمانوں کو کسی جرم کے مرتکب ہونے پر دی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی (غیر مسلم) کو قتل کر دیا تو قصاص کے طور پر اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔(۱)

یہ اسلام کے نظامِ عدل کا ایک عمومی تعارف ہے۔ اس نے عدل کو کیا اہمیت دی ہے، اس کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ اگر کسی کے پاس ایک سے زائد بچے ہوں تو وہ جملہ امور میں عدل کو ملحوظ رکھے اور کسی کو کسی پر فضیلت یا ترجیح نہ دے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے:

ان اللّٰہ یحب ان تعدلوا بین اولادکم حتی فی القبل(۲)

''اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو حتی کہ ان کا بوسہ لینے میں بھی عدل ملحوظ رہے۔''

اولاد کی طرح متعدد بیویوں کے درمیان عدل کرنے کی قرآن نے تاکید کی ہے اور ایسے شخص کے لیے سخت وعیدیں وارد ہیں جو اپنی بیویوں کے درمیان ناانصافیاں کرتے ہیں۔

ناپ تول میں کمی بیشی کو معمولی چیز سمجھا جاتا ہے حالاں کہ یہ بھی بھیانک جرائم میں شامل ہے۔ شریعت اسلامیہ میں اس کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ ناپ تول میں آدمی عدل وانصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ○ (ہود:۸۵)

''اے قوم کے لوگو ٹھیک انصاف کے ساتھ پورا ناپو اور تولو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔''

## (ز) غربت وافلاس کے ازالہ کی تدابیر

غربت وافلاس جرائم کا ایک بہت بڑا سبب ہے بلکہ اس سے دوہرے انداز میں جرائم رونما ہوتے ہیں۔ ایک تو غربت سے مجبور ہو کر آدمی جرائم کی راہ اختیار کرتا ہے، دوسرے غریبوں کو

---

(۱) غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق۔ مولانا سید جلال الدین عمری، ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی ۱۹۹۸ ص:۲۲۵

(۲) فیض القدیر شرح جامع الصغیر نمبر شمار ۱۹۵ (ضعیف)

Marfat.com

جرائم کا شکار بھی ہونا پڑتا ہے۔ان دونوں صورتوں کا انسداد غربت وافلاس کے خاتمے سے ممکن ہے۔ اسلام نے اس بارے میں کئی تدابیر کی ہیں جن سے کافی حد تک غربت کا ازالہ ہو جاتا ہے۔اور ان سے آدمی کسمپرسی اور مایوسی کی زندگی گزارنے کے بجائے باوقار زندگی گزارتا ہے۔وہ تدابیر یہ ہیں:

## زکوٰۃ اور اس کے مصارف

شریعت میں آدمی کو اپنے ہاتھ کی کمائی کھانے کی تلقین کی گئی ہے اور اس کو بہترین رزق قرار دیا گیا ہے، جسے آدمی نے اپنی محنت سے حاصل کیا ہو لیکن یہ عین ممکن ہے کہ کسی وجہ سے وہ اپنے معاشی حالات پر قابو نہ پا سکے اور غربت کا شکار ہو جائے۔ ایسی صورت میں اسلامی معاشرے کی ذمے داری ہے کہ اس کو معاشی طور پر سنبھالا دے۔ چناں چہ شریعت میں زکوٰۃ اور اس کے مصارف اسی لیے متعین کر دیے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ط فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ○ (التوبة:۶۰)

”یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو صدقات کے کام پر مامور ہیں اور ان کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہِ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیے ہے۔ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا دانا اور بینا ہے۔“

آیت بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصارف زکوٰۃ میں سب سے پہلے غرباء و مساکین کا تذکرہ کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ زکوٰۃ کے اولین مستحق یہی ہیں۔اس میں حکمت یہ ہے کہ معاشرے سے غربت وافلاس ختم ہو اور دولت صرف مالداروں کے بیچ گھومتی ہوئی نہ رہے بلکہ غریبوں تک اس کی رسائی ہو۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ط (الحشر:۷)

”تاکہ دولت تمھارے مالداروں کے درمیان گردش نہ کرتی رہے۔“

Marfat.com

دیا گیا ہے، جس میں کمی بیشی کی قطعی کوئی گنجائش نہیں رہتی ہے۔ (دیکھیے سورۂ توبہ آیت: ۱۱،۱۲) اس سے بڑھ کر وراثت کے مال میں سے ان لوگوں کو بھی دینے کی تاکید کی گئی ہے، جن کا بہ ظاہر کوئی حصہ نہیں نکلتا ہے۔ لیکن اخلاقی نقطۂ نظر سے وہ اس کے مستحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَـــةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ
فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوْفًا۝ (النساء:۸)

## نظامِ دیت وکفارات

موجودہ دور میں آدمی جرائم کا ارتکاب کرتا ہے اور سزا سے بچنے کے لیے مقدمات کی پیروی میں ہزاروں روپے ادھر سے ادھر کر دیتا ہے۔ شریعت میں کہا گیا ہے کہ آدمی جرم کا ارتکاب نہ کرے اور اگر کسی وجہ سے جرم سرزد ہو جائے تو اس کی تلافی کی کوشش کرے۔ اس غرض سے اس میں دیت کا نظام مقرر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ط (النساء:۹۲)

''کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے الا یہ کہ اس سے چوک ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خوں بہا (دیت) ادا کرے۔ الا یہ کہ وہ خون بہا معاف کر دیں۔''

دِیت صرف قتل کے جرم میں ہی نہیں بلکہ ہر چوٹ یا زخم میں متعین کی گئی ہے۔ اگر موجودہ دور میں اس کو روبہ عمل لایا جائے تو اس سے نہ صرف غربت کا ازالہ ہوگا بلکہ جرائم کا براہِ راست انسداد بھی ہوگا کیوں کہ اس سے مظلوم کی یک گونہ دادرسی بھی ہوتی ہے اور اس طرح وہ انتظامی اقدام سے باز رہے گا جو اکثر اوقات خون خرابے کا باعث ہوتا ہے۔

اس طرح بعض گناہوں کے ارتکاب پر شریعت میں کفارے کی ادائی کا حکم دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر روزہ کی حالت میں بیوی سے جماع کر لینے، ایلا، ظہار اور حلف وغیرہ کے

Marfat.com

# وصیت اور نذر کی صورتیں

شریعت اسلامیہ میں جملہ ورثاء کے حصے کو مقرر کر دیا گیا ہے لیکن آدمی کو اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنی موت سے قبل اپنے مال میں سے کچھ حصہ (زیادہ سے زیادہ ایک تہائی) کسی غریب کے نام وصیت کر جائے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

**عن سعد بن ابی وقاص قال جاء النبی ﷺ لیعودنی و انا بمکة وھو یکرہ ان یموت بالارض التی ھاجر عنھا فقال یرحم اللّٰہ ابن عفرا قلت یا رسول اللّٰہ اوصی بمال کلہ قال لا قلت فالشطر قال لا قلت فالثلث قال الثلث والثلث کثیر انک ان تدع ورثتک اغنیاء خیر من ان ترکھم عالة یتکففون الناس فی ایدیھم (۱)**

''حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ حضور ﷺ میری عیادت کے لیے حاضر ہوئے اس وقت میں مکہ میں تھا دراں حالے کہ آپ ﷺ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ جس جگہ سے ہجرت کی ہے وہیں انتقال ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ابن عفرا پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ میں نے عرض کیا اللہ کے رسول میں اپنے کل مال کی وصیت کرنا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا آدھا سہی، آپؐ نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا ایک تہائی، آپؐ نے فرمایا ہاں ایک تہائی حالاں کہ یہ بھی زیادہ ہے۔ تم اپنے وارثین کو مال دار چھوڑ دو یہ بہتر ہے کہ انھیں محتاج کر دیا جائے اور وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرتے پھریں۔''

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں، ایک یہ کہ وصیت کے ذریعہ اپنے مال سے غریبوں کو فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے، دوسری بات یہ کہ اتنے مال کی وصیت بھی نہیں کی جا سکتی کہ دیگر ورثاء محروم ہو کر غربت کا شکار ہو جائیں یعنی دونوں صورتوں میں غربت کے ازالے کی تدبیر کی گئی ہے۔

اسی طرح نذر، عقیقہ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے گوشت سے غریبوں کو فائدہ پہنچانے کا اسلام نے حکم دیا ہے، جس سے غربت وافلاس کا ازالہ ہوتا ہے۔

(۱) بخاری کتاب الوصایا باب ان یترك ورثته اغنیاء

Marfat.com

یہ ازالہ غربت کی وہ تدابیر تھیں جو آدمی پر ایک فریضہ کے عائد ہوتی ہیں، دین میں ہبہ، وقف اور صدقات وخیرات کا عام حکم بھی دیا گیا ہے، جو آدمی حسب استطاعت صدقات وخیرات کر سکتا ہے۔ ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

**علی کل مسلم صدقة فقالوا یا نبی اللّٰہ فمن لم یجد فقال یعمل بیدہ فینفع نفسہ، و یتصدق قالوا فان لم یجد قال یعین ذا الحاجة الملھوف قالوا فان لم یجد قال فلیعمل ولیمسک عن الشر فانھا لہ صدقة**[1]

''ہر مسلمان پر صدقہ کرنا واجب ہے لوگوں نے پوچھا کہ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ارشاد فرمایا آدمی محنت کر کے کمائے اور خود بھی فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو بھی صدقہ کرے۔ لوگوں نے پوچھا اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ارشاد فرمایا تو پھر کسی مظلوم حاجت مند کی مدد کرے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ارشاد ہوا تو پھر لوگوں سے بھلائی کا معاملہ کرے اور اپنے شر کو دوسروں سے روک لے کیوں کہ یہی اس کے لیے صدقہ ہوگا۔''

## (ح) اسلامی معاشرے کی چند امتیازی خصوصیات

اسلام ایک ہمہ گیر اور عملی مذہب ہے۔ اس نے معاشرے میں اعتدال و توازن قائم کیا ہے۔ اس میں افراط و تفریط نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشرہ ایک مثالی معاشرہ ہوتا ہے۔ ذیل میں اسلامی معاشرے کی چند اہم خصوصیات پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے تاکہ اندازہ ہو کہ ان چیزوں کو چھوڑ دینے سے معاشرہ کہاں چلا جاتا ہے اور ان کو اپنایا جائے تو اس میں کون سی قدریں فروغ پاتی ہیں۔

### (الف) مساوات

انسانوں نے ہمیشہ اپنے ناجائز مفادات کی خاطر انسانیت کو مختلف طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ مذہب، رنگ، نسل، زبان، علاقہ اور خاندان کی بنیاد پر ایک کو دوسرے سے اعلیٰ قرار دیا گیا اور اس طرح مظالم اور جرائم کے دروازے وا کیے گئے۔ موجودہ دور میں بھی یہ چیز اپنے عروج پر

(۱) بخاری کتاب الزکوٰۃ باب علی کل مسلم صدقة

Marfat.com

ہے۔تمام تر سائنسی ترقیوں کے باوجود چھوت چھات اور اشرف وارذل کی تقسیم کی جاتی ہے۔آج دولت کی بنیاد پر بھی ایک کو دوسرے پر برتر ثابت کیا جاتا ہے اور غریبوں کا استحصال کیا جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے تفریق وتمیز کی یہ ساری جڑیں کاٹ دی ہیں اور صرف تقویٰ اور ایمان کو امتیاز کی بنیاد قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌo (الحجرات:۱۳)

''لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمھاری قومیں اور برادریاں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔''

حدیث میں اس بات کی پوری وضاحت کردی گئی ہے کہ رنگ ونسل اور علاقہ وزبان کی بنیاد پر کوئی تفریق وتمیز نہیں بلکہ سب برابر اور یکساں ہیں۔ارشاد نبویؐ ہے:

يايها الناس ان ربكم واحد و ان اباكم واحد الا لافضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا لاحمر على اسود ولا لاسود على احمر الا بالتقوى(۱)

''اے لوگو! تمھارا رب ایک (اللہ) ہے اور تمھارا باپ بھی ایک (آدمؑ) ہے پس عربی کے لیے عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمی کے لیے عربی پر کوئی فضیلت ہے اور نہ گورے کے لیے کالے پر اور نہ کالے کے لیے گورے پر کوئی فضیلت ہے مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔''

اسلام نے نہ صرف مساوات کی بنیادیں فراہم کیں بلکہ ان عوامل کا قلع قمع کردیا، جن سے نابرابری تفریق اور عصبیت پیدا ہوتی ہے۔ارشاد نبویؐ ہے:

ليس منا من دعا الى عصبية وليس منا من قاتل لعصبية وليس منا من مات على عصبية(۲)

---

(۱) مسند احمد: ج ۵، ص ٤١١

(۲) ابو داؤد كتاب الآداب باب العصبية

Marfat.com

''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کا دعویٰ کرے اور وہ ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی بنیاد پر قتال کرے اور وہ ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت پر مر جائے۔

## (ب) پردے کا نظام

یہ بات اب روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ بے پردگی اور مرد و زن کا آزادانہ اختلاط بے شمار جرائم کا سبب ہے جو جنسی جرائم سے لے کر قتل و غارت تک محیط ہے اور جب تک اس کو ختم کرنے کی سنجیدہ کوشش نہ ہوگی، جرائم کا سلسلہ بھی دراز تر ہوتا رہے گا۔ اسلام نے اس بارے میں نظام پردہ کے قیام سے اس کے خاتمہ کی ایک بہترین تدبیر کی ہے۔ اسلام میں پردہ سے مراد عورتوں کا صرف چہرہ ڈھک لینا نہیں ہے بلکہ ان تمام راہوں کا انسداد مراد ہے جو جنسی تعلق پر منتج ہوتی ہے، جس میں جنس مخالف سے ملاقات، گفتگو، مصافحہ اور اس کی آواز سے لطف اندوز ہونا، قربت کی خواہش اور جنسی اشتعال انگیزی کی ہر وہ صورت ہے جو جنسی تعلق کے انتہا تک لے جانے والی ہو۔ اس سلسلے میں شریعت نے سب سے پہلے باطن کی اصلاح کی ہے اور خوف خدا اور گناہوں سے نفرت کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰىؕ (النّٰزعٰت:۴۰،۴۱)

''اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا، جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا (الاسراء:۳۲)

''زنا کے قریب نہ پھٹکو وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ ہے۔''

پھر ان کے اندر حیا کے فروغ اور برائیوں سے نفرت کے جذبہ سے ان راہوں کا انسداد کیا گیا ہے، جن سے جرائم رونما ہوتے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے:

**العينان تزنيان و زنا هما النظر واليدان تزنيان و زنا هما البطش والرجلان يزنيان وزناهما المشي والفم يزني و**

Marfat.com

**زناه القبل والقلب یھوی و یتمنی و الفرج یصدق ذٰلک او یکذبه**[۱]

''دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں اوران کا زنا دیکھنا ہے، دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا چھونا ہے۔ دونوں پاؤں زنا کرتے ہیں اوران کا زنا چلنا ہے، منہ زنا کرتا ہے اوراس کا زنا بوسہ لینا ہےاوردل زنا کی خواہش وتمنا کرتا ہےاورشرم گاہ اس کوعملی جامہ پہناتی ہے۔''

حدیث بالا کا مطلب یہی ہے کہ آدمی معمولی بے حیائی سے بچے تاکہ آخری درجہ کی بے حیائی سے بچ سکے۔ چناں چہ شریعت میں عورتوں اور مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا اور اضافی طور پر عورتوں کو اظہار زینت اور بے پردگی سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ○ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ** (النور:۳۰،۳۱)

''اے نبی مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہےاوراپنی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا رکھیں اوراپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اوراپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں بہ جز ان کے جو خود ظاہر ہو جائے اوراپنے سینوں پراپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔''

ان تمام باتوں کے باوجود آدمی فحش و بے حیائی کی طرف راغب ہوسکتا ہے۔ ایسے موقعے پر ضروری ہے کہ اس کے دل میں وہ جذبہ ابھارا جائے جس سے وہ اس کام سے باز رہے۔ ایک حدیث میں اس کی ایک بہترین تدبیر اس طرح بتائی گئی ہے کہ نبی کریمؐ کی خدمت میں ایک نوجوان حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ مجھے زنا کی اجازت دے دیجیے۔

(۱) مسند احمد: ج ۲، ص ۳۴۳

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا کیا تم پسند کرو گے کہ تمھاری ماں کے ساتھ زنا کیا جائے اس نے کہا کہ نہیں، آپؐ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اس کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپؐ نے دوبارہ ارشاد فرمایا کہ کیا تم پسند کرو گے کہ تمھاری بیٹی کے ساتھ زنا کیا جائے اس نے کہا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ دوسرے لوگ بھی اس کو پسند نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر کیا تمھیں گوارہ ہوگا کہ تمھاری بہن کے ساتھ زنا کیا جائے، اس نے کہا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ دوسرے لوگ بھی اس کو گوارہ نہیں کر سکتے۔ علی ہٰذا القیاس رسول کریم ﷺ نے اس شخص کو یہ بات جتادی کہ جس طرح آدمی اپنی ماں، بہن، بیٹی کو محترم اور مقدس جانتا ہے اسی طرح دوسری عورتوں کو بھی وہ اسی درجے میں رکھے۔ اس طرح وہ اس جذبۂ فاسد کو قابو میں رکھ سکتا ہے۔"(۱)

موجودہ دور میں ایک نئی صورت حال پیدا ہوگئی ہے وہ یہ کہ لوگوں کے نزدیک خونی رشتے بھی بے معنی ہو گئے ہیں اور اپنی بیٹی بہن حتی کہ ماں کے ساتھ زنا کے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جب رشتوں کا تقدس اور احترام باقی ہی نہیں رہا تو اس کے ذریعے سے کیسے جرائم روکے جا سکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے ایسے مجرموں کے لیے سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔ چناں چہ ایک حدیث میں وارد ہے جو حرام رشتوں کو جنسی جرائم کے ذریعہ پامال کرے اس کو قتل کر دو۔(۲)

دوسری بات یہ ہے کہ اس صورت حال میں اگرچہ دن بہ دن اضافہ ہو رہا ہے لیکن بہ ہر حال ابھی اکثریت ایسے انسانوں کی موجود ہے، جن کے یہاں حرام رشتوں کا تقدس موجود ہے۔ لہٰذا رشتوں کی حرمت کی اہمیت کو کم نہیں کیا جاسکتا۔

## (ج) نظام امر بالمعروف ونہی عن المنکر

اسلام کی ایک مہتم بالشان دفعہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے یعنی معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا۔ اس کے معنی ومفہوم میں کافی وسعت ہے، جس میں پورے دین کی دعوت شامل ہے۔ لیکن یہاں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں صرف اس کے اصولی پہلو پر مختصر روشنی ڈالنی ہے تا کہ اندازہ ہو جائے کہ اسلام کی اس دفعہ سے جرائم کا کس طرح انسداد ہوتا ہے۔

---

(۱) مسند احمد: ج ۵، ص ۲۵۶

(۲) ابن ماجه، ابواب الحدود باب من اتی ذات محرم فاقتلوه

Marfat.com

دنیا کے ہر سماج اور معاشرے میں اچھائیاں بھی ہوتی ہیں اور برائیاں بھی اور یہ بہت زیادہ تشویش کی بات نہیں ہے۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ برائیوں کو ختم کرنے کا رجحان ختم ہو جائے۔ موجودہ دور میں یہی صورت حال پیدا ہو گئی ہے، آج چاہے کوئی کچھ کرے، اس کی روک ٹوک اس کے حق آزادی میں مداخلت سمجھا جاتا ہے۔ آج ہر آدمی مادر پدر آزاد ہے، کوئی کسی کو روکنے ٹوکنے والا نہیں، سماج و معاشرہ خاندان حتی کہ والدین کو بھی اب حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی اولاد کی کجرویوں پر اعتراض کریں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر طرف جرائم رونما ہو رہے ہیں اور دنیا تباہی کے کگار پر پہنچ چکی ہے۔ ایسی صورت میں انسانیت کو تباہی سے بچانے کا کوئی راستہ ہے تو وہ یہی ہے کہ اسلام کی اس دفعہ کو نافذ کر دیا جائے اور ہر شخص کو برائی پر نکیر کرنے کا حق دیا جائے، قرآن نے اس چیز کو فرض قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ط (ال عمران:۱۱۰)

”اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جہاں کہیں برائی نظر آئے بزور طاقت روک دیا جائے اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس کے خلاف زبان سے احتجاج کیا جائے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو کم از کم دل سے اسے برا سمجھا جائے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

من رای منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذلک اضعف الایمان[(۱)]

”تم میں سے جسے کوئی برائی نظر آئے تو چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے دور کر دے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے دور کرنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے غفلت پر اس طرح تہدید کی گئی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

---

(۱) مسلم کتاب الایمان، باب کون النھی عن المنکر من الایمان

Marfat.com

**ان الناس اذا راؤا الظالم فلم یاخذوا علی یدہ اوشک ان یعمھم اللّٰہ بعقاب منہ**[1]

''لوگ ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اس پر کوئی گرفت نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کردے۔ (یعنی وہ خود ظلم کا شکار ہو سکتے ہیں)

برائی کرنے والا خواہ امیر ہو، خواہ غریب ہو، افسر ہو یا ماتحت ہو، بڑا ہو یا چھوٹا ہو، ذی حیثیت ہو یا معمولی ہو ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ برائی پر نکیر کرے۔ شریعت میں کوئی شخص جواب دہی سے بالاتر نہیں ہے۔ اس سلسلے میں ایک طویل حدیث سابق میں درج کی جا چکی ہے، جس کے ابتدائی الفاظ اس طرح ہیں:

**الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ**[2]

''خبردار تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور ہر کوئی جواب دہ ہے۔''

شریعت میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح والدین اولاد کا احتساب کر سکتے ہیں، اسی طرح اولاد بھی ضروری اصول و آداب کے ساتھ والدین کا احتساب کر سکتے ہیں۔ شوہر بیوی کا اور بیوی شوہر کی محتسب ہو سکتی ہے۔ غرض کہ مسلمانوں کا ایک فرد دوسرے کا احتساب کر سکتا ہے اور یہ اس کا شرعی حق سمجھا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

**الدین النصیحۃ للّٰہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین و عامتھم**[3]

''دین نصح و خیر خواہی کا نام ہے اللہ کے لیے رسول کے لیے امام وقت کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے۔''

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ آدمی پر صرف انفرادی طور پر عائد نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ ایک اجتماعی ذمے داری بھی ہے۔ چناں چہ اسلامی ریاست کے فرائض میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی ایک فریضہ تصور کیا جائے گا اور وہ مختلف تدابیر سے اس کو ادا کرے گی۔ علمائے اسلام

---

(۱) ترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر

(۲) بخاری کتاب الاحکام باب قول اللہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

(۳) بخاری کتاب الایمان باب قول النبیؐ الدین النصیحۃ

Marfat.com

نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں کہ اسلامی ریاست میں ایک دوسرے کے محاسبہ کا دائرہ کار اور اس کے اصول وآداب کیا ہوں گے۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ سلطان وقت پر ضروری ہوگا کہ وہ لوگوں کو معروف کا حکم دیں اور منکر سے روکیں۔ معروف کے معنی میں تمام واجبات دین شامل ہیں خواہ وہ عبادات سے متعلق ہوں خواہ معاملات سے متعلق اسی طرح منکر کے معنی میں تمام محرمات دین شامل ہیں۔ خواہ وہ افکار وعقائد سے متعلق ہوں یا اکل وشرب یا معاملات سے متعلق اسی طرح معروف ومنکر کے مفہوم میں حدود وتعزیرات کا نفاذ بھی شامل کیا جائے گا۔[(۱)]

یہ اسلامی معاشرے کی چند اہم خصوصیات تھیں جو عام طور پر دوسرے معاشرے میں نہیں پائی جاتیں۔ اسلام ایک عملی مذہب ہے۔ اس لیے وہ صرف نظریات وعقائد ہی نہیں دیتا بلکہ معاشرے کو عملی رخ بھی عطا کرتا ہے۔ چناں چہ ان تفصیلات کی روشنی میں غور کیا جا سکتا ہے کہ اسلام نے معاشرے کو کتنا توازن عطا کیا ہے اگر ان پر کما حقہ عمل ہو تو انسانیت جرائم اور تباہی سے بچ سکتی ہے۔

## (ط) مسائل ومشکلات اور اسلام

موجودہ دور میں بہت سے لوگ مسائل ومشکلات سے گھبرا کر جرائم کی راہ اختیار کر رہے ہیں یا زندگی سے مایوس ہو کر خودکشی کر لیتے ہیں اور یہ دونوں صورتیں انتہائی تشویش ناک ہیں بلکہ ان کو انسانیت کے لیے خطرے کی گھنٹی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ایسی صورت میں ضروری ہو جاتا ہے کہ اس بارے میں اسلام کے نقطہ نظر کو واضح کیا جائے تا کہ جرائم اور خودکشی کے واقعات کا انسداد ہو۔

یہ دنیا ہے اور یہاں مسائل ومشکلات کے انبار ہیں ہر شخص یہاں کسی نہ کسی مصیبت میں گھرا ہوا ہے، یہاں کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جو سدا خوشی اور خوش حالی میں رہے، اسے کبھی نہ کبھی تنگ دستی، مرض یا حادثے کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ سب روزمرہ کے معمولات ہیں، ان سب کے بارے میں اسلام کا موقف یہ ہے کہ جو کچھ یہاں رونما ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اس کی مشیت سے ہوتا ہے اور اس میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَىْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ

---

(۱) دیکھیے الطبقة فی الاسلام، ابن تیمیہؒ

Marfat.com

وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۙ (البقرة:۱۵۵)

''اور ہم ضرور تمھیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمھاری آزمائش کریں گے۔ان حالات میں جولوگ صبر کریں انھیں خوش خبری دے دو۔''

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَاَخَذْنٰھُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ ○ (الانعام:۴۲)

''تم سے پہلے بہت سی قوموں کی طرف ہم نے رسول بھیجے اور ان قوموں کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی کے ساتھ ہمارے سامنے جھک جائیں۔''

مذکورہ بالا آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں مسائل و مشکلات دو وجوہ سے پیش آتی ہیں،ایک آزمائش کے لیے دوسرے تنبیہ کے لیے۔اگر بندہ مومن ہے تو اس کے ایمان میں نکھار پیدا کرنے کی غرض سے اس کو مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔اور اگر وہ مومن نہیں ہے یا ایمان و عمل میں کمزور ہے تو اس کی اصلاح اور تنبیہ کے لیے اس کو مصیبتوں میں ڈالا جاتا ہے۔احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگوں کے مقابلے میں اہل ایمان کو زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مومن کی ہر مصیبت خیر کے لیے ہوتی ہے۔ارشاد نبویؐ ہے:

من یرد اللّٰہ بہ خیراً یصیب منہ (۱)

''اللہ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کی مصیبتوں کے ذریعہ آزمائش کرتا ہے۔''

بعض احادیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ مومن کی مصیبت یا پریشانی اس کے بعض گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے تا کہ آخرت میں اس کو کوئی سزا نہ دی جائے۔ارشاد نبویؐ ہے:

اذا اراد اللّٰہ بعبدہ الخیر عجل لہ العقوبۃ فی الدنیا و اذا اراد بعبدہ الشر امسک عنہ بذنبہ حتی یوافی بہ یوم القیامۃ (۲)

''اللہ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہوں کی سزا دنیا

---

(۱) بخاری کتاب المرض باب ماجاء فی کفارۃ المرض

(۲) ترمذی ابواب الزھد باب فی الصبر علی البلاء

Marfat.com

میں دے دیتا ہے اور جب کسی کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اعمال کو قیامت تک کے لیے روک رکھتا ہے، جہاں وہ اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتے گا۔''

## صبر: مصائب ومشکلات کا حل

مسائل ومشکلات میں صبر وہ بنیادی کلید ہے جسے اسلام نے پیش کیا ہے اور جس سے آدمی مصیبتوں کے طوفان میں بھی ثابت قدم رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا وآخرت میں بھلائی ہی بھلائی ہے جو صبر کی صفت سے متصف ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○** (البقرة:۱۷۷)

''اور جو تنگی اور مصیبت کے وقت اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں، یہی ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔''

آدمی کو مختلف طور سے مشکلات پیش آتی ہیں۔ تنگ دستی، مرض اور موت، ہر صورت میں شریعت نے حکم دیا ہے کہ آدمی صبر کا دامن تھامے رہے، مثال کے طور پر معاشی تنگی کے وقت آدمی سخت آزمائشوں سے دوچار ہوتا ہے ایسے وقت میں وہ اپنی خودداری قائم نہیں رکھ پاتا اور دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں شریعت کی ہدایت ہے کہ آدمی صبر کرے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

**من يستعفف يغفر الله و من يستغن يغنه الله و من يستصبر يصبره الله وما اعطى احد عطاء خيرو اوسع من الصبر**[1]

''جو شخص سوال سے بچنا چاہے اللہ تعالیٰ اسے بچاتا ہے، جو انسانوں سے بے نیاز ہونا چاہے۔ اللہ اسے بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کرے اللہ اسے صبر کی توفیق دیتا ہے۔ کسی بھی شخص کو صبر سے بہتر اور وسیع کوئی چیز عطا نہیں ہوئی ہے۔''

اسی طرح مرض اور دیگر مصیبتوں کے وقت صبر کرنے کی فضیلت احادیث میں وارد ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

**ما يصيب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن**

---

(۱) بخاری کتاب الزکوٰۃ باب الاستغفار عن المسئلة

Marfat.com

ولا اذی ولا غم حتی الشوکة یشاکھا الا کفر اللّٰہ بھا من خطایاہ (۱)

''مسلمان کو کوئی مرض لاحق ہو جائے، کسی قسم کی تکان ہو، کوئی فکر، ملال تکلیف اور غم ہو، یہاں تک کہ کوئی کانٹا اسے چبھ جائے، تو بھی اللہ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف کرتا ہے۔''

## مصیبت زدوں کے ساتھ ہمدردی

اسلام نے جہاں مسائل و مشکلات میں آدمی کو صبر کرنے کی تلقین کی وہیں پر یہ ہدایت بھی کی کہ ایک مصیبت زدہ کے ساتھ ہمدردی کی جائے اور اس کی مصیبت دور کرنے کی تدابیر کی جائیں۔ ارشاد نبویؐ ہے:

ان رسول اللّٰہ قال المسلم اخو ا المسلم لا یظلمه ولا یسلمه و من کان فی حاجة اخیه کان اللّٰہ فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج اللّٰہ عنه کربته عن کربات یوم القیامة و من ستر مسلماً ستره اللّٰہ یوم القیامة (۲)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ تو اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے کسی ظالم کے حوالے کرتا ہے جو شخص اپنے بھائیوں کی مدد میں لگا ہوتا ہے اللہ اس کی مدد میں ہوتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی تکلیف دور کرے تو اللہ قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف اس کی دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی پردہ پوشی کرے گا۔''

## خودکشی کی حرمت

آدمی مصیبتوں سے بعض وقت اس قدر گھبرا جاتا ہے کہ وہ موت کی تمنا کرنے لگتا ہے اور بسا اوقات خودکشی کر لیتا ہے۔ یہ دونوں باتیں شریعت میں ناپسندیدہ ہیں، حدیث میں کہا گیا

---

(۲) بخاری کتاب المرض باب ماجاء فی کفارة المرض

(۳) بخاری کتاب المظالم باب لایظلم المسلم المسلم

Marfat.com

ہے کہ آدمی مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا کرے اور نہ خودکشی کرے بلکہ وہ صبر کے ساتھ تبدیلی حالات کا انتظار کرے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

**لایتمنّینّ احدکم الموت اما محسناً یزداد خیرا و اما مسیئا فلعله ان یستعب**(۱)

''تم میں سے کوئی بھی شخص (کسی مصیبت سے گھبرا کر) موت کی تمنا نہ کرے کیوں کہ اگر وہ نیکوکار ہے تو امید ہے کہ اس کی نیکی میں اضافہ ہو اور اگر وہ گناہ گار ہے تو ہوسکتا ہے کہ اسے توبہ کی توفیق مل جائے۔''

خودکشی عام طور پر لوگ کسی تکلیف مصیبت یا پریشانی سے چھٹکارا پانے کے لیے کرتے ہیں اور خودکشی کرنے والا سمجھتا ہے کہ مر جائے گا تو ساری تکلیفوں سے اسے نجات حاصل ہو جائے گی، لیکن اگر اسے معلوم ہو کہ جتنی بڑی تکلیف اور پریشانی کی وجہ سے وہ خودکشی کرنا چاہتا ہے خودکشی کی صورت میں اس سے کئی گنا زیادہ تکلیف اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا تو عین ممکن ہے کہ وہ اس سے باز رہے گا۔ اس بارے میں شریعت اسلامیہ یہی بات ذہن نشین کرانا چاہتی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

**من تردی من جبل فقتل نفسه فهو فی نار جهنم یتردی فیها خالدا مخلدا فیها ابدا و من تحسی سما فقتل نفسه فسم فی یده یتحساه فی نار جهنم خالدا مخلدا فیها ابدا و من قتل بحدیدة فحدیدته فی یده یتو جابها فی بطنه فی نار جهنم خالدا مخلدا فیها ابدا** (۲)

''جو شخص پہاڑ سے گر کر خودکشی کر لے وہ جہنم کی آگ میں جائے گا۔ اس میں وہ اوپر سے لڑھکتا رہے گا اور یہ کیفیت اس کے ساتھ ہمیشہ رہے گی اور جو شخص زہر کا گھونٹ پی کر خودکشی کرے گا تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے جہنم میں ہمیشہ ہی رہنا ہوگا اور جو کسی لوہے سے اپنے آپ کو مار ڈالے تو اس کا لوہا اس کے ساتھ میں ہوگا جس سے وہ اپنا پیٹ ہمیشہ چاک کرتا رہے گا اور وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہے گا۔''

---

(۱) بخاری کتاب المرض باب تمنی المریض الموت

(۲) بخاری کتاب الطب باب شرب السم

Marfat.com

## جرائم سے بچاؤ کی بعض فوری تدابیر

اوپر کی تفصیلات میں جو بات بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی خود جرم کا ارتکاب نہ کرے اور اس کے لیے جو محرکات ہو سکتے ہیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا قلع قمع کرنے کی کوشش کرے۔ ذیل میں بعض ان تدابیر کا ذکر کیا جاتا ہے، جن سے دوسروں کی طرف سے ممکنہ جرائم سے بچاؤ ہو سکتا ہے۔ بلاشبہ موجودہ دور میں آدمی طرح طرح کے جرائم کا مرتکب بھی ہو رہا ہے اور طرح طرح کے جرائم کا شکار بھی ہو رہا ہے۔ ان دونوں پہلوؤں سے بچاؤ کی صورت میں ہی مکمل طور پر جرائم کا انسداد ممکن ہے یعنی آدمی خود بھی جرائم کا ارتکاب نہ کرے اور دوسروں کو بھی موقع نہ دے یا ایسا ماحول فراہم نہ کرے کہ وہ جرم کا ارتکاب کر سکے۔ یہاں جو تدابیر بیان کی گئی ہیں وہ اس پہلو سے ہیں اور شرعی نصوص سے مستنبط ہیں۔

## جارحانہ حملوں سے بچاؤ کی تدابیر

موجودہ دور میں قتل اور جارحانہ حملوں میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر مجرم یہ انتہائی قدم کیوں اٹھاتا ہے کہ وہ دوسروں کا خون کر دے یا اس کی جان لے لے۔ اس کی بنیادی وجہ بغض ونفرت ہے اور بغض ونفرت غصہ وحسد کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور غصہ و حسد کے جذبات مختلف نفسیاتی وسماجی اسباب کے تحت جنم لیتے ہیں۔ اسلام نے تلقین کی ہے کہ آدمی خود ان منفی جذبات سے بچے اور دوسروں کو بچائے یعنی وہ ایسے اسباب پیدا نہ کرے کہ دوسروں کے دلوں میں اس کے متعلق غصہ اور حسد کے جذبات پیدا ہوں۔ چناں چہ اس کے لیے اسلام نے مختلف اور آسان تدابیر بھی بتائی ہیں، جن سے نفرت وکدورت دلوں سے زائل ہوتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم ایمان نہ لے آؤ اور تم ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو اور کیا میں تم کو وہ نسخہ نہ بتاؤں جس سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو، کہا گیا کہ کیوں نہیں آپ ضرور بتائیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے درمیان کثرت سے سلام کو رواج دو۔[1]

سلام ایک کلمۂ دعا ہے جس کے معنی ہیں کہ ''تم پر سلامتی ہو'' سلام کرنا دوسروں کو اپنی

---

(۱) ادب المفرد للبخاری باب افشاء السلام

Marfat.com

طرف سے مطمئن کرنا ہے۔ظاہر ہے کہ جب آپ دوسروں کو اپنے خطرات سے مطمئن رکھیں گے تو لازمی طور پر بھی دوسروں کی طرف سے آپ کو اطمینان رہے گا۔

بعض روایتوں میں کثرت سے سلام کرنے کے ساتھ ایک دوسرے کو کھانا کھلانے کا بھی ذکر ہے۔(۱) کھانا کھلانے سے بھی ایک دوسرے سے محبت اور لگاؤ پیدا ہوتا ہے اور اس طرح آدمی نفرت وحسد سے پیدا ہونے والے جرائم سے بچ سکتا ہے۔

بعض روایتوں میں ایک دوسرے کو تحفے تحائف دینے کی بھی تلقین کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ آپس میں نفرت وکدورت دور کرنے کا یہ تیر بہ ہدف نسخہ ہے۔(۲)

بعض روایتوں میں ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے اس سے بھی دلوں کی کدورتیں دور ہوتی ہیں۔انسان سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں اگر ان غلطیوں کو معاف کر دیا جائے تو اس سے خوش گواریاں پیدا ہوتی ہیں ورنہ دلوں میں کینہ ونفرت کے جذبات پلتے رہتے ہیں اور مختلف مواقع پر ان کا اظہار ہوتا رہتا ہے۔اسی لیے حدیث میں کہا گیا ہے کہ تم ایک دوسرے کے تعلق سے معافی اور درگزر کا رویہ اختیار کرو کیوں کہ اس سے دلوں میں موجود کینہ کپٹ دور ہوتا ہے۔(۳)

بعض وقت آدمی ایسی غلطی کر دیتا ہے کہ جس کی معافی آسان نہیں ہوتی لیکن ایسی صورت میں شریعت نے تلقین کی ہے کہ صبر وضبط کے ساتھ کام لیا جائے اور انتقام یا بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے کیوں کہ اس سے درپیش معاملہ ختم نہیں ہوگا بلکہ مزید شدت اختیار کرے گا لہٰذا آدمی کو ان مواقع پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیے۔ارشاد نبویؐ ہے ”تمھاری محبت محبوب میں اپنے آپ کو ضم کر دینے والی نہ ہو اور تمھارا غصہ دشمن کو یکبارگی ختم کر دینے والا نہ ہو۔“(۴)

جارحانہ عزائم کا ایک بہت بڑا سبب باہمی حقوق کی پامالی ہے اس لیے اگر آدمی دوسروں کی طرف سے مامون رہنا چاہتا ہے تو چاہیے کہ وہ ان کے تعلق سے جو حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں۔خوش دلی کے ساتھ انھیں ادا کرے دوسری صورت میں وہ فطری طور پر جارحانہ حملوں کا شکار ہو گیا۔

---

(۱) ادب المفرد للبخاری باب افشاء السلام

(۲) مؤطا امام مالك باب حسن الخلق حديث نمبر۱۶

(۳) فيض القدير شرح جامع الصغير نمبر ۳۳۰۹

(۴) ادب المفرد للبخاری باب لایکن بعضك تكلفا

Marfat.com

# جنسی جرائم سے بچاؤ کی تدابیر

جنسی جرائم عام طور پر جنسی نا آسودگی کے سبب رونما ہوتے ہیں۔ موجودہ دور میں تاخیر سے شادی ایک فیشن بن گئی ہے، جس سے بہت سے سماجی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ شریعت اسلامیہ کا حکم یہ ہے کہ بلوغت کے بعد فوراً شادی کر لینی چاہیے اور طویل عمر تک آدمی کو مجرد رہنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو باہ (ضروریات زندگی کی تکمیل یا جنسی قوت) کی استطاعت رکھتا ہو تو چاہیے کہ وہ شادی کے بندھن میں بندھ جائے کیوں کہ یہ نگاہوں کو نیچی رکھنے والی اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی ہے۔[1]"

مذکورہ حدیث میں جلد شادی کا جو حکم دیا گیا ہے اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ آدمی خود جلد شادی کرلے اس کے علاوہ اپنے معاشرہ کے افراد کو بھی اس پر تیار کرے کہ وہ بھی جلد شادی کرلیں۔ ظاہر ہے کہ اجتماعی زندگی میں جلد شادی کا رواج ہوگا تو جنسی جرائم کے واقعات کم رونما ہوں گے۔

جنسی جرائم کے تعلق سے عورتوں یا کمسن بچیوں کا اغوا اور ان سے زنا اور ان کا قتل روزانہ کے واقعات ہیں۔ موجودہ دور میں عورتوں کا گھروں سے باہر کی مصروفیات نے اس قسم کے جرائم میں کافی سہولیات فراہم کردی ہیں۔ اسلام کا حکم یہ ہے کہ عورتیں بلا کسی اشد ضرورت کے گھر سے نہ نکلیں اور اگر ان کا گھر سے نکلنا ضروری ہو تو تنہا نہ نکلیں۔ خصوصاً دور دراز سفر پر ہرگز تنہا نہ جائیں بلکہ کسی محرم کو ساتھ لے کر گھر سے نکلیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

**لا یحل لامرأة تؤمن باللّٰہ والیوم الأخر تسافر مسیرة یوم الا مع ذی رحم**[2]

"اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والی عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ایک دن کی مسافت بلا کسی محرم کے طے کرے۔"

اسی طرح بعض احادیث میں سورج غروب ہونے کے بعد بچوں کو گھروں سے باہر نکلنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(۱) مسلم کتاب النکاح باب الترغیب فی النکاح

(۲) مسلم کتاب الحج باب سفر المرأة الحج مع ذی رحم

Marfat.com

**اذا کان جنح اللیل او امسیتم فکفوا صبیانکم فان الشیٰطین تنتشر حینئذٍ** (۱)

''جب شام ہو چلے یا تم دن گزار چکو تو اپنے بچوں کو روکے رکھو (گھروں سے باہر نہ جانے دو) کیوں کہ شیاطین (مجرم) اس وقت پھیلتے ہیں۔''

## چوری ڈکیتی سے بچاؤ کی تدابیر

موجودہ دور میں چوری اور ڈکیتی کے واقعات میں بھی روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے ان کے مختلف اسباب میں دولت کی بے جا نمائش بھی ہے۔ اس لیے شریعت نے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے کہ آدمی اپنی دولت کا اس طرح اظہار نہ کرے کہ دوسروں کے اندر اس کے خلاف حسد کے جذبات پیدا ہوں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

**لا ینظر اللّٰہ الی من جر ثوبہ خیلاء** (۲)

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے کپڑے کو فخر کی وجہ سے گھسیٹتے ہیں۔''

ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے:

**کلوا واشربوا والبسوا و تصدقوا فی غیر اسراف ولا مخیلۃ** (۳)

''کھاؤ پیو اور پہنو اور صدقہ کرو بلا کسی اسراف اور فخر جتانے کے۔''

آدمی اپنی ذات اور اپنے مفاد کے تعلق سے تو خوب دولت بہاتا ہے لیکن ضرورت مندوں، محتاجوں اور غریبوں کے تعلق سے اس کا نفس تنگی کا شکار ہو جاتا ہے یہ چیز بھی جرائم کا سامان مہیا کرتی ہے۔ اس لیے حدیث میں منع کیا گیا ہے کہ آدمی بخل اور تنگ نظری سے بچے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(۱) بخاری کتاب بدء الخلق باب قول اللّٰہ تعالیٰ و بث فیھا من کل دآبۃ

(۲) بخاری کتاب اللباس باب قول اللّٰہ قل من حرم زینۃ اللہ

(۳) بخاری کتاب اللباس باب قول اللّٰہ قل من حرم زینۃ اللہ

Marfat.com

**ایاکم والشح فانہ اھلک من کان قبلکم سفکوا دمائھم، و قطعوا ارحامھم والظلم ظلمات یوم القیامۃ** (۱)

''بچو بخل سے کیوں کہ اس چیز نے ماقبل کے لوگوں کو برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ انھوں نے آپس میں خون بہائے اور رشتوں کو کاٹا اور ظلم قیامت کے دن تاریکی کا نام ہے۔''

## بدعنوانیوں سے بچاؤ کی تدابیر

موجودہ دور میں حرص اور لالچ نے انسان کو بالکل باؤلا کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ ہر ممکنہ طریقے سے زیادہ سے زیادہ دولت جمع کر لینا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر شعبۂ زندگی میں بدعنوانیاں عام ہیں۔ ایک معمولی کلرک بھی اس میں ملوث ہے اور اعلیٰ افسر بھی حتیٰ کہ وہ لوگ بھی اس سے بری نہیں ہیں، جن کے ہاتھ میں ملک و ریاست کی باگ ڈور ہے، جس کی پہنچ جتنی ہے وہ اسی مقدار میں خیانت اور بدعنوانی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دولت کو عزت و ذلت کا معیار بنایا گیا ہے، جس کے پاس مال و دولت کی بہتات ہو وہ باعزت سمجھا جاتا ہے۔ اس نے اپنی دولت حرام طریقے سے ہی کیوں نہ حاصل کی ہو اس کے برعکس جو مال و دولت سے محروم ہو یا دوسروں کے مقابلے میں کم ہو تو اس کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے چاہے وہ بذاتِ خود ایمان دار اور شریف ہی کیوں نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ بات سماج کو کھوکھلی کر دینے والی ہے۔ اگر دنیا بدعنوانیوں سے نجات چاہتی ہے تو اس کو اپنا معیار بدلنا پڑے گا اور دولت کے بجائے ایمان و تقویٰ کو عزت و ذلت کا معیار بنانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (النساء:۱۳۹)

''(اور جو لوگ اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں) کیا یہ لوگ عزت کی طلب میں ان کے پاس جاتے ہیں۔ حالاں کہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لیے ہے۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ
(الحجرات:۱۳)

---

(۱) ادب المفرد بخاری باب الرفق

Marfat.com

''در حقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار (تقویٰ والا) ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔''

سرکاری منصب پر فائز لوگ اپنا حق سمجھتے ہیں کہ جیسے چاہیں وہ اپنے منصب کو استعمال کریں۔ حتیٰ کہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں اور عام لوگوں کا استحصال کریں۔ شریعت اسلامیہ کے نزدیک ہر سرکاری عہدہ یا منصب ایک امانت ہے، جس کو دیانت کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ عہد نبویؐ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک صحابی حضرت ابن لتبیہؓ کو بنی سلیم سے صدقات وصول کرنے کا ذمہ دار بنایا گیا، وہ مختلف چیزیں لے کر آں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وران کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ لیکن بعض اشیاء انھوں نے اپنے پاس ہی رکھ لیں اور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یہ مجھے تحفے میں ملی ہیں۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے انھیں تنبیہ فرمائی کہ تم اپنے باپ یا ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھے رہے تا کہ چیزیں تمھارے پاس تحفے میں آ جاتیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم استعمل ابن اللتبیة علی صدقات بنی سلیم فلما جاء الی رسول اللّٰہ و حاسبه قال هذا الذی لکم و هٰذا هدیة اهدیت لی فقال رسول اللّٰہ فهلا جلست فی بیت ابیک و بیت امک و حتی تاتیک و هدیتک ان کنت صادقا[1]

''نبی کریم ﷺ نے ابن لتبیہ کو بنی سلیم سے صدقات وصول کرنے پر مامور کیا جب وہ صدقات وصول کر کے آپؐ کے پاس حاضر ہوئے اور آپؐ نے ان سے حساب کتاب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ چیزیں آپؐ کے لیے ہیں اور یہ یہ ہمارے لیے ہدیہ کی گئی ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تم کیوں نہ اپنے باپ یا ماں کے گھر بیٹھے رہے تا کہ یہ چیزیں تمھیں ہدیے میں ملتیں اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔''

موجودہ دور میں لوگوں کا مختلف طریقے سے معاشی استحصال کیا جاتا ہے ان میں سے ایک طریقہ صلاحیتوں کے مطابق حق المحنت نہ دینا بھی ہے، جس کی وجہ سے بدعنوانیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ شریعت اسلامیہ کی تعلیم یہ ہے کہ کام کرنے والے کو (چاہے وہ جس نوعیت کا کام ہو) اس کی صلاحیت کے مطابق نہ صرف پورا اجر دو بلکہ فی الفور ادا کرو۔ ارشاد نبویؐ ہے:

---

(۱) بخاری کتاب الاحکام باب محاسبة الامام عماله

Marfat.com

**عن النبی ﷺ قال قال اللہ تعالیٰ ثلثة انا خصمھم یوم القیامة رجل اعطیٰ بی ثم غدر و رجل باع حرا فاکل ثمنه و رجل استاجر اجیرا فاستوفی منه ولم یعطه اجره** (۱)

''نبی کریم ﷺ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین لوگوں سے میں جھگڑا کروں گا (یعنی ان کو سزائیں دلاؤں گا) ایک وہ آدمی جس نے میرا حوالہ دے کر کسی کو پناہ دی اور پھر غداری کی، دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد شخص کو بیچ ڈالا اور اس کی قیمت کھا گیا۔ تیسرا وہ آدمی جس نے کسی سے مزدوری کرائی اور پورا کام کرایا اور اس کو اس کی مزدوری نہیں دی۔''

## سیاسی جرائم سے بچاؤ کی تدبیر

موجودہ دور میں ملک و ریاست کا سارا نظام سیاست دانوں کے ہاتھوں میں آ گیا ہے۔ وہی سیاہ و سفید کے مالک سمجھے جاتے ہیں لیکن سیاست دانوں کا انتخاب جن طریقوں سے عمل میں آتا ہے اس سے نہ صرف ان پڑھ اور نالائق ملک کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو جاتے ہیں بلکہ مافیا اور جرائم پیشہ افراد بھی ان عہدوں تک پہنچ جاتے ہیں اور اس طرح وہ پورے معاشرہ کو جرائم کے جال میں پھنسا دیتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ کی تعلیم یہ ہے کہ نالائق اور نااہل لوگوں کو کوئی سرکاری عہدہ نہیں دیا جائے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ آپؐ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب واقع ہوگی اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

**فاذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة فقیل، کیف اضاعتها قال اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة** (۲)

''جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو، پوچھا گیا کہ امانت ضائع کرنا کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب معاملات ملک نااہلوں کے ہاتھ میں دے دیے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔''

اس حدیث کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ نہ صرف قرب قیامت کی

---

(۱) بخاری کتاب الاجارة باب اثم من منع اجر الاجیر

(۲) بخاری کتاب العلم باب من سئل علی و هو مستقل

Marfat.com

علامت کی طرف اشارہ کرتی ہے بلکہ قیامت کا منظر بھی پیش کرتی ہے یعنی جب کسی نا اہل کو کوئی عہدہ مل جاتا ہے تو وہ عوام الناس کا استحصال اس طرح کرتے ہیں کہ وہ تمنا کرنے لگتے ہیں کہ کاش قیامت واقع ہو جاتی اور اس نا اہل سے چھٹکارا مل جاتا موجودہ دور میں انسانی معاشرہ کا اضطراب اس حقیقت کی طرف رہ نمائی کرتا ہے۔ اس لیے لوگوں کی اولین ذمے داری ہے کہ انتخاب کے وقت وہ نا اہل، نالائق اور جرائم پیشہ افراد کی ہرگز حمایت نہ کریں۔

## صالح اجتماعیت۔ جرائم کے انسداد کے لیے لازم

جرائم کے رونما ہونے کے مختلف اسباب میں معاشرہ کا انتشار بھی ہے۔ ایک دور تھا جب آدمی پر سماج اور معاشرہ کا دباؤ رہتا تھا اور وہ محض اس وجہ سے مختلف برائیوں کے ارتکاب سے خود بچ جاتا تھا لیکن موجودہ دور میں معاشرہ اور سماج کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے۔ ہر آدمی اپنے آپ کو آزاد اور دوسروں کی جواب دہی سے بالاتر سمجھتا ہے۔ ایسی صورت میں ضرورت ہے کہ معاشرے کو دوبارہ منظم کیا جائے اور مثبت قدروں کو فروغ دیا جائے۔ اسی وجہ سے رسول کریم ﷺ نے بار بار تاکید کی ہے کہ جماعت اور اجتماعیت کو لازم پکڑو کیوں کہ جو شخص اجتماعیت سے الگ ہو جاتا ہے تو گویا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیتا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

**ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاۃ الغاصبة والناحیة فایاکم والشعاب و علیکم بالجماعة والعامة والمسجد(۱)**

''شیطان انسان کا بھیڑیا (دشمن) ہے جس طرح بھیڑیا تنہا اور الگ تھلگ پھرنے والی بکری کو اچک لیتا ہے (اس طرح تنہا اور اجتماعیت سے الگ انسان کو شیطان اچک لیتا ہے) لہٰذا تم گروہ بندی سے بچو اور جماعت، عوام الناس اور مسجد کو لازم پکڑو۔''

علمائے اسلام نے بیان کیا ہے کہ معاشرے سے مفاسد کا دفعیہ اور جرائم کا انسداد اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک ایک صالح اجتماعیت موجود نہ ہو۔(۲)

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ انسانی ضرورتیں اجتماع اور تعاون باہمی کے بغیر پوری

(۲) مسند احمد: ج۵، ص۲۳۳

(۱) التمهید لابن عبد البر ۲۱/۲۷۵

Marfat.com

ہو ہی نہیں سکتیں۔ انسانی ضروریات دو چیزوں پر منحصر ہیں۔ مصالح کا حصول اور مفاسد کا دفعیہ اور اس کے لیے لازم ہے کہ لوگ اکٹھا (اجتماعیت کے ساتھ) رہیں پس جب اس کے بغیر چارہ نہیں ہے تو لازم ہے کہ اجتماعیت چلانے کے لیے ایک نظم موجود ہو اور نظم کا انتظام و انصرام واضح اصولوں کی بنیاد پر ہی ممکن ہے جو صرف اسلام دیتا ہے لہٰذا جرائم کا قلع قمع کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی بنیادوں پر ایک اجتماعیت قائم کی جائے اور اسلامی اصولوں کے مطابق لوگ زندگی گزاریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید:۲۵)

''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔''

کسی بھی صالح اجتماعیت کا قیام محض لوگوں کے جمع ہو جانے یا کسی وقتی، دنیاوی اور مادی ضرورت کی تکمیل کی غرض سے ممکن نہیں ہے۔ اس کے لیے کسی مضبوط بنیادی اور اعلیٰ مقصد کی ضرورت ہے۔ اسلامی اجتماعیت کا وہی مقصد ہے جو نبوت کا ہے یعنی خلق کے لیے سعادت کا حصول اور ان کی مصالح و ضروریات کی تکمیل جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:۱۰۷)

''اے نبیؐ ہم نے تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

## خلاصۂ بحث

ان تفصیلات کی روشنی میں ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلام نے جرائم کے انسداد کی جو تدابیر بتائی ہیں وہ وقتی اور عارضی نہیں ہیں بلکہ ان میں گہری معنویت پنہاں ہے اور مستقل طور پر ان سے جرائم کا علاج ہوتا ہے بلکہ جرائم کے انسداد کے لیے اس سے بہتر کوئی دوسرا طریقہ لایا نہیں جا سکتا۔ ہر چند کہ اسلامی تعلیمات کا مقصد محض جرائم کا انسداد یا صرف دنیاوی مصلحتوں کا حصول نہیں ہے بلکہ اسلام دراصل پوری انسانیت کی فلاح کے لیے ہے، جس میں دنیاوی فلاح بھی مراد ہے اور اخروی فلاح بھی، انسان اپنی زندگی میں مختلف حیثیتوں کا مالک ہوتا ہے جیسے ذاتی،

Marfat.com

خاندانی، معاشرتی اور سیاسی دنیاوی واخروی وغیرہ۔ اسلام چاہتا ہے کہ وہ ہر حیثیت سے کامیاب اور سعادت مند ہو اور بالآخر وہ اپنے رب، مالک اور معبود کو خوش کرلے۔ اسلامی تعلیمات کا مقصد یہی ہے چناں چہ انسان جب تک جرائم اور برائیوں سے اجتناب نہیں کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کو خوش بھی نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (ال عمران:۱۶۲)

''بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص ہمیشہ اللہ کی رضا پر چلنے والا ہو وہ اس شخص کے سے کام کرے جو اللہ کے غضب میں گھر گیا ہو اور جس کا آخری ٹھکانہ جہنم ہو جو بدترین ٹھکانا ہے۔''

دوسری بات یاد رکھنے کی یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات کی افادیت اسی وقت ظاہر ہوگی جب ان پر عمل کیا جائے محض ان سے واقفیت حاصل کرلینا ایسے ہی ہے جیسے ڈاکٹر یا حکیم سے محض نسخہ لکھوا کر شفا کی امید کرنا لہٰذا یہاں انسداد جرائم کی جو تدابیر بیان کی گئی ہیں وہ اس وقت کارگر ہوسکتی ہیں جب ان کو روبہ عمل لایا جائے۔

---

Marfat.com

Marfat.com

## باب پنجم

# اسلام میں جرائم کا علاج

Marfat.com

Marfat.com

فصل:ا

# شریعت میں جرائم کے علاج کی صورتیں

کہا جاتا ہے کہ احتیاط علاج سے بہتر ہے۔ لیکن تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود اگر آدمی کو مرض لاحق ہو جائے تو علاج ضروری ہو جاتا ہے۔ اسلام نے جرائم کے متعلق اس اصول کو پوری طرح پیش نظر رکھا ہے۔ پہلے وہ ان کو روکنے کے لیے ہر ممکن تدبیر کرتا ہے۔ لیکن اگر اس کے باوجود آدمی جرم میں ملوث ہو جائے تو اس کا علاج تجویز کرتا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے جرائم کے علاج کی تین صورتیں بتائی ہیں۔ پہلی قسم حدود کا نفاذ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجرم نے ان جرائم کا ارتکاب اپنے جملہ شرائط کے ساتھ کیا ہو، جن کی سزائیں اللہ اور اس کے رسول نے مقرر کر دی ہیں، جن میں نہ کمی کی جا سکتی ہے اور نہ زیادتی تو وہ سزائیں مجرم پر اسی طرح نافذ کر دی جائیں گی۔ دوسری قسم قصاص ہے اس کے معنی بدلے کے ہیں۔ مجرم نے آ کر کسی کا قتل کر دیا ہو یا اس کو زخم یا چوٹ پہنچائی ہو تو اسی کے بقدر اس سے بدلہ لیا جائے گا۔ تیسری قسم تعزیرات ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جن جرائم پر سزائیں مقرر کی گئی ہیں مگر مطلوبہ شرائط پوری نہیں ہو رہی ہیں تو ایسی صورت میں مجرم کی حسب ضرورت تعزیر (مقررہ سزاؤں سے کمتر) کی جائے گی۔ ذیل میں ان میں سے ہر ایک کی جدا جدا عنوان کے تحت تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

## حدود

اسلام نے جن جرائم پر حد مقرر کی ہے ان میں (۱) زنا (۲) زنا کا الزام لگانا (۳) چوری (۴) شراب نوشی (۵) ارتداد (۶) ڈکیتی (۷) اور بغاوت ہیں۔

Marfat.com

## (۱) زِنا اور اس کی تعریف

فقہاء نے زنا کی مختلف انداز سے تعریف کی ہے لیکن اس سلسلے میں دو باتیں جان لینا کافی ہیں۔ ایک یہ کہ حرام کردہ جگہ میں جنسی خواہش کی تکمیل (مباشرت) کرنا۔ دوسری یہ کہ مباشرت کا قصد کرنا۔ چناں چہ زنا کے اِثبات کے لیے یہ کافی ہے کہ زانی اپنے عضو خاص کو قصد و ارادے سے شرم گاہ میں داخل کرے، خواہ اس میں انتشار ہو یا نہ ہو، وہ مکمل طور سے داخل ہو یا نہ ہوا ہو یا خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اگر عورت سے جس سے جماع کیا گیا ہے، اس کے نکاح یا ملک میں نہیں ہے تو وہ زنا سمجھا جائے گا۔(۱)

## اثبات زنا کے شرائط

شریعت نے کسی جرم کو ثابت کرنے کے لیے کچھ شرائط متعین کی ہیں، زنا کے اثبات کے لیے بھی کچھ شرائط ہیں۔ ان کی موجوگی ہی میں مجرم پر سزا کا نفاذ ہوگا۔ زنا کے اثبات کے لیے من جملہ تین طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ زانی خود سے آکر عدالت میں اقرار کرے دوسرا یہ کہ اس کے خلاف شہادت موجود ہو اور تیسرا یہ کہ قرائن موجود ہوں۔

۱۔ شریعت نے مجرم کے اقرار کو معتبر سمجھا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اقرار صحیح الدماغی کی حالت میں کیا جائے اور یہ اقرار مجلس قضا میں ہو۔ بعض فقہا نے یہ بھی شرط لگائی ہے کہ اقرار ایک سے زائد بار ہوتا کہ قاضی کو یقین ہو جائے کہ وہ اپنے اقبالِ جرم میں صادق ہے۔

۲۔ زنا کے اثبات کے لیے قرائن موجود ہوں، جیسے عورت حاملہ ہو اور اس کا حمل ظاہر ہو جائے جب کہ اس کی شادی نہ ہوئی ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ وہ زنا کی مرتکب ہوئی۔

۳۔ شہادت موجود ہو۔ شریعت اسلامیہ میں عام مسائل کے اثبات کے لیے دو گواہ کافی سمجھے گئے ہیں، لیکن زنا کے اثبات کے لیے کم از کم چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے کہ مکلف عاقل و بالغ ہوں۔ گفتگو کرنے پر قدرت رکھتے ہوں (گونگے نہ ہوں) عمل زنا

---

(۱) التشریع الجنائی الاسلامی ج ۲، ص ۳۴۲ دیکھیے بحث وارکان جریمۃ الزنا

Marfat.com

کا مشاہدہ کیا ہو، عادل ہوں (عادل سے مراد احکام شرعیہ پر عامل اور کبائر سے اجتناب کرنے والے ہوں) مسلمان ہوں، وہ زانی کے قرابت داروں میں نہ ہوں۔ آپس میں دشمنی کا سلسلہ نہ ہو، تمام گواہ مرد ہوں (اس بارے میں عورت کی گواہی معتبر نہیں ہے) اور سارے گواہ ایک ہی مجلس میں گواہی پیش کریں۔

## احصان کی شرائط

اگر زانی شادی شدہ ہو تو اس کے لیے مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ درج ذیل شرائط کی موجودگی بھی ضروری ہیں:

۱۔ نکاح صحیح میں اپنی بیوی سے جماع کر چکا ہو، اگر نکاح فاسد میں جماع کیا ہو تو سزا نافذ نہ ہوگی۔ اسی طرح نکاح صحیح تو ہو مگر جماع نہ کیا ہو تو اس صورت میں بھی سزا کا نفاذ نہیں ہوگا۔

۲۔ عاقل و بالغ ہو کسی بچہ اور مجنون پر حد جاری نہ ہوگی۔

۳۔ مسلم ہو، اس کے معنی یہ ہیں کہ میاں بیوی دونوں مسلمان ہوں دوسری صورت میں سزا نافذ نہ ہوگی۔ بعض فقہاء کے نزدیک مسلمان ہونا ضروری نہیں ہے۔

۴۔ احصان کی جملہ شرائط میاں بیوی دونوں کے اندر یکبارگی موجود ہوں۔ اگر ان میں سے کسی ایک کے اندر کوئی شرط مفقود ہو تو اس صورت میں بھی سزا نافذ نہ ہوگی بعض فقہاء کے نزدیک ملزم کے اندر جملہ شرائط کا ہونا کافی ہے۔[۱]

## زنا کی سزا

شریعت میں زنا کی تین سزائیں مقرر کی گئی ہیں:

۱۔ جلد (کوڑے مارنا)

۲۔ تغریب (شہر بدر کرنا)

۳۔ رجم (پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دینا)[۲]

---

(۱) المغنی لابن قدامه ج۱۱ بحث الزنا، والتشریع الجنائی الاسلامی ج۲ الزنا

(۲) ایضاً نیز المغنی لابن قدامه ج۸ کتاب الحدود دیکھیے زنا کی بحث

Marfat.com

غیر شادی شدہ کو سو کوڑے اور شہر بدر کی سزا دی جائے گی اور شادی شدہ زانی پر رجم کی سزا کا نفاذ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (النور:۲)

''زانیہ (غیر شادی شدہ) عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامن گیر نہ ہو۔ اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔''

حدیث میں وارد ہے، جس میں رجم کی سزا کی تعیین کی گئی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:

لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله و انى رسول الله الا باحدى ثلاث النفس بالنفس والثيب الزانى والمفارق لدينه التارك الجماعة (۱)

''کسی مسلمان کا جو توحید اور رسالت کا اقرار کرتا ہو، کا خون حلال نہیں ہے مگر تین وجوہ سے یا تو اس نے خود کسی کا قتل کیا ہو تو قصاص میں اس کو قتل کیا جائے گا یا شادی شدہ ہو کر زنا کا ارتکاب کیا ہو (تو اس کو رجم کیا جائے گا) یا مرتد ہو گیا ہو اور مسلمانوں کی جماعت سے نکل گیا ہو تو اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔''

چناں چہ عہد نبوی میں چند لوگوں کو جنھوں نے شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کیا تھا رجم کی سزا دی گئی۔ شہر بدری کے سلسلہ میں حدیث میں وارد ہے:

البكر بالبكر جلد مائة و نفى سنة (۲)

''کنواری سے کنوارے کی زنا کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے۔''

(۱) بخاری کتاب الدیات باب قول الله ان النفس بالنفس

(۲) مسلم کتاب الحدود

Marfat.com

شہر بدری کی سزا کے سلسلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ضروری نہیں ہے۔ بعض نے مردوں کے لیے تو ضروری قرار دیا ہے لیکن عورتوں کو اس کی سزا نہ دی جائے گی۔ بعض فقہاء نے یہ کہا کہ ہر ایک پر اس کا نفاذ ہوگا۔

## (۲) بہتان تراشی (قذف)

بہتان تراشی سے مراد کسی پر زنا کا الزام لگانا ہے یا اس کے نسب کا انکار کرنا ہے۔
بہتان تراشی کی سزا کے نفاذ کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

۱- الزام لگانے والا مکلّف (عاقل، بالغ) ہو۔ بچہ، مجنوں اور نشے کی حالت میں الزام لگانے والے پر سزا نافذ نہ ہوگی۔

۲- مختار ہو یعنی اپنی مرضی سے الزام لگائے نہ یہ کہ کسی نے الزام لگانے پر مجبور کیا ہو۔

۳- الزام لگانے والا باپ نہ ہو۔ جمہور فقہاء کے نزدیک باپ کا الزام بیٹے پر قابل حد نہ ہوگا۔

۴- الزام لگانے والے اور جس پر الزام لگایا جائے اس کے درمیان میاں، بیوی کا تعلق نہ ہو۔ کیوں کہ اس صورت میں شریعت نے لعان کا قانون دیا ہے۔

۵- جس پر الزام لگایا جائے وہ مکلّف ہو۔

۶- وہ مسلمان ہو۔

۷- وہ آزاد ہو۔

۸- وہ پاک دامن ہو کیوں کہ دوسری صورت میں الزام کے درست ہونے کا قرینہ ہوگا۔

۹- وہ الزام لگانے والے کے خلاف مقدمہ دائر کرے۔

۱۰- صریح الفاظ میں زنا کا الزام لگایا گیا ہو۔ اشارے کنائے سے لگائے گئے الزامات حد کے مستوجب نہ ہوں گے۔

۱۱- الزام لگانے والا چار گواہ پیش کرنے سے قاصر ہو۔

## بہتان تراشی کی سزا

شریعت میں الزام تراشی کی دو سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ ایک سزا اصلی ہے اور دوسری سزا اضافی ہے۔ وہ یہ ہیں:

Marfat.com

۱۔ جلد، اسّی کوڑے مارنا

۲۔ مردود الشہادہ۔ ہمیشہ کے لیے اس کا گواہی کے بارے میں ناقابل اعتبار ہو جانا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاۤءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰۤئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۙ (النور:۴)

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔''

## (۳) چوری

شریعت اسلامی نے چوری کو ان جرائم میں شامل کیا ہے، جن کی حدود مقرر ہیں۔ فقہاء نے چوری کی تعریف مختلف انداز سے کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی عاقل و بالغ شخص کا کسی دوسرے شخص کے مال کو مقررہ نصاب کے بہ قدر جو صاحب مال کی حفاظت میں ہو، خفیہ طور سے لے لینا۔

## اثباتِ چوری کی شرائط

چوری کو چور کے خلاف ثابت کرنے اور اس پر مقررہ حد نافذ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں۔

۱۔ چور مکلّف (عاقل بالغ) ہو۔ بچہ پاگل (مجنوں کی چوری حد کی مستوجب نہ ہو گی)

۲۔ مختار ہو یعنی چوری پر اسے مجبور نہ کیا گیا ہو۔

۳۔ محتاج نہ ہو۔ اس کو بھوک پیاس کی وہ اضطراری کیفیت درپیش نہ ہو جس میں حرام اشیاء حلال ہو جاتی ہیں۔

۴۔ چوری کسی قریبی متعلق مثلاً بیٹے کے مال میں نہ کی گئی ہو، بعض فقہاء نے اس تعلق کو ذی رحم تک وسیع مانا ہے۔

۵۔ چوری کے مال میں چور کا اشتراک نہ ہو، جیسے مال غنیمت یا بیت المال سے چوری کرنا۔

Marfat.com

۶۔ چوری کرنے والا حالتِ جہاد (قتال) میں نہ ہو۔
۷۔ چوری کرنے والی چیز قدر و قیمت رکھتی ہو، جیسے سونا چاندی یا دیگر معدنیات یا روپے پیسے وغیرہ مٹی پتھر اور اینٹ کی چوری پر سزا کا نفاذ نہ ہوگا۔
۸۔ چوری کی جانے والی چیز حرام اشیاء میں سے جیسے سور، شراب وغیرہ نہ ہو۔
۹۔ چوری کی جانے والی چیز بہ جلد خراب ہو جانے والی نہ ہو جیسے سبزی پھل وغیرہ۔
۱۰۔ چوری کرنے والی چیز غیر کی ملکیت میں ہو۔
۱۱۔ مال مسروقہ نصاب کے بقدر ہو۔ نصاب کے تعین میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض فقہاء نے ربع دینار یا تین درہم قرار دیا ہے۔ بعض کے نزدیک چار دینار یا چالیس درہم ہے۔ بعض کے نزدیک کم ہو زیادہ دونوں کا حکم ایک ہے۔
۱۲۔ چوری خفیہ طور پر چھپ کر کی گئی ہو صاحبِ مال کی مرضی سے لیا گیا یا علی الاعلان حاصل کیا ہوا مال چوری میں شمار نہ ہوگا۔
۱۲۔ مال حفاظت سے رکھا گیا ہو۔ شارع عام پر پڑا ہوا مال یا غیر محفوظ مال کی چوری پر سزا نہیں دی جائے گی۔

## چوری کی سزا

شریعت نے چوری کی سزا ہاتھ کا کاٹ دینا مقرر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (المائدۃ:۳۸)

”اور چور خواہ عورت ہو یا مرد دونوں کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا۔ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔“

فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہاتھ کی تعریف میں پیر بھی داخل ہے۔ چناں چہ پہلی بار کی چوری پر مجرم کا دایاں ہاتھ کہنیوں تک کاٹا جائے گا اور دوسری بار کی چوری میں بایاں پیر ٹخنوں تک۔

## (۴) ڈکیتی

چوری کی ایک قسم وہ ہے، جس میں آدمی علی الاعلان طاقت کے زور پر دوسروں کے

Marfat.com

مال پر قبضہ کر لیتا ہے یا اسے چھین لیتا ہے۔ عام زبان میں اسے ڈکیتی کہتے ہیں اور فقہ کی زبان میں حرابہ۔ اگر چہ ڈکیتی بھی چوری کے مفہوم میں شامل ہے۔ لیکن دونوں میں کافی فرق ہے۔ چوری خفیہ طور پر کسی کے مال کو لینے کو کہا جاتا ہے اور ڈکیتی مال کے حصول کے لیے طاقت یا ہتھیار کے ساتھ نکلنے (خروج) کو کہتے ہیں۔ چوری کا بنیادی رکن مال کا لے لینا ہے جب کہ ڈکیتی کا بنیادی رکن غلبے کے ساتھ مال لینے کا ارادہ کرنا ہے۔ چناں چہ جب تک چوری کا فعل واقع نہ ہو چور کو حد کی سزا نہیں دی جا سکتی۔ لیکن ڈکیت اپنے مقصد میں کام یاب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ ہر حال میں سزا کا مستحق ہوگا۔ فقہاء نے ڈکیتی کے تعلق سے درج ذیل صورتیں بیان کی ہیں:

۱۔ آدمی ہتھیار لے کر قصد و ارادے سے ڈکیتی کرنے کے لیے نکلا لیکن نہ وہ مال حاصل کر سکا اور نہ کسی کا اس نے قتل کیا۔

۲۔ ڈکیتی کے ارادے سے گھر سے نکلا اور اس نے مال حاصل کر لیا، لیکن وہ کسی کے قتل کا مرتکب نہیں ہوا۔

۳۔ ڈکیتی کے ارادے سے نکلا، مال تو حاصل نہ کر سکا، البتہ قتل کا مرتکب ہوا۔

۴۔ ڈکیتی کے ارادے سے نکلا مال بھی حاصل کیا اور قتل کا ارتکاب بھی کیا۔

## اثباتِ جرم کی شرائط

ڈکیتی کے اثبات کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ جماعت کے ساتھ مل کر اس کا ارتکاب کیا جائے۔ تنہا ایک فرد بھی، اگر اس نے جملہ شرائط کے ساتھ اس جرم کا ارتکاب کیا تو محارب (ڈکیت) سمجھا جائے گا۔ بعض فقہاء کے نزدیک ہتھیار لے کر نکلنے کی بھی شرط ضروری نہیں ہے بلکہ محض قوت و غلبہ کا مظاہرہ بھی اس کے اثبات کے لیے کافی ہوگا۔ اس طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ آدمی بہ نفس نفیس اس میں شریک ہو بلکہ اس سلسلے میں دوسرے کسی اعانت یا بالواسطہ شرکت بھی حرابہ کی تعریف میں شامل تصور کیا جائے گا۔ اس طرح مرد اور عورت کے درمیان بھی کوئی تفریق نہیں ہے۔ اس سلسلے میں یہ بھی لازم نہیں ہے کہ لوٹا گیا مال چوری کے مقررہ نصاب کے بہ قدر ہو۔ بعض فقہاء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ڈکیتی کی واردات خواہ شہر (آبادی) میں کی گئی ہو خواہ شہر سے باہر۔ دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔ البتہ بعض فقہاء نے دارالاسلام کی قید لگائی ہے۔ تاہم دارالاسلام میں یہ واردات کسی مسلم، ذمی یا معصوم الدم کے ساتھ پیش آئی ہو جبھی مجرم پر سزا کا نفاذ ہوگا۔

Marfat.com

## ڈکیتی کی سزا

شریعت میں ڈکیتی کی چار سزائیں مقرر کی گئی ہیں:

(۱) قتل (۲) پھانسی (۳) قطع ید (۴) نفی (ملک بدری) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَرۡجُلُہُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ؕ (المائدة:۳۳)

''جولوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پیر مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا جلاوطن کر دیے جائیں۔''

فقہاء نے بیان کیا ہے کہ ڈکیتی کی جس طرح مختلف صورتیں ہیں اسی طرح اس کی سزا بھی مختلف صورتوں میں بیان کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر جس نے صرف دہشت پھیلائی ہو تو اسے اَوْ یُنفَوْا مِنَ الْاَرْضِ کے تحت شہر بدر کیا جائے گا (بعض فقہاء نے نفی الارض سے مجرم کا قتل مراد لیا ہے۔ بعض نے قید و بند کے معنی میں لیے ہیں) جس نے صرف مال لوٹا ہو تو اسے اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ وَ اَرْجُلُھُمْ مِنْ خِلَافٍ کے تحت اس کے ہاتھ اور پیر مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں گے یا جس نے قتل کا ارتکاب کیا ہو لیکن مال نہ لوٹا ہو اَنْ یُّقَتَّلُوْا کے تحت اسے قتل کر دیا جائے گا اور جس نے قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو تو اسے اَوْ یُصَلَّبُوْا کے تحت پھانسی دے دی جائے گی۔ بعض فقہاء نے بیان کیا ہے کہ حاکم وقت یا قاضی کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جس سزا کو مناسب سمجھے جاری کرے۔[۱]

## (۵) شراب نوشی

اسلام میں شراب اور دیگر تمام نشہ آور اشیاء نہ صرف حرام ہیں بلکہ ان پر حد بھی مقرر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَ الۡمَیۡسِرُ وَ الۡاَنۡصَابُ

(۱) المغنی لابن قدامه کتاب الحدود و التشریع الجنائی الاسلامی، عبد القادر عوده دیکھیے متعلقہ باب

Marfat.com

وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ (المائدة:۹۰)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے یہ سب گندے اور شیطانی کام ہیں ان سے پرہیز کرو امید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہوگا۔''

حدیث میں وارد ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**کل مسکر حرام و کل خمر حرام** (۱)

''ہر نشہ آور چیز شراب (کے حکم میں) ہے اور ہر شراب حرام ہے۔''

## اثباتِ جرم کی شرائط

شراب پینے والے پر مقررہ حد جاری کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اس نے شراب پی ہو۔

۱- عاقل، بالغ اور مکلّف ہو۔
۲- اس نے اپنی مرضی سے شراب پی ہو۔ زبردستی پلائی گئی شراب پر حد جاری نہ ہوگی۔
۳- وہ اضطراری کیفیت کا شکار نہ ہو یعنی وہ ان حالات کا شکار نہ ہو، جن میں محرمات حلال ہو جاتے ہیں۔
۴- اس کے شراب کی حرمت معلوم ہو (اسلامی ریاست میں یہ عذر قابل قبول نہ ہوگا)
۵- شراب پینے کا پکا ثبوت مل جائے، کم از کم دو لوگوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہو یا خود شرابی اس کا اقرار کر لے، یا اس کے اندر سے شراب پینے کی بو آئے، یا وہ شراب کی قے کرے ان صورتوں کو معتبر سمجھا جائے گا اور اس پر سزا کا نفاذ ہوگا۔

## شراب نوشی کی سزا

قرآن میں شراب کی حرمت بیان کی گئی ہے، لیکن اس کی حد کا تعین اس میں نہیں کیا گیا ہے۔ احادیث میں اس سلسلے میں مختلف روایتیں ملتی ہیں۔ عہد نبویؐ میں شرابی کو چالیس کوڑے

(۲) ترمذی کتاب الاشربہ باب ماجاء فی شارب الخمر

Marfat.com

مارے جاتے تھے لہٰذا بعض فقہاء نے اسی کو اس کی حد قرار دیا۔ بعد کے عہد میں مصالح کے پیش نظر خلفائے راشدین نے اس میں اضافہ کیا اور اسّی کوڑے مارے گئے۔ لہٰذا بعض فقہاء نے کہا ہے کہ شراب نوشی کی حد یہی ہے ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ شراب نوشی کی کم از کم سزا چالیس کوڑے ہے اور زیادہ سے زیادہ اسّی کوڑے، جس کا حاکم وقت یا قاضی حسب تقاضا نفاذ کرے گا۔

## (۶) ارتداد

دین اسلام سے پھر جانے کو ارتداد کہا جاتا ہے۔ شریعت کی نگاہ میں یہ ایک ایسا جرم ہے، جس کی سزا دنیا میں بھی دی جائے گی اور آخرت میں بھی۔ آخرت کی سزا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، دنیا میں اس کو قتل کی سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○** (البقرہ:۲۱۷)

''اور تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا۔ اس کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے۔ یہ لوگ جہنم میں ہمیشہ جلتے رہیں گے۔''

حدیث میں وارد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**لا يحل دم امرئ مسلم... الا باحدى ثلاث... والمفارق لدينه التارك الجماعة** (۱)

''مسلمان کا خون حلال نہیں ہے مگر تین وجوہ سے ان میں سے ایک وہ شخص ہے جس نے اپنا دین (اسلام) چھوڑ دیا اور جماعت اسلامیہ سے نکل گیا ہو۔''

## اثباتِ جرم کی شرائط

ارتداد کے اثبات کے لیے فقہاء نے مندرجہ ذیل شرائط متعین کی ہیں۔ اگر وہ مرتد کے اندر پائی جائیں تو وہ سزا کا مستحق ہوگا۔

(۱) بخاری کتاب الدیات، باب قول اللّٰہ ان النفس بالنفس

Marfat.com

۱- دین اسلام سے پھر جانے کا نام ارتداد ہے۔ اگر کوئی شخص عیسائیت سے یہودیت قبول کرلے اور ہندومت سے عیسائیت قبول کرلے تو اس کو مرتد نہیں کہا جائے گا۔ اسلام سے پھر جانے کے مختلف مفہوم ہوسکتے ہیں۔ جیسے آدمی کا قول وعمل سے ثابت کرنا کہ اس نے اپنا دین بدل دیا ہے۔ دینی تعلیمات اور احکام کا مذاق اڑانا، حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرانا یا واجب کردہ احکام کے وجوب سے انکار کرنا۔ اسلامی عقائد کے خلاف عقیدے رکھنا اور اسلامی قوانین کے مطابق اپنے معاملات کو فیصل نہ کرنا وغیرہ۔

۲- مرتد ہونے والا مکلّف ہو یعنی عاقل و بالغ ہو۔ بچہ، مجنوں اور مرض نیند یا نشے کی حالت میں کلمہ ارتداد کہہ دینے سے ارتداد ثابت نہ ہوگا۔

۳- مرتد ہونے والا اپنی مرضی سے ارتداد اختیار کرے۔ زبردستی یا کسی دباؤ میں ارتداد قبول کرنے والے کو سزا نہ دی جائے گی۔

۴- جمہور فقہاء کے نزدیک اگر وہ ارتداد کے بعد توبہ کرلے تو اس پر حد کا نفاذ نہ ہوگا۔ فقہاء نے بیان کیا ہے کہ توبہ کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تین دن کی مہلت دی جائے گی۔

## (۷) بغاوت

بغاوت یعنی اسلامی حکومت کے خلاف خروج بھی ان جرائم میں شامل ہے، جس کی کتاب وسنت میں حد مقرر کی گئی ہے۔ بغاوت کی سزا باغی کا قتل کردینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○ (الحجرات:۹)

''اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والوں سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

**ستكون هنات و هنات و رفع صوته الا من خرج علی امتی وهم جميع فاضربوا عنقه با السيف كائنا من كان**(۱)

''عنقریب مصائب (فتنہ و فساد) آن پڑیں گے۔ آپ نے اپنی آواز بلند کر کے فرمایا: خبردار تم میں سے جو میری امت پر خروج کرے حالاں کہ وہ متحد ہو تو اس کی گردن اڑا دو۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو۔''

## بغاوت کی تعریف

فقہاء نے بغاوت کے معنی و مفہوم کے تعین میں اختلاف کیا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک تسلیم شدہ امام کی اطاعت سے روگردانی کرنا۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک امام برحق کی اطاعت کے بغیر کسی حق سے روگردانی کرنا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک امام کی مخالفت کرنا اس کے خلاف خروج کر کے یا اس کی اطاعت نہ کر کے اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک امام کے خلاف اگر چہ وہ عدل پر قائم نہ ہو طاقت کے ساتھ خروج کرنا بغاوت ہے۔

## اثباتِ بغاوت کی شرائط

بغاوت کے اثبات کے لیے من جملہ تین اہم شرائط بیان کی گئی ہیں:

۱- امام کے خلاف خروج

۲- امام کے خلاف خروج کے ساتھ طاقت کا استعمال

۳- بغاوت کی ہمت کرنا، خروج ہو یا طاقت کا استعمال لیکن بغاوت کی نیت نہ ہو تو اس کو باغی نہیں سمجھا جائے گا۔

---

(۱) نسائی: ج ۲، كتاب التحريم

Marfat.com

فصل ۲:

# قصاص

شریعت اسلامیہ کا یہ امتیاز ہے کہ اس نے جان اور عزت و آبرو کو نہ صرف حد سے زیادہ اہمیت دی ہے بلکہ وہ اس کی حفاظت کی ضمانت بھی دیتا ہے۔ اسی غرض سے اس میں حدود و تعزیرات مقرر کی گئی ہیں تاکہ کسی بھی درجہ میں کسی کی عزت و آبرو کی پامالی نہ ہو اور اسی غرض سے اس میں قصاص کی دفعات مقرر کی گئی ہیں تاکہ لوگ ایک دوسرے کی جان کا احترام کریں اور معاشرے میں خون خرابہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (البقرۃ:۱۷۸)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے لیے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔ آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اس سے آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے گا، غلام قاتل ہو تو وہ غلام ہی قتل کیا جائے گا اور عورت اس جرم کی مرتکب ہو تو اس عورت ہی سے قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا بھائی کچھ نرمی کے لیے تیار ہو تو معروف طریقے کے مطابق خوں بہا کا تصفیہ ہونا چاہیے اور قاتل کو لازم ہے کہ راستی کے ساتھ خون بہا ادا کرے یہ تمھارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ اس پر بھی جو زیادتی کرے اس کے لیے دردناک سزا ہے۔"

Marfat.com

## قتل اور اس کی سزا

کسی انسان کو جان سے مار دینا جرم عظیم ہے۔ قرآن مجید میں اس کو پوری انسانیت کے قتل کا مترادف قرار دیا گیا ہے (المائدہ:۳۲)۔ چناں چہ اسلام میں قتل کی سزا بہت سخت رکھی گئی ہے، جو دنیا و آخرت دونوں جگہ دی جائے گی۔ آخرت کی سزا جہنم ہے، جس میں قاتل ہمیشہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا○ (النساء:۹۳)

''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے۔''

دنیا میں قتل کی سزا مختلف پہلوؤں سے نافذ ہوتی ہے۔ جیسے:

۱- قصاص یعنی جان کے بدلے جان
۲- دیت یعنی قاتل کا مقتول کے ورثاء کو خاطر خواہ مال ادا کرنا
۳- کفارہ، غلام کی آزادی یا دو مہینے مسلسل روزے رکھنا
۴- میراث سے محرومی، اگر قاتل مقتول کا وارث ہو تو اس کا وراثت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔
۵- وصیت سے محرومی۔ اگر مقتول قاتل کے لیے اپنے مال میں کچھ وصیت کرے تو وہ ناقابل اعتبار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ کَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ کَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ○ (المائدۃ:۴۵)

''اور تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے

Marfat.com

بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ۔ پھر جو قصاص کا صدقہ کرے گا وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔"

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَأً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ (النساء:۹۲)

"اور کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ دوسرے مومن کو قتل کرے الا یہ کہ اس سے چوک ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور اگر مقتول کسی ایسی قوم سے تھا، جس سے تمھاری دشمنی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا، جس سے تمھارا معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خوں بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا، پھر جو غلام نہ پائے وہ پے در پے دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔"

## قتل کی قسمیں

شریعت میں قتل کی مختلف قسمیں بیان کی گئی ہیں اور اس کے اعتبار سے سزا کا نفاذ ہوگا جیسے:

۱۔ قتل عمد۔ قاتل کا پورے قصد و ارادے سے مقتول کو مارنا کہ وہ مر جائے۔ اس کی تین شرائط ہیں:

Marfat.com

مقتول زندہ ہواور انسان ہو۔ اگر وہ مردہ ہو یا انسان نہ ہو تو قتل ثابت نہ ہوگا۔

مقتول کی جان قاتل کے فعل سے نکلے۔ خواہ اس کے لیے جو بھی طریقہ اختیار کیا گیا ہو

قاتل مقتول کی جان لینے کا ارادہ رکھتا ہو۔

قتلِ شبہ عمد۔ قاتل نے مقتول کو قصد وارادے سے مارا ہو لیکن اس کا مقصد جان لینا نہ ہو اس کی تین شرطیں ہیں:

مقتول قاتل کے فعل (مار) سے مرا ہو۔

قاتل نے مقتول پر زیادتی کا ارادہ کیا ہو۔

موت اور سبب موت کے درمیان تعلق ہو۔

۲۔ قتل خطا۔ قاتل نے غلطی (خطا) سے مقتول کی جان لے لی ہو۔ جیسے اس نے شیر مارنے کے لیے گولی چلائی اور وہ کسی انسان کو لگ گئی۔

قتلِ عمد کی سزا قصاص، دیت، تعزیراً میراث سے محرومی کی صورت میں نافذ ہوگی۔

قتل شبہ عمد کی سزا دیت اور کفارہ یا تعزیر اور دو مہینے کے روزے رکھنا۔ اضافی سزا میراث اور اگر مقتول نے اس کے حق میں کوئی وصیت کی ہو تو اس سے محرومی ہے۔

قتل خطا کی اصلی سزا دیت اور کفارہ ہے۔ بدلی سزا تعزیر اور روزے ہیں اور اضافی سزا میراث اور وصیت سے محرومی ہے۔

## اثباتِ قتل کی شرائط

قتل کے اثبات کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ قاتل مکلّف، عاقل اور بالغ ہو۔ بچہ اور مجنوں پر قصاص لازم نہ آئے گا۔

۲۔ مقتول معصوم الدم ہو یعنی وہ خود کسی کا قاتل نہ ہو یا حربی نہ ہو یا مرتد یا شادی شدہ زانی نہ ہو۔

۳۔ مقتول نے قاتل پر حملہ نہ کیا ہو یعنی اگر قاتل نے اپنی جان کی مدافعت میں مقتول کی جان لے لی تو اس صورت میں قصاص لازم نہیں آئے گا۔

۴۔ قاتل اور مقتول مسلمان ہو۔ جمہور فقہاء کے نزدیک مسلمان کو کافر کے بدلے قصاص

Marfat.com

میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ امام ابو حنیفہؒ، شعبیؒ اور امام نخعیؒ کے نزدیک ذمی کے بدلے مسلمان پر قصاص نافذ ہوگا۔

۵۔ قاتل اور مقتول کی حیثیت برابر ہو یعنی اگر آزاد نے اپنے غلام کا قتل کر دیا ہو تو اس پر قصاص لازم نہ آئے گا۔ فقہاء کے نزدیک انسانیت میں دونوں برابر ہیں۔ لہٰذا اس پر قصاص لازم آئے گا۔

۶۔ قاتل اور مقتول کی جنس ایک ہو یعنی ایک مرد کو عورت کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ جمہور فقہاء کے نزدیک جنس کی تفریق نا قابل اعتبار ہے۔

۷۔ قاتل اور مقتول کی تعداد برابر ہو یعنی فرد واحد کے بدلے پوری جماعت یا ایک سے زائد شخص کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ جمہور فقہا کے نزدیک فردِ واحد کے بدلے پوری جماعت کو قتل کیا جا سکتا ہے۔

## جارحانہ جرائم اور اس کی سزا

اسلام میں جس طرح کسی کو جان سے مار دینے کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ اسی طرح زخم، چوٹ یا کسی عضو کو تلف کر دینے کی سزا بھی مقرر کی گئی ہے اور اس کی سزا قصاص، دیت یا عفو ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (المائدۃ:۴۵)

''اور تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ۔ پھر جو قصاص کا صدقہ کرے گا وہ اس کے لیے کفارہ ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔''

Marfat.com

## زخم اوراس کی قسمیں

فقہاء نے زخموں کی مختلف قسمیں بیان کی ہیں اوران میں درجہ بندی کی ہے جو درج ذیل ہیں:

۱- کسی عضو کو جسم سے الگ کردینا، جیسے ہاتھ، پیر، انگلیاں، ناک، عضو تناسل، خصیے، کان، آنکھ وغیرہ۔

۲- عضو کی افادیت کو زائل کردینا، جیسے سننے، سونگھنے، چکھنے، بولنے، جماع کرنے، پکڑنے، لینے، اور چلنے کی صلاحیت کاان اعضا سے ختم ہوجانا جوان سے متعلق ہیں۔

۳- جسم کے اوپری حصے اور چہرے کو زخم پہنچانا۔ فقہ میں اس کو الشجاج کہا گیا ہے اور فقہاء نے اس کی متعدد قسمیں بیان کی ہیں، جن میں معمولی چوٹ، خون نکلنے، خون بہنے، گوشت ادھڑ جانے، ہڈی نظر آجانے، ٹوٹ جانے، ہڈی کے ادھر سے ادھر ہوجانے اور دماغ تک پہنچ جانے کی تمام صورتیں شامل ہیں۔

۴- سر سے نیچے جسم کے دوسرے حصے میں زخم پہنچانا، فقہ میں اس کو 'الجراح'' کہا جاتا ہے اوراس کی بھی مختلف صورتیں ہیں جیسے گہرا زخم پہنچانا۔ بہت گہرا حتی کہ عضو کے جوف تک زخم پہنچ جائے جیسے پیٹ یا سینہ چیر ڈالنا۔ معمولی زخم پہنچانا۔

۵- معمولی مار پیٹ یا ایذا رسانی جو مذکورہ بالا چار قسموں میں شامل نہ ہو۔

## زخموں پر سزا کا نفاذ

قتل کی طرح زخم پہنچانے کے جرم کے لیے مطلوبہ شرائط کا ہونا ضروری ہے اوراس میں بھی عمد شبہ اور خطا کی بنیاد پر سزا میں تفریق کی گئی ہے۔

## زخموں کی سزا قصاص ہے

یعنی جس مقدار میں زخم پہنچایا گیا ہو، اسی مقدار میں قصاص نافذ ہوگا۔
دیت، نقصان کے بقدر مال کی ادائی۔
عفو۔ اگر صاحب معاملہ جارح کو معاف کردے

Marfat.com

فصل:۳

# تعزیرات

اسلام نے جرائم کے انسداد کے لیے حدود وقصاص کی دفعات قائم کی ہیں۔لیکن ان کے نفاذ کے لیے جو شرائط مقرر کی گئی ہیں بعض اوقات وہ مجرم میں مکمل طور پر نہیں پائی جاتیں کیا ایسی صورت میں اس کو آزاد چھوڑ دیا جائے یا اس کے جرم کے مطابق اس کو سزا دی جائے۔ شریعت اسلامیہ کے نزدیک مجرم بہرحال سزا کا مستحق ہے تاکہ جرائم سے معاشرہ پاک ہو۔اگر مجرم نے جملہ شرائط کے ساتھ جرم کیا ہے تو اس پر مقررہ حد کا نفاذ ہوگا۔دوسری صورت میں اس کی تعزیر کی جائے گی۔ذیل میں اسلامی تعزیرات اور ان کے اصول وآداب بیان کیے جارہے ہیں۔ اس سے موجودہ دور کے قوانین سے ان کا موازنہ بھی کیا جاسکتا ہے اور ان قوانین میں جو خامیاں پائی جاتی ہیں ان کے دور کرنے میں ان سے فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے۔

## تعزیر کا مقصد

حدود وقصاص کے نفاذ کی جو شرعی حکمتیں ہیں وہی تعزیرات کے نفاذ میں بھی ہیں۔ فقہاء نے ان حکمتوں کو مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے۔

علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ تعزیر کا مقصد زجر ہے۔[1]

زجر کے معنی مجرم کو اعادۂ جرم سے باز رکھنے یا دوسروں کو عبرت دلانے کے ہیں۔ یہ مقصد جتنی تعزیر سے حاصل ہوجائے اسی قدر تعزیر کی جائے گی۔بے جا اور غیر ضروری طور پر مجرم

---

(۱) حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین المطبعة العثمانیہ ج ۳ ص ۲۴۷ (دیکھیے حاشیہ کی عبارت و علیه مشایخنا زیلعی لان المقصود منه الزجر)

Marfat.com

کی تعزیر سے شریعت نے منع کیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر مجرم زبانی تنبیہ سے جرم سے باز آجائے یا معمولی مار پیٹ سے اسے اپنی غلطی کا احساس ہو جائے یا قید و بند کے ذریعہ وہ اعادہ جرم سے باز رہے تو اس پر مزید سختی کرنا جائز نہیں ہے۔(۱)

تعزیر کا ایک مقصد مجرم کی اصلاح ہے کہ وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ و استغفار کرلے۔ چناں چہ اگر اسے قید کی سزا سنائی جائے اور وہ اپنے جرم سے توبہ کرلے تو اس کو آزاد کر دیا جائے گا۔

تعزیر کا ایک مقصد یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اس کی دلداری کی جائے تاکہ مجرم کے خلاف اس کے دل میں جو نفرت و کدورت اور انتقامی جذبہ تھا وہ دور ہو جائے۔(۲)

## تعزیر کی حد

شریعت نے مختلف جرائم پر تعزیر کا حکم دیا ہے لیکن اس نے اس کی تاکید کی ہے کہ کسی کو اتنی تعزیر کی جائے جتنی حقیقتاً ضرورت ہو غیر ضروری سختی اور بے جا تشدد اس کے مقصد کو فوت کر دے گا۔ چناں چہ ایسی تعزیر جس سے مجرم کا کوئی عضو تلف ہو جائے یا اس کی افادیت جاتی رہے یا اس کی جان کو خطرہ لاحق ہو جائز نہیں ہے۔(۳)

## تعزیر کی قسمیں

تعزیر کی مختلف صورتیں شریعت میں بیان کی گئی ہیں جن میں جسمانی سزا، مالی سزا قید و بند، شہر بدری اور جرمانہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں جسمانی سزاؤں میں تعزیراً مجرم کو جان سے ختم کر دینا اور کوڑوں کی سزا اہم ہے ذیل میں ان صورتوں پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

## قتل بطور تعزیر

اسلام میں سزا کے طور پر مجرم کو جان سے ختم کر دینا حدود قصاص میں تو جائز ہے لیکن تعزیر کے طور پر بھی ایسا کیا جا سکتا ہے؟ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قتل مثقل (غیر دھار دار ہتھیار سے

---

(۱) البحر الرائق شرح کنز الدقائق لابن نجیم دار الکتب العربیۃ الکبریٰ ج ۵ ص ۴۱

(۲) ایضاً اور الفتاویٰ الہندیہ (العالمگیریہ) المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر طبع دوم ۱۳۱۰ھ ج ۲ ص ۱۶۷

(۳) المغنی لابن قدامہ المقدسی مکتبۃ الریاض الحدیثۃ الریاض ج ۸ ص ۳۱۶

Marfat.com

قتل کرنا مثلاً لاٹھی، پتھر وغیرہ ہے) اور لواطت کے مجرم کو اگر اس نے باصرار اس کا ارتکاب کیا ہو تو تعزیراً قتل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح ذمیوں میں جو شخص رسول کریم ﷺ کی شان میں دشنام طرازی کرے یا باصرار چوری کا مرتکب ہو تو اس کو قتل کی سزا دی جائے گی اسی طرح جادوگر اور زندیق کو بھی تعزیراً قتل کیا جاسکتا ہے۔ امام مالک کے نزدیک اسلامی ریاست کے خلاف جاسوسی کرنے والے، بدعات و خرافات کی دعوت دینے والے اور قدریہ کے عقائد کو قبول کرنے والے کو تعزیراً قتل کیا جائے گا۔ امام شافعی کے نزدیک بدعت ایجاد کرنے اور لواطت کے مرتکب کو جان سے ختم کیا جاسکتا ہے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا نہ ہو، فقہاے حنابلہ میں بعض کے نزدیک جاسوس اور بعض کے نزدیک بدعت کے موجد کو قتل کیا جاسکتا ہے۔[۱] ان فقہاء نے درج ذیل نصوص سے استدلال کیا ہے۔

**عن دیلم الحمیری قال سالت النبی ﷺ فقلت یا رسول اللّٰہ انا بارض باردۃ نعالج فیھا عملا شدیدا و انا نتخذ شرابا من القمح نتقری بہ علی اعمالنا وعلی برد بلادنا فقال ھل یسکر قلت نعم، قال اجتنبوہ فقلت فان الناس غیر تارکیہ قال فان لم یترکوہ فقاتلوھم.[۲]**

''حضرت دیلم حمیری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریمؐ سے سوال کیا کہ ہم لوگ ایک سرد علاقے میں رہتے ہیں جہاں ہمیں سخت جفاکشی کرنی ہوتی ہے۔ چناں چہ ہم وہاں گیہوں کی شراب بناتے ہیں اور اسے استعمال کر کے طاقت حاصل کرتے اور سردی میں گرمی حاصل کرتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا اس سے نشہ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ میں نے جواب دیا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا پھر اس سے پرہیز کرو۔ میں نے کہا کہ لوگ اسے چھوڑیں گے نہیں؟ آپؐ نے فرمایا اگر لوگ نہ چھوڑیں تو ان سے قتال کرو۔''

اس حدیث سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ تین بار تعزیر کے باوجود کوئی شخص چوتھی بار بھی شراب نوشی کا ارتکاب کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

**عن النبی ﷺ قال لایحل دم امرئ مسلم یشھد ان لا الہ الا اللّٰہ الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس**

(۱) السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ لابی العباس احمد ابن تیمیہ دار الشعب القاھرہ ۱۹۷۱ء ص ۱۳۵، دیکھیے بحث التعزیر (۲) سنن ابی داؤد، کتاب الاشربہ، باب ماجاء فی السکر

Marfat.com

**والتارک لدینه المفارق للجماعة (۱)**

''آپؐ نے فرمایا کسی مسلمان کا جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس کا خون حلال نہیں ہوگا مگر تین وجوہ سے ایک یہ کہ اس نے شادی شدہ ہو کر زنا کا ارتکاب کیا ہو، لہٰذا اسے رجم کر دیا جائے گا اور دوسرے یہ کہ اس نے کسی کا قتل کر دیا ہو لہٰذا قصاص کے طور پر اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ تیسرے یہ کہ وہ اپنے دین اور جماعت سے الگ ہو گیا ہو چناں چہ ایسی صورت میں بھی اسے قتل کر دیا جائے گا۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے۔

**من اتاكم و امركم جميع على رجل واحد يريد ان يشق عصاكم او يفرق جماعتكم فاقتلوه (۲)**

''تمھارا شیرازہ متحد ہو اور کوئی شخص اس میں انتشار پیدا کرنا چاہے تو اس کو قتل کر دو۔''

مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اختلاف پیدا ہو جائے تو ان میں مصالحت کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے باوجود اگر وہ صلح پر آمادہ نہ ہوں تو ان کے خلاف جنگ کا حکم دیا گیا ہے، اس سے بھی تعزیراً قتل کی سزا کا ثبوت ملتا ہے۔

**وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ** (الحجرات:۹)

''اگر مسلمانوں کی دو جماعت آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو اور اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو اس کے خلاف جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔''

## کوڑوں کی سزا

زنا، قذف اور شراب نوشی میں مجرم کو کوڑوں کی سزا کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے لیکن کیا تعزیر میں بھی کوڑوں کی سزا دی جا سکتی ہے؟ اس بارے میں فقہاء کی رائے یہ ہے کہ تعزیر میں کوڑوں کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اس کے ثبوت میں انھوں نے مختلف دلائل پیش کیے

(۱) صحيح مسلم، كتاب القسامه والمحاربين والقصاص والديات باب ما يباح به دم المسلم
(۲) صحيح مسلم، كتاب الامارة باب حكم من فرق امر المسلمين وهو مجتمع

Marfat.com

ہیں۔ جیسے قرآن میں بیوی کی نافرمانی پر شوہر کو ہلکے سے مارنے کی بھی اجازت دی گئی ہے۔ اسی طرح رسول کریمؐ کا ارشاد ہے کہ کسی کو حدود کے علاوہ کوڑے کی سزا دی جائے تو دس کوڑے سے زیادہ نہ مارے جائیں۔ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ تعزیراً کوڑے کی سزا دی جاسکتی ہے۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں کہ ''جن جرائم میں حدود مقرر نہیں ہیں ان میں حاکم وقت یا قاضی کو اختیار ہے چاہے مار کی سزا دے یا قید و بند کی یا ڈانٹ پھٹکار پر اکتفا کرے جب کہ جن جرائم کی حدود مقرر ہیں ان پر اگر کسی وجہ سے مقررہ حد کا نفاذ نہ ہوسکے تو مجرم کی تعزیر کی جائے گی جس میں کوڑے کی سزا بھی شامل ہے۔''(۱)

## کوڑوں کی حد

تعزیری سزاؤں میں کوڑوں کی حد کیا ہوگی؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ فقہائے احناف کے نزدیک تعزیراً کوڑے کی سزا مقررہ حد کے بہ مقدار نہ ہو۔ امام ابوحنیفہؒ نے حد کا معیار غلام کی حد کو قرار دیا ہے جب کہ امام ابویوسفؒ نے آزاد کو معیار بنایا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک غلام اور آزاد کو اس کی حیثیت کے مطابق تعزیر کی جائے گی یعنی غلام کو اتنے کوڑے نہیں لگائے جائیں گے کہ اس کی مقررہ حد کے مطابق ہو اور آزاد کو اس کی مقررہ حد کے مطابق سزا دی جائے گی چاہے وہ غلام کی حد سے زیادہ ہو۔ بعض فقہائے شافعیہ کے نزدیک اس کے اصل جرم کی حد کا لحاظ کیا جائے گا۔ یعنی اگر زنا کا جرم ہے جس پر کسی وجہ سے مقررہ حد کا نفاذ ہوا ہو تو اس میں اگرچہ سو کوڑے نہیں مارے جائیں گے لیکن اسی کوڑے مارے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح اگر الزام تراشی کا جرم ہے، جس پر مقررہ حد کا نفاذ نہ ہو تو شراب نوشی کی جو سزا ہے اس سے زائد سزا دی جاسکتی ہے۔ بعض فقہائے شافعیہ کے نزدیک دس کوڑے سے زیادہ تعزیر کی سزا نہیں دی جائے گی۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک ہر جرم کی اصل حد کا لحاظ کیا جائے گا۔ یعنی زنا کی سزا سو کوڑے ہیں تو اس میں ننانوے مارے جاسکتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کے نزدیک مصلحت کے مطابق تعزیر کے کوڑوں میں کمی بیشی کی جائے گی۔ امام مالک کے نزدیک مقررہ حد سے زیادہ کوڑے لگائے جاسکتے ہیں۔(۲)

---

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع لعلامہ علاء الدین الکاسانی مطبع الجمالیۃ مصر ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء ج ۷

(۲) السیاسیۃ الشرعیہ ص ۱۳۴ والاحکام السلطانیہ والولایات الدینیہ لابی الحسن علی بن محمد ابن حبیب الماوردی مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر طبع سوم ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء ص ۲۷۵-۲۳۶

Marfat.com

## کوڑوں کی کم سے کم حد

صاحب قدوری کہتے ہیں کہ کم سے کم تین کوڑے مارے جائیں گے کیوں کہ اس کے بغیر مجرم کی زجر وتوبیخ نہیں ہوسکتی۔ اکثر حنفی فقہاء کے نزدیک جتنے کوڑوں سے تعزیر کا مقصد حاصل ہو جائے اتنے ہی لگائے جائیں گے کم سے کم ایک اور زیادہ سے زیادہ انتالیس(۱)۔ علامہ ابن قدامہ مقدسی فرماتے ہیں کہ تعزیر کی حد مقرر نہیں کی جاسکتی کیوں کہ اگر اس کی حد مقرر کردی جائے تو وہ تعزیر نہیں بلکہ حد ہو جائے گی۔ آپؐ نے زیادہ سے زیادہ تعزیر کی سزا تو مقرر کی ہے لیکن کم سے کم سزا کی تعیین نہیں کی۔ چناں چہ حسب ضرورت اس کا نفاذ کیا جائے گا۔'' (۲)

## قید و بند

فقہی اصطلاح میں اس کا مطلب آدمی کی شخصی آزادی سلب کر لینے کے ہیں، جس سے وہ اپنی مرضی کے مطابق نقل و حرکت سے قاصر رہے۔ فقہاء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ کسی کو قید کی سزا دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بعض فقہاء نے اسے ناجائز کہا ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ عہد نبویؐ اور خلیفہ اول کے دور تک کوئی قید خانہ موجود نہ تھا لہٰذا کسی کو اس کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ بعض فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے ان کی دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع سے مختلف لوگوں کو ایک خاص مدت تک روکے رکھنے کا حکم دیا تھا، اس کے علاوہ خلیفۂ اول کے علاوہ تمام خلفاء نے مجرموں کو قید کی سزا دی اور باقاعدہ قید خانہ قائم کیا۔ چناں چہ جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ قید کے ذریعہ مجرم کی تعزیر کی جاسکتی ہے۔(۳)

فقہاء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ بعض وقت مجرم کو صرف قید کر کے اس کی تعزیر کی جائے گی اور بعض وقت حسب ضرورت اس کے ساتھ دوسری سزاؤں کو بھی نافذ کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر اسے کوڑے بھی لگائے جائیں گے اور جرمانہ بھی عائد کیا جائے گا۔(۴)

---

(۱) البحر الرائق ج ۵ ص ۴۷، ۴۸

(۲) المغنی ج ۸ ص ۳۲۵

(۳) اس سلسلے میں اوپر دیے گئے حوالے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

(۴) البحر الرائق ج ۵ ص ۴۴-۴۵

Marfat.com

# قید کی قسمیں

قید کی دو قسمیں ہیں ایک مقررہ مدت تک کے لیے قید کرنا دوسرا غیر مقررہ مدت کے لیے قید کرنا۔ غیر مقررہ مدت کی قید یہ ہے کہ مجرم کو تاحیات قید رکھا جائے، چاہے یہ اس کی اصلاح و تہذیب کے لیے ہو یا مصلحت عام کے پیش نظر ذیل میں دونوں قسموں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

## مقررہ مدت کی قید

فقہاء نے بعض جرائم میں قید کی مدت کا تعین نہیں کیا ہے۔ مثلاً گالی گلوج کرنے والے کی ضرورت کے مطابق قید کی سزا دی جائے۔ اسی طرح شراب کی خرید وفروخت یا سود کا لین دین کرنے والوں کو توبہ واستغفار تک قید میں رکھا جائے گا۔

بعض جرائم میں مدت قید کی تعیین فقہاء نے خود کر دی ہے جیسے جھوٹی گواہی دینے والے کو ایک سال کی قید کی سزا دی جائے گی۔ اسی طرح اسلامی حکومت پر جو شخص بے جا نکتہ چینی کرے اسے ایک مہینہ کے لیے قید کیا جائے گا۔ بعض فقہاء نے بیان کیا ہے کہ تعزیراً قید کی سزا دینا حاکم وقت یا قاضی کی صواب دید پر ہوگا چاہے اس کی مدت طویل ہو یا مختصر۔ بعض فقہاء کے نزدیک قید کی مدت ایک سال سے کم ہوگی بعض کے نزدیک کم سے کم پندرہ دن اور زیادہ سے زیادہ چار مہینے قید کی سزا دی جاسکتی ہے۔[1]

## غیر مقررہ مدت کی قید

غیر معینہ مدت کی قید کے سلسلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے بعض کے نزدیک پوری عمر مجرم کو قید کیا جاسکتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس کی مدت توبہ استغفار تک ہے، جن مجرمین کے لیے فقہاء نے عمر قید کی سزا تجویز کی ہے ان میں وہ مجرم بھی شامل ہیں۔ جن کے جرائم بھیانک قسم کے ہوں۔ جیسے کسی کو باندھ کر شیر کے سامنے چھوڑ دیا ہو یا کسی کو شدید دھوپ یا سخت سردی میں باندھ کر ڈال دیا ہو یہاں تک کہ اس کی موت ہو جائے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک شریعت میں لواطت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ لہٰذا اس کے مرتکب کو سخت تعزیر کی جائے گی۔ یہ تعزیر عمر قید بھی

(۱) الاحکام السلطانیہ ص ۲۳۶-۲۳۷ والبحر الرائق ج ۴۲۵-۴۳

Marfat.com

ہوسکتی ہے۔ امام محمد کے نزدیک عورتوں یا بچوں کو دھوکہ دے کر گھر سے نکال لے جانے یا ان کو ان کے شوہر یا والدین کے خلاف بھڑکانے والے کو عمر قید کی سزادی جائے گی۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بدعت ایجاد کرنے والے کو عمر بھر مقید رکھا جائے گا الا یہ کہ وہ توبہ کر لے۔[1]

## قید کی کیفیت

قید کی کیفیت کے بارے میں فقہاء نے بیان کیا ہے کہ قیدی کو آرام کرنے کے لیے نہ نرم بستر دیا جائے گا اور نہ کسی کو اس کی خدمت کے لیے متعین کیا جائے گا۔ اس کو جنازہ، جماعت، جمعہ، حج یا کسی مریض کی عیادت کی اجازت بھی نہیں ہوگی۔[2] جہاں تک اس سے خدمت لینے کا سوال ہے تو اس بارے میں شریعت میں کوئی ممانعت وارد نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے خدمت بھی لی جاسکتی ہے۔

## شہر بدری

اسلامی شریعت میں شہر بدری کی سزا حدود اور تعزیرات دونوں میں مشروع ہے۔ حدود میں غیر شادی شدہ زانی اور محاربہ کے مرتکب کو شہر بدری کی سزادی جاتی ہے۔ فقہائے احناف کے نزدیک زنا میں شہر بدری کی سزا حد کے طور پر نہیں بلکہ تعزیر کے طور پر دی جاتی ہے لہٰذا دیگر جرائم میں بھی تعزیراً یہ سزادی جاسکتی ہے۔[3]

## شہر بدری کی نوعیت

شہر بدری کے لیے یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ اس کی دوری اتنی ہو کہ جتنی دوری میں نماز میں قصر جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک مسافت کی قید ضروری نہیں ہے۔ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک ایک شہر سے دوسرے شہر بھیج دینا کافی ہوگا۔ بعض فقہاء کے نزدیک شہر بدری دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف ہوگی۔ بعض فقہاء کے نزدیک قید دراصل شہر بدری ہی کی ایک شکل ہے۔[4]

---

(۱) ایضاً

(۲) بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۷۴

(۳) حاشیہ ابن عابدین ج ۳ ص ۲۰۳

(۴) المغنی ج ۸ ص ۱۶۶

Marfat.com

## مالی سزا

فقہاء کا اس بات پر اختلاف ہے کہ مال کے ذریعے مجرم کی تعزیر کی جاسکتی ہے یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہ درست نہیں ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک کوئی مصلحت پیش نظر ہو تو درست ہے۔ امام شافعی، امام احمد اور امام مالک کے نزدیک مالی سزائیں بدنی سزاؤں کے مثل ہیں۔ اگر شرعی احکام کی خلاف ورزی نہ ہو تو مالی سزا درست ہے۔ دوسری صورت میں درست نہیں ہے علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک مالی سزا درست ہے۔ فرماتے ہیں اس بارے میں مستند دلائل موجود ہیں۔[۱]

## مجرم سے مال لینے کی نوعیت

تعزیر کے طور پر مجرم سے مال لینے کے معنی یہ ہیں کہ قاضی یا حاکم وقت وہ مال اپنے پاس رکھے پھر جب مجرم کی اصلاح ہو جائے یا وہ توبہ کرلے تو اسے واپس کردے لیکن اگر وہ اپنی اصلاح یا توبہ پر آمادہ نہ ہو تو وہ مال سرکاری خزانے میں داخل کرلیا جائے۔ مجرم سے لیے گئے مال کی تین قسمیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مال حرام اشیاء پر مبنی ہو جیسے شراب، آلاتِ رقص وسرود یا اصنام وغیرہ۔ اس بارے میں فقہاء کا خیال ہے کہ ان کو ضائع کردیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ وہ مال ایسا ہو کہ اسے تبدیل کیا جاسکتا ہو۔ جیسے کھیل کود کا سامان روپے اور کرنسی وغیرہ۔ اس سلسلے میں فقہاء کی رائے ہے کہ ان کو ضائع نہ کیا جائے بلکہ انھیں تبدیل کرلیا جائے۔ تیسرے یہ کہ وہ غیر منقولہ مال ہو جیسے زمین مکان وغیرہ اس بارے میں فقہاء کی رائے ہے کہ ان پر قبضہ کرلیا جائے۔[۲]

## جرمانہ کی مقدار

شریعت میں جرمانہ کو ایک مستقل سزا کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ تاہم اس کے ساتھ دوسری سزائیں بھی نافذ کی جاسکتی ہیں۔ جرمانہ کی کم یا زیادہ کسی مقدار کا تعین نہیں کیا گیا ہے۔ لہٰذا حسب مصلحت جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے۔[۳]

---

(۱) مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ جمع وترتیب عبدالرحمٰن بن قاسم وابنہ محمد مطابع دارالعربیۃ بیروت مجلد ۲۸، جز ۸ الفقہ، کتاب الجہاد، بحث الحسبۃ ص ۱۱۰-۱۱۱ و حاشیہ ابن عابدین ج ۳ ص ۲۴۶

(۲) ایضاً اور الفتاویٰ الہندیہ ج ۲، ص ۱۶۷، والبحر الرائق ج ۵ ص ۴۱

(۳) ایضاً دیکھیے حوالہ اول ص ۱۱۸،

Marfat.com

# تعزیر کی بعض دیگر صورتیں

شریعت نے تعزیر کے طور پر دی جانے والی جسمانی اور مالی سزاؤں کے علاوہ بعض دیگر کم تر درجے کی سزائیں بھی مقرر کی ہیں۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ انھیں بیان کیا جارہا ہے۔

**باز پرس:** قاضی یا حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ مجرم سے اس کے جرم کے بارے میں باز پرس کرے یا اس کے نام نوٹس جاری کرے یا اس کو اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دے۔[1] یہ سب تعزیر کی مختلف شکلیں ہیں۔ شریعت نے ان کی اجازت دی ہے۔

**تنبیہ:** اللہ تعالیٰ نے شوہر کو بیوی کی نافرمانی پر اس کو تنبیہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ تنبیہ کے ذریعہ بھی مجرم کی تعزیر کی جاسکتی ہے۔ تنبیہ سے مراد یہ کہ غلطی کرنے والے کو ٹوکا جائے کہ اس سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ ایسی غلطی نہیں ہونی چاہیے۔[2] تنبیہ کی ایک صورت یہ ہے کہ مجرم کی ڈانٹ پھٹکار کی جائے۔ ڈانٹ پھٹکار کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں جیسے قاضی کا مجرم کی طرف سے چہرہ پھیر لینا یا اس کو غضب ناک آنکھوں سے دیکھنا یا اس کو عدالت سے باہر نکال دینا یا اس کو سخت سست کہنا یا اہانت آمیز جملے استعمال کرنا وغیرہ۔[3]

**سماجی مقاطعہ:** عہد نبویؐ میں غزوۂ تبوک میں بلا عذر شرکت نہ کرنے کی وجہ سے تین صحابیوں کا بائیکاٹ کیا گیا تھا (التوبہ: ۱۱۸) اس سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو مجرم کا بائیکاٹ کیا جائے گا اور اس سے میل جول لین دین یا دیگر معاملات و تعلقات منقطع کر لیے جائیں گے۔[4]

**معزولی:** شریعت میں تعزیر کے طور پر کسی شخص کو اس کے عہدہ، منصب یا ملازمت سے معزول کر دینا بھی جائز ہے۔ آفیسر کی شراب نوشی، بدعہدی، خیانت، غبن، رشوت خوری، اقربا پروری، رعایا پر ظلم، میدانِ جنگ سے فرار اپنے عہدے کا غلط استعمال جیسے جرائم میں معزولی کی سزا دی جائے گی۔[5]

---

(۱) بدائع الصنائع ج ۷، ص ۶۴

(۲) السیاسۃ الشرعیۃ ص ۱۳۳ وحاشیہ ابن عابدین ج ۳، ص ۲۴۶

(۳) الفتاویٰ الہندیہ ج ۲، ص ۱۶۷

(۴) السیاسۃ الشرعیۃ ص ۱۳۳ (۵) السیاسۃ الشرعیۃ، ص ۱۳۳

Marfat.com

معزولی مستقل سزا کے طور پر بھی ہو سکتی ہے اور اضافی سزا کے طور پر بھی۔

**تشھیر:** مجرم کی تشہیر بھی تعزیر کی ایک صورت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجرم کو پبلک مقامات پر ایک مجرم کی حیثیت سے متعارف کرایا جائے تاکہ اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو اور دوسروں کو عبرت ملے۔ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ مجرم کے چہرے پر سیاہی پوت دی جائے اور اس کو سواری پر الٹا بٹھا کر بازار میں گھمایا جائے۔

تعزیرات میں تشہیر کی سزا جھوٹی گواہی دینے والے، چوری، فساد پر آمادہ کرنے بداخلاقی پھیلانے، دوسروں پر ظلم و زیادتی کرنے والے اور مردہ جانوروں کا گوشت بیچنے والے کو دی جائے گی۔[1]

## تعزیری سزاؤں کا نفاذ اور قاضی کا فیصلہ

اوپر تعزیری سزاؤں کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں اس معاملے میں کافی تنوع اور وسعت ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کا نفاذ کس طرح ہو اور کس مجرم کے لیے کس طرح کی سزا کا انتخاب کیا جائے۔ اس بارے میں فقہاء نے بنیادی طور پر دو باتیں بتائی ہیں۔ ایک یہ کہ ان کا نفاذ قاضی کی صواب دید پر ہوگا یعنی حسب ضرورت وہ کسی بھی سزا کو نافذ کر سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ قاضی کی صواب دید کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ جیسے چاہے حکم نافذ کر دے بلکہ اس کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ شریعت کے احکام سے واقف ہو اور اس کے اندر اجتہاد کی صلاحیت موجود ہو۔[2]

## تعزیری جرائم

اوپر کی تفصیلات میں تعزیری سزاؤں کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ اب ان جرائم کا تذکرہ کیا جا رہا ہے، جن پر ان سزاؤں کا نفاذ ہوتا ہے۔

## تعزیر کے نفاذ کی صورتیں

فقہاء نے بیان کیا ہے کہ ہر وہ فعل جو معصیت ہو اور اس پر حد یا کفارہ مقرر نہ ہو تو اس

---

(۱) حاشیہ ابن عابدین ج ۳، ص ۲۶۵

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ج ۲، ص ۱۶۷، البحر الرائق ج ۵، ص ۴۱

Marfat.com

پر تعزیر کی جائے گی۔ تعزیر کے نفاذ کی دوسری صورت یہ ہے کہ مقررہ حد کے نفاذ کے لیے شریعت میں جو شرائط مقرر کی گئی ہیں وہ مکمل طور پر موجود نہ ہوں۔ چناں چہ واجب (مثلاً نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ) کا ترک کرنے والا یا حرام (مثلاً خیانت) کا ارتکاب کرنے والا بھی تعزیر کا مستحق ہوگا اور چوری، زنا، شراب نوشی کے ان مجرموں پر بھی تعزیر کی سزا نافذ کی جائے گی، جن پر کسی وجہ سے مقررہ حد نافذ نہ ہو سکی ہو۔ ذیل میں اس کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

## قتل میں تعزیر کی صورتیں

شریعت میں قتل کی سزا قصاص مقرر کی گئی ہے لیکن اس کے نفاذ کے لیے جو شرائط بیان کی گئی ہیں اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو یا قاتل کو معاف کر دیا جائے تو ایسی صورت میں قاتل کی تعزیر کی جائے گی۔ امام مالک، لیث اور اہل مدینہ کے نزدیک اس کی تعزیر سو کوڑے اور ایک سال کی قید کی ہے۔ امام شافعی، احمد اور اسحاق کے نزدیک تعزیر جائز نہیں۔ ابوثور کے نزدیک اگر قاتل شر و فساد میں مشہور ہو تو حاکم وقت مناسب تعزیر کر سکتا ہے۔ اسی طرح فقہاء نے کہا ہے کہ قتل شبہ عمد کی صورت میں تعزیر کی جائے گی۔[1] قتل سے کم تر جرائم جیسے زخم، ٹوٹ پھوٹ یا کوئی عضو تلف کر دینے کی صورت میں بھی تعزیر کا نفاذ کیا جائے گا۔ قتل خطا یا اس سے کم تر جرم پر تعزیر ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زخم اگر بھر جائے اور وہاں کوئی نشانی باقی نہ رہے تو اس پر تعزیر نہ کی جائے گی۔ تھپڑ، گھونسہ، کوڑے اور لاٹھی سے مارنے کی صورت میں جب کہ اس سے کوئی عضو تلف ہوا ہو نہ زخم آیا ہو تو زیادہ تر فقہاء کے نزدیک قصاص کے بجائے تعزیر کی جائے گی۔ بعض مالکی فقہاء کے نزدیک کوڑے کی مار پر قصاص لیا جائے گا اگر چہ اس سے کوئی زخم نہ آیا ہو۔ البتہ تھپڑ اور لاٹھی سے مارنے پر قصاص نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس سے انسان زخمی ہو جائے، امام ابن قیم اور بعض دوسرے حنبلی فقہاء کے نزدیک تھپڑ میں بھی قصاص ہے۔[2]

---

(۱) بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد لابن رشد القرطبی مکتبۃ ابن تیمیہ ۱۹۹۳ ج ۲، ص ۴۹۴، البحر الرائق ج ۵، ص ۴۲ والتشریع الجنائی الاسلامی عبدالقادر عودۃ دار التراث مطبعۃ المدنی القاہرہ ج ۲، ص ۱۸۳

(۲) المغنی ج ۷، ص ۶۸۹، ۶۹۲، ۷۰۲، ۷۲۳، ۷۴۸، التشریع الجنائی ج ۲، ص ۲۶۰-۲۹۰ واعلام الموقعین عن رب العالمین لابن القیم الجوزیہ دار الجیل بیروت ج ۲، ص ۲، وبدائع الصنائع ج ۷، ص ۲۹۹

Marfat.com

# زنا میں تعزیر کی صورتیں

زنا کی سزا سو کوڑے یا رجم ہے۔ لیکن اس مقررہ سزا میں دو وجوہ سے تخفیف ہوسکتی ہے۔ ایک شبہ اور دوسرے مطلوبہ شرائط کا نہ پایا جانا، ذیل میں اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

شافعی فقہاء کے نزدیک شبہ پیدا ہوجانے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) محل میں شبہ پیدا ہوجائے جیسے حیض یا روزے کی حالت میں بیوی سے جماع کرنا کیوں کہ بیوی شوہر کے لیے حلال ہے اور اس کا حق ہے کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے، چناں چہ اس صورت میں حد کا نفاذ نہ ہوگا۔ البتہ تعزیر کی سزا دی جائے گی۔

(۲) فاعل کے اندر شبہ پیدا ہوجائے۔ جیسے آدمی کا کسی عورت سے جماع کرنا یہ سوچ کر کہ وہ اس کی بیوی ہے اور بعد میں یہ انکشاف ہو کہ وہ اس کی بیوی نہیں تھی تو اس صورت میں بھی حد کا نفاذ نہ ہوگا بلکہ تعزیر کی جائے گی۔

(۳) عقد میں شبہ پیدا ہوجائے جیسے بلا گواہ یا بلا ولی کے نکاح کی ہوئی عورت سے جماع کرنا یا متعہ کرنا، چوں کہ بعض فقہاء نے ان صورتوں کو جائز قرار دیا ہے لہٰذا اختلاف کی وجہ سے ان میں شبہ پیدا ہوجاتا ہے اس لیے ان پر بھی حد نافذ نہیں ہوگی وہ بھی تعزیر کے مستحق ہیں۔

احناف کے یہاں شبہ پیدا ہوجانے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) فعل میں شبہ پیدا ہوجائے جیسے تین طلاق شدہ یا بائنہ عورت سے جماع کرنا، اگر شوہر کو یہ خیال ہو کہ ان صورتوں میں بیوی سے جماع کرنا حرام نہیں ہے تو اس پر حد کا نفاذ نہیں ہوگا لیکن اگر اسے علم ہو کہ یہ حرام ہے تو حد کا نفاذ ہوگا۔

(۲) محل میں شبہ پیدا ہوجائے جیسے کنایہ کے ذریعے تین طلاق دی ہوئی عورت سے جماع کرنا چوں کہ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ کنایہ کے ذریعے طلاق درست ہے یا نہیں لہٰذا اس پر حد کا نفاذ نہیں ہوگا۔ محرمات سے نکاح کے سلسلے میں اکثر فقہاء کی رائے ہے اس پر حد نافذ کی جائے گی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر حد کا نفاذ نہیں ہوگا بلکہ تعزیر کی جائے گی۔[۱]

---

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ج ۲، ص ۵۰-۱۴۷ و بدائع الصنائع ج ۳، ص ۳۴-۳۷ والتشریع الجنائی ج ۲، ص ۳۵۹، ۳۶۳

Marfat.com

مطلوبہ شرائط کا نہ ہونا: زنا کی مقررہ حد میں تخفیف کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کے اثبات کے لیے جن شرائط کو لازمی قرار دیا گیا ہے وہ مکمل طور پر موجود نہ ہوں جیسے ایک شرط یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ عورت جس سے زنا کیا گیا زندہ ہو اس لیے اگر کوئی مردہ عورت سے مباشرت کرے تو وہ زنا شمار نہ ہوگا اور نہ اس پر حد نافذ کی جائے گی۔ لیکن اس قبیح فعل کے ارتکاب پر مجرم کی تعزیر ضرور کی جائے گی۔[۱] اسی طرح عمل جماع مرد کی طرف سے نہ ہو بلکہ کسی جانور مثلاً کتا یا بندر سے عورت نے وہ کام کرایا ہو تو اس صورت کو بھی زنا تصور نہیں کیا جائے گا اور اس پر حد جاری نہ ہوگی البتہ عورت کی تعزیر کی جائے گی۔ زنا کے اثبات کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ وہ عورت کے قبل میں کیا گیا ہو لیکن اگر اس کے دبر میں جماع کیا جائے تو بعض فقہاء کے نزدیک وہ زنا نہیں بلکہ معصیت سمجھی جائے گی۔ بعض فقہاء نے اس کو زنا میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح نابالغ بچی یا بچے کا زنا بھی حد کا مستوجب نہ ہوگا۔[۲] لیکن اس پر تعزیر ضرور کی جائے گی۔

زنا سے کم تر افعال کے ارتکاب کو شریعت نے گناہ قرار دیا ہے لیکن اس پر حد کا نفاذ نہیں ہوگا بلکہ تعزیر کی جائے گی۔ اسی طرح حیا سوز حرکات و سکنات کا ارتکاب جیسے سرعام شرم گاہ کھول دینا یا فساد انگیز اعمال جیسے کم سن بچے کو نامعلوم مقام پر لے جانا یا کسی کی بیوی کو اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے دوسری جگہ لے جانا معصیت تصور کیا جائے گا اور اس پر تعزیر کا نفاذ ہوگا۔ استمنا بالید کا بھی یہی حکم ہے۔ لیکن بعض فقہا نے ناگزیر حالات میں اس کو جائز قرار دیا ہے۔[۳]

## بہتان تراشی میں تعزیر کی صورتیں

جن شرائط کے ساتھ شریعت نے الزام تراشی پر حد قذف مقرر کی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو تعزیر کی جائے گی۔ مثلاً جس شخص پر زنا کا الزام لگایا گیا ہے اس میں ''احصان'' کی شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے۔ وہ عاقل، بالغ، مسلم، پاک دامن اور آزاد نہ ہو تو الزام لگانے والے پر مقررہ حد کا نفاذ نہ ہوگا بلکہ اس کی تعزیر کی جائے گی۔ اس طرح اگر جس پر الزام لگایا گیا ہے وہ مجہول ہو جیسے کہا جائے کہ فلاں کا بھائی زانی ہے جب کہ اس کے متعدد

---

(۲) بدائع الصنائع ج ۳، ص ۳۴

(۱) ایضاً والتشریع الجنائی الاسلامی ج ۲، ص ۳۵۲-۳۷۰،

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ج ۲، ص ۵۰-۱۴۷ و بدائع الصنائع ج ۳، ص ۳۷-۳۴ والتشریع الجنائی ج ۲، ص ۳۶۳، ۳۵۹

Marfat.com

بھائی ہوں یا جیسے الزام صریح الفاظ کے بجائے اشاروں و کنایوں میں لگایا جائے تو ان صورتوں میں بھی حد جاری نہ ہوگی بلکہ تعزیر کی جائے گی۔ اسی طرح اگر مقذوف (جس پر الزام لگایا جائے) کے کسی عضو کی طرف زنا کا انتساب کیا جائے جیسے کہا جائے تیری انگلیوں نے زنا کیا، تیری ران نے زنا کیا یا کسی عورت سے کہا جائے کہ تیرے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا یا نیند کی حالت میں تجھ سے زنا کیا گیا تو ان ساری صورتوں میں حد قذف نافذ نہ ہوگی بلکہ تعزیر کی جائے گی۔[1]

## گالی گلوج میں تعزیر

گالی گلوج کا معاملہ اگرچہ الزام تراشی سے مختلف ہے لیکن شریعت نے عزت نفس کے تحفظ کے لیے اس پر بھی تعزیر کی دفعات قائم کی ہیں، جیسے اگر کسی مسلمان سے کہا جائے کہ تو یہودی، مجوسی، نصرانی، یہودی کا بیٹا، زندیق یا کافر کی اولاد ہے یا منافق فاجر یا خبیث ہے، اسی طرح اگر اس سے کہا جائے تو شرابی، خائن یا چور ہے اور حقیقت میں وہ ایسا نہ ہو تو ان ساری صورتوں میں مجرم کی تعزیر کی جائے گی۔[2]

## چوری میں تعزیر کی صورتیں

اسلام میں چوری کی سزا قطع ید مقرر ہے اور اس کے نفاذ کے لیے درج ذیل شرائط متعین کی گئی ہیں:

(۱) چوری خفیہ طور پر کی گئی ہو۔ چناں چہ اُچکے یا جیب کتروں پر حد جاری نہ ہوگی۔ بعض فقہاء کے نزدیک ان پر بھی حد کا نفاذ ہوگا۔

(۲) چوری کی ہوئی چیز مال ہو، دوسری صورت میں اس پر حد کا نفاذ نہ ہوگا جیسے کتا، چیتا، مردہ جانور، چڑیا، کھیل کود کے سامان، ڈھول باجا یا حرام اشیاء جیسے شراب، سور یا کفن، کتابیں، مصحف ان ساری چیزوں کی چوری پر قطع ید کی سزا کے بجائے مجرم کی تعزیر کی جائے گی۔ درختوں میں لگے پھل اور کھیتوں کی فصل کی چوری پر تعزیر ہوگی، بعض فقہاء کے نزدیک اگر اس کی حفاظت کا اہتمام کیا گیا ہو تو حد جاری ہوگی، اسی طرح جلد

---

(۱) بدائع الصنائع ج ۷، ص ۴۰ والاحکام السلطانیہ ص ۳۰-۲۲۹

(۲) شرح فتح القدیر لابن ہمام ج ۴، ص ۲۱۳ وحاشیہ ابن عابدین ج ۳، ص ۶۲، ۲۶۰ والبحر الرائق ج ۵، ص ۴۲، ۴۳

Marfat.com

خراب ہو جانے والی اشیاء جیسے سبزی، پھل، دودھ، لکڑی اور دوا کی چوری پر تعزیر کی سزا دی جائے گی۔ امام شافعی کے نزدیک ہر اس چیز پر قطع ید ہے جو مباح الاصل ہو۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر وہ جلد خراب ہو جانے والی چیز ہو تو صرف مباح الاصل ہونے سے سزا نافذ نہ ہوگی۔ امام مالک کے نزدیک تمام کھائی جانے والی چیزوں پر قطع ید ہے جو مقررہ نصاب کی قیمت کے بہ قدر ہو۔

(۳) مسروقہ مال چور کا نہ ہو، چناں چہ بیت المال یا مال غنیمت کی چوری پر حد کا نفاذ نہ ہوگا کیوں کہ اس میں چور کا حصہ بھی ہوتا ہے۔ البتہ اس پر تعزیر کی جائے گی۔ امام مالک کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں حد نافذ ہوگی۔ اسی طرح بیٹے کے مال یا مقروض کے مال کی چوری پر حد کا نفاذ نہ ہوگا بلکہ تعزیر کی جائے گی۔ بعض فقہاء کے نزدیک بیٹے کے مال سے چوری مقررہ سزا کی مستوجب ہوگی۔

(۴) مسروقہ مال حفاظت سے رکھا گیا ہو۔ فقہاء نے بیان کیا ہے کہ ہر چیز کی حفاظت کے لیے ایک جگہ مقرر ہے جیسے چوپایوں کے لیے اصطبل۔ پس اگر اس جگہ سے کوئی سونا چاندی یا نقدی چرالے تو اس پر حد کا نفاذ نہیں ہوگا بلکہ تعزیر کی جائے گی۔ اسی طرح ایسی جگہ جہاں سب کو داخل ہونے کی اجازت ہو جیسے دکان تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ امام شافعی کے نزدیک اگر چور نے پہلے ہی سے چوری کی نیت کر رکھی ہو تو اس حد کا نفاذ ہوگا۔ اسی طرح صحرا یا جنگل سے کسی جانور کا بھگا لے جانا یا راستے سے کوئی چیز اٹھا لینا بھی مقررہ حد کا مستوجب نہ ہوگا۔ امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک کفن چور کی تعزیر کی جائے گی۔ امام مالک اور شافعی کے نزدیک حد جاری کی جائے گی کیوں کہ اس نے محفوظ جگہ (قبر) میں سے چوری کی ہے۔

(۵) مال مسروقہ نصاب کے بہ مقدار ہو۔ فقہاء کے درمیان نصاب کے تعین میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نصاب دس درہم، امام مالک کے نزدیک ربع دینار، ابراہیم نخعی کے نزدیک چالیس درہم یا چار دینار، ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک پانچ درہم، امام شافعی کے نزدیک ربع دینار ہے۔ اگر اس مقررہ نصاب سے کم کی مالیت کی چوری کی گئی ہو تو اس پر حد کا نفاذ نہیں ہوگا بلکہ تعزیر کی جائے گی۔ بعض وقت حدِ سرقہ کے نفاذ

Marfat.com

کی جملہ شرائط تو موجود ہوتی ہیں لیکن عملاً اس کو نافذ کرنا محال ہوتا ہے جیسے چور کے دونوں ہاتھ اور پیر پہلے سے کٹے ہوئے ہوں تو اس صورت میں بھی مجرم کی تعزیر کی جائے گی۔ چور نے ابھی چوری کا آغاز کیا تھا کہ وہ پکڑا گیا جیسے نقب لگا رہا تھا یا دروازہ کھول رہا تھا یا مال لے کر بھاگ رہا تھا کہ پکڑا گیا تو ان ساری صورتوں میں تعزیر کی سزا دی جائے گی۔(۱)

## ڈکیتی میں تعزیر کی صورتیں

دوسرے تمام حدود کی طرح ڈکیتی کی صورت میں بھی کچھ شرائط ہیں جن کی موجودگی ہی میں مجرم پر سزا کا نفاذ ہوگا دوسری صورت میں اس پر تعزیر کی جائے گی، وہ شرائط یہ ہیں: مجرم بالغ ہو، مرد ہو، جس کے ساتھ ڈکیتی کی گئی ہے وہ مسلم یا ذمی ہو، ملکیت صحیح سے زبردستی مال حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہو، ڈکیتی کسی قریبی متعلق کے یہاں نہ کی گئی ہو، جس مال کو حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہو وہ ایسی ملکیت میں ہو جس میں کچھ شبہ نہ ہو، اس کی حفاظت کی گئی ہو، نصاب کے بہ قدر ہو اور واردات آبادی سے باہر کی گئی ہو اگر یہ شرائط موجود ہوں تو مقررہ حد کا نفاذ ہوگا ورنہ تعزیر کی جائے گی۔ بعض فقہاء نے عورت اور مرد کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ اسی طرح بعض فقہاء نے آبادی سے باہر ہونا ضروری نہیں قرار دیا ہے بلکہ ان کے نزدیک اگر آبادی کے اندر بھی واردات کی گئی ہو تب بھی حد کا نفاذ ہوگا۔ ڈکیتی کیا گیا مال نصاب کے بہ قدر ہو اس سلسلے میں بعض فقہاء کی رائے ہے کہ مجموعی طور پر مال نصاب کے بہ قدر ہونا ہی کافی ہے چاہے شرکاء کے درمیان تقسیم کی صورت میں مقررہ نصاب سے کم ہو جائے۔

مجرم نے جملہ شرائط کے ساتھ جرم کا ارتکاب کیا لیکن کسی وجہ سے وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکا تو ایسی صورت میں بھی اس کی تعزیر کی جائے گی۔(۲)

## بعض دیگر تعزیری جرائم

اوپر ان جرائم کی تفصیل بیان کی گئی جن کے لیے شریعت نے حد مقرر کی ہے۔ ان

---

(۱) المغنی ج ۸، ص ۲۴۰-۲۸۶ دیکھیے باب القطع فی السرقه و بدائع الصنائع ج ۷، ص ۶۵-۹۰ والاحکام السلطانیه ص ۲۷-۲۲۶

(۲) ایضاً دیکھیے باب قطع الطریق ص ۲۸۶-۳۰۲ وص ۹۰ تا ۹۷ علی الترتیب

Marfat.com

شرائط کی عدم موجودگی میں ان پر حد کا نفاذ تو نہ ہوگا البتہ تعزیر کی سزا دی جائے گی۔ ذیل میں بعض دیگر جرائم کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کے لیے شریعت نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔ لہٰذا قاضی کی صواب دید کے مطابق تعزیر کا نفاذ ہوگا۔ وہ جرائم یہ ہیں:

جھوٹی گواہی دینا، جھوٹی خبریں پھیلانا، کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا یا تاک جھانک کرنا، ہر وہ کام جن سے مصالح عامہ متاثر ہو یا ملک و ریاست کا امن وامان خطرے میں پڑجائے، رشوت کا لین دین، ملازم کا اپنے فرائض منصبی میں عمداً کوتاہی کرنا، آفیسر کا اپنے عہدہ کا غلط استعمال کرنا، توہین عدالت کا مرتکب ہونا۔ مجرم قیدی کو بھگا لے جانا، جعلی نوٹ چھاپنا، سرکاری خزانہ یا بیت المال یا کسی دفتری امور پر مشتمل مہر بے جا طور پر استعمال کرنا، رمضان میں بلا عذر شرعی کے روزہ نہ رکھنا۔ شرعی احکام کا مذاق اڑانا۔ مخرب اخلاق افعال کا ارتکاب کرنا، خرید وفروخت کی مقررہ قیمتوں سے زیادہ وصول کرنا، ذخیرہ اندوزی کرنا، حرام اشیاء کا استعمال کرنا، ناپ تول میں کمی بیشی کرنا، غبن اور بدعنوانی میں ملوث ہونا ان سارے جرائم میں مجرم کی حسب ضرورت تعزیر کی جائے گی۔[۱]

بسا اوقات مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کی تعزیر کی جائے جنھوں نے کوئی جرم کیا تو نہیں ہے لیکن ان سے جرائم کا خطرہ ہے یا ان پر جرائم کے الزامات پہلے سے لگتے رہے ہیں۔ چناں چہ شریعت نے اس صورت میں بھی تعزیر کو جائز قرار دیا ہے۔[۲]

## تعزیرات کا نفاذ اور مجرم کی موت

کسی شخص پر تعزیر کا نفاذ کیا گیا جیسے کوڑے لگائے گئے یا قید کیا گیا یا شہر بدر کیا گیا اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی جب کہ تعزیر کا مقصد اس کی زندگی کو ختم کرنا نہیں تھا تو کیا اس پر تاوان لازم آئے گا؟ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اس کا تاوان نہیں دینا ہوگا۔ امام شافعی کے نزدیک اس کا تاوان دینا ہوگا۔[۳]

---

(۱) السیاسۃ الشرعیۃ ص ۳۳، ۱۳۲، مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۸ جز ۲۸، بحث الحسبۃ ص ۱۱۶-۱۱۹، الفتاویٰ الہندیہ ج ۲، ص ۱۶۹، ۱۷۰ (۲) الفتاویٰ الہندیہ ج ۲، ص ۱۶۹

(۳) المغنی ج ۸، ص ۱۷-۲۱۶ و نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار للعلامہ محمد بن علی ابن محمد الشوکانی ادارہ الطباعۃ المنیریۃ طبع دوم، ۱۳۴۴ھ ج ۷ ص ۳۲۳

Marfat.com

فصل:۴

# کیا توبہ سے سزائیں ساقط ہو جائیں گی؟

اسلام میں توبہ واستغفار کا اہم مقام ہے۔قرآن میں بار بار تلقین کی گئی ہے کہ لوگ توبہ و استغفار کریں۔اس میں ان کی بھلائی مضمر ہے اور اگر انھوں نے اس کے مقابلے میں سرکشی اور طغیانی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ کی گرفت آن پڑے گی پھر ان کو بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

## توبہ سے کون سی سزائیں ساقط ہوتی ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ وہ گناہوں کا معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔چاہے جتنے گناہ ہوں مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے (علاوہ شرک کے)۔ حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہاڑ یا زمین یا آسمان میں بادل کے برابر گناہوں کو بھی معاف کر دیتا ہے۔بشرطے کہ توبہ واستغفار کیا جائے،تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان جرائم سے جن پر حدود وقصاص کا نفاذ ہوتا ہے کسی نے توبہ کر لی تو کیا توبہ سے سزا ساقط ہو جائے گی یا اس پر پھر بھی سزا کا نفاذ ہوگا؟اس بارے میں فقہاء کی بنیادی طور پر تین آراء ہیں:

(۱) حرابہ (ڈکیتی) کے جرم میں اگر مجرم حاکم یا قاضی کی گرفت میں نہ آیا ہو اور اس نے توبہ کر لی ہو تو فقہاء کا اجماع ہے کہ اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (المائدۃ:۳۴)

’’مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کر لی قبل اس کے کہ وہ پکڑے جائیں تو جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کا معاف کرنے والا رحیم ہے۔‘‘

Marfat.com

فقہا نے صراحت کی ہے کہ مجرم کے پکڑ لیے جانے کے بعد توبہ حد کے اجرا میں اثر انداز ہوگی اور نہ اس سلسلے میں کسی کی کوئی سفارش قبول کی جائے گی۔

(۲) حرابہ (ڈکیتی) کے علاوہ دیگر تمام جرائم کے ارتکاب پر اگر مجرم نے توبہ کر لی ہو تو اس سے حد ساقط نہ ہوگی۔ خواہ وہ حاکم یا قاضی کے قبضے میں آیا ہو یا نہ آیا ہو کیوں کہ سزا کے نفاذ کے جو احکام ہیں وہ مطلق ہیں اور ان میں توبہ کرنے یا نہ کرنے والے کے درمیان کوئی تفریق بیان نہیں کی گئی ہے۔ یہ قول امام مالک، امام ابوحنیفہ اور بعض شافعی و حنبلی فقہاء سے منقول ہے۔

۳۔ اکثر حنبلی فقہاء کے نزدیک توبہ سے حد ساقط ہو جائے گی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی کا وعدہ فرمایا ہے۔ نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له[1]

''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔''

امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ توبہ سے حد ساقط ہو جائے گی لیکن اگر خود مجرم حد کے نفاذ کا مطالبہ کرے جیسا کہ ماعز اسلمیؓ اور غامدیہؓ نے کیا تھا تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ یہ صورت صرف حدود کے لیے ہے جہاں تک قصاص کا سوال ہے تو ہر حال میں اس کا اجرا ہوگا الا یہ کہ مقتول کے ورثا قاتل کو معاف کر دیں۔

## سزا ساقط ہونے کی بعض دیگر صورتیں

توبہ کے علاوہ مجرم کی موت، محل قصاص کے فقدان، صلح، معافی، باپ قاتل اور جرم و سزا کے درمیان طویل وقفہ سے بھی بعض سزائیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ ذیل میں اس کی مختصر تشریح کی جاتی ہے:

### مجرم کی موت

جسمانی سزا کا نفاذ مجرم کے جسم پر ہوتا ہے لیکن سزا کے نفاذ سے پہلے مجرم کی موت واقع ہو جائے تو سزا ساقط ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ پر کسی دوسرے پر اس کا نفاذ نہیں کیا جائے گا۔ البتہ

---

(۱) ابن ماجہ کتاب الزہد

Marfat.com

مالی سزا جیسے دیت یا جرمانہ مجرم کی موت کے باوجود نافذ ہوگی جسے اس کے متروکہ مال میں سے لے لیا جائے گا۔

## محل قصاص کا فقدان

مجرم پر کسی عضو کی قصاص لازم تھی کہ اس سے پہلے وہ عضو تلف ہوگیا تو اس صورت میں بھی سزا ساقط ہوگی کیوں کہ شریعت نے اعضاء پر قصاص میں مماثلت کو ضروری قرار دیا ہے۔ بعض فقہاء کے نزدیک قصاص تو لازم نہ آئے گی لیکن دیت واجب ہوگی۔

## صلح یا معافی

اگر مقدمہ کے فریقین آپس میں صلح کرلیں یا مجرم کو معاف کر دیا جائے تو اس صورت میں بھی سزا ساقط ہو جائے گی لیکن واضح رہے کہ یہ صورت صرف قصاص اور دیت کے اجرا میں عمل پزیر ہوگی باقی دوسرے جرائم مثلاً زنا، چوری، قذف وغیرہ میں صلح یا معافی قابل اعتبار نہ ہوگی البتہ بعض تعزیری جرائم میں سزا ساقط ہوسکتی ہے۔

## قاتل باپ پر قصاص نہیں

باپ اگر بیٹے کو قتل کر دے تو اس پر قصاص لازم نہیں آئے گا۔ بعض فقہاء نے بیان کیا ہے کہ قصاص لازم آئے گا۔ اسی طرح بیٹا باپ کو قتل کر دے تو اس پر بھی قصاص نہ ہوگا۔ بعض فقہاء کے نزدیک اس صورت میں بھی قصاص واجب ہوگا۔

## جرم وسزا کے درمیان طویل وقفہ

جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے لیکن اس پر سزا کا نفاذ ایک طویل عرصے تک نہ ہوسکا تو بعض سزائیں اس امتداد زمانہ کی وجہ سے ساقط ہو جائیں گی۔ فقہا نے بیان کیا ہے کہ اس سے صرف تعزیری سزائیں ساقط ہوں گی۔ جہاں تک حدود و قصاص کا مسئلہ ہے تو اس پر چاہے جتنا عرصہ گزر چکا ہو مجرم پر اس کا نفاذ کیا جائے گا۔ بعض فقہاء نے شراب نوشی جیسے جرائم سے حد ساقط ہو جانے کا فتویٰ دیا ہے اس شرط کے ساتھ کہ امتداد زمانہ کے ساتھ جرم کو دہرایا نہ گیا ہو۔(۱)

---

(۱) اس پوری بحث کی تفصیل کے لیے دیکھئے التشریع الجنائی الاسلامی ج ۱، بحث سقوط العقوبہ المغنی ج ۷، ص ۶۷-۶۶۶

Marfat.com

## فصل: ۵

# اسلامی سزاؤں پر اعتراض کا جائزہ

گزشتہ صفحات میں اسلام کے جن حدود اور تعزیرات کا ذکر کیا گیا ہے اور جو انتہائی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہیں ان پر مختلف پہلوؤں سے اعتراضات کیے جاتے ہیں اور ان کو سفاکانہ، وحشیانہ اور انسانی حقوق کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔ ذیل میں انہی اعتراضات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسلامی سزاؤں پر عام طور سے دو وجوہ سے اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ ایک اسلام اور اس کی تعلیمات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اور دوسرے اسلام کو بدنام کرنے کی غرض سے، جہاں تک دوسری قسم کے معترضین کا سوال ہے تو ان کو کسی طرح بھی مطمئن نہیں کیا جا سکتا وہ بہرحال اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں پر قائم رہیں گے اس لیے ان کو نظر انداز کرنا ہی بہتر ہے لیکن جہاں تک پہلی قسم کے معترضین کا سوال ہے تو معقول دلائل کے ساتھ ان کو مطمئن کیا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلا جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ''یہ حدود و تعزیرات انتہائی بے رحمی، قساوت اور سنگ دلی کا مظہر ہیں جو انسان کے جذبہ رحم اور شفقت کے منافی ہیں اور آج کا ترقی یافتہ و متمدن دور ان کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔'' اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ قساوت او سنگ دلی انسان کو زیب نہیں دیتی اور یہ بات بھی ہے کہ ان حدود کے قائم کرنے سے شدت اور سختی کا مظاہرہ ہوتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ باپ اپنی اولاد کی اور استاذ اپنے شاگرد کی پٹائی کرتا ہے اور اس پر کوئی صاحب عقل اعتراض نہیں کرتا اس سے بڑھ کر ڈاکٹر اپنے مریض کو خطرناک قسم کا انجکشن لگاتا ہے اور ناگوار ادوایات زیر حلقوم اتارنے پر مجبور کرتا ہے، ضرورت پڑنے پر اس کے اعضاء کی چیر پھاڑ کی جاتی ہے بلکہ بسا اوقات کسی عضو کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا

Marfat.com

ہے۔ کیا یہ بے رحمی نہیں ہے اور کیا رحم وشفقت اور انسانی حقوق کے علمبردار اس پر صدائے احتجاج بلند نہیں کریں گے؟ دوسری بات یہ ہے کہ سزا چاہے جس نوعیت کی ہو اس میں بے رحمی کا پہلو بہر حال موجود ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں جیل اور قید خانے میں مجرموں کو نقل وحرکت سے روک دیا جاتا ہے۔ نیز ان سے مختلف خدمات لی جاتی ہیں بلکہ ان کی پٹائیاں کی جاتی ہیں، کیا یہ بے رحمی اور سنگ دلی نہیں ہے اور کیوں نہیں جیل کے نظام کو ساری دنیا سے ختم کر دیا جاتا ہے اور سارے مجرموں کو آزاد گھومنے پھرنے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے؟

دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر ان سزاؤں کی معقولیت تسلیم کر لی جائے جب بھی ان کے نفاذ کے طریقے پر اعتراض باقی رہتا ہے۔ اسلام میں سزاؤں کے جو طریقے مشروع ہیں وہ انتہائی درجہ ذلت آمیز اور مجرم کے لیے رسوا کن ہیں جب کہ ان کا متبادل طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً رجم میں سنگساری کے بجائے بجلی کا کرنٹ، گولی یا کسی آسان طریقے سے مجرم کو ختم کیا جاسکتا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ان سزاؤں کے ساتھ ان طریقوں پر بھی اصرار باقی رہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں ان سزاؤں خاص کر سزائے رجم کا مقصد مجرم کے جسم سے صرف روح کا جدا کر دینا نہیں ہے بلکہ اس کو دوسروں کے لیے عبرت ناک اور سبق آموز بنانا ہے۔ بلاشبہ یہ انسان کے شرف وعزت کے خلاف ہے لیکن مجرم نے جس طرح دوسروں کے شرف وعزت کو پامال کیا ہے اس صورت میں اس کے لیے یہی سزا مناسب ہوسکتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جن متبادل طریقوں کو آسان اور کم تکلیف دہ قرار دیا جارہا ہے کیا وہ حقیقت میں ایسا ہی ہے؟ کیا بجلی کے جھٹکے سے آدمی کی موت ذلت آمیز نہیں ہے؟ کیا کسی کو گولی کا نشانہ بنا دینا کم رسوا کن ہے؟ اور کیا آدمی اس سے موت کی تکلیفوں سے بچ جاتا ہے؟

تیسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ حدود قائم کرنے سے جانیں ضائع کی جاتی ہیں اور لوگوں کے ہاتھ پیر کٹتے ہیں۔ اس طرح معاشرہ میں افرادی قوت میں کمی کا بحران پیدا ہوسکتا ہے۔ نیز لنگڑے لولوں کی کثرت سے بے کاروں اور معذوروں کا بوجھ اس پر پڑے گا، حالاں کہ دوسری صورت میں اس نقصان سے بچا جاسکتا ہے بلکہ وہ خود فلاح معاشرہ کے لیے کام کرسکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ ان سزاؤں کے نفاذ سے یہ صورتِ حال پیدا ہوسکتی ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حدود انتہائی محدود دائرہ میں اور ان لوگوں پر قائم کیے جاتے ہیں جن سے کسی خیر

Marfat.com

(بھلائی) کی امید باقی نہیں رہ جاتی بلکہ وہ ایک طرح سے معاشرہ کے لیے عضو ناسور بن چکے ہوتے ہیں۔ پھر کیا کینسر زدہ عضو کا جسم سے الگ کر دینا دانش مندی اور عقل کے خلاف ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ حدود قائم کرنے سے ایک شخص کی جان جاتی ہے یا اس کے اعضاء کٹتے ہیں لیکن اس عمل سے نہ جانے کتنوں کی جانیں اور اعضاء محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اس کا اندازہ ان ممالک میں جہاں یہ حدود قائم ہیں اور ان ممالک میں جہاں پر یہ قائم نہیں ہیں کے درمیان جرائم کا موازنہ کر کے کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ میں ہر سال لاکھوں سے زیادہ فوج داری جرائم رونما ہوتے ہیں جن میں بلاشبہ ہزاروں لوگوں کی جانیں جاتی ہیں جب کہ سعودی عربیہ میں ان لوگوں کی تعداد چند سو سے ہرگز زیادہ نہیں ہیں جن پر حدود قائم کی جاتی ہیں۔

چوتھا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ان حدود کے قائم کرنے سے آدمی کے زندہ رہنے کا حق چھن جاتا ہے جو کہ ایک مقدس حق ہے اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کو چھین لے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو زندگی بخشی اور ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کو قابل احترام بنایا اس سے بڑھ کر اس کی حرمت اور تقدس کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے لیکن وہ شخص جس نے اس پر دست درازی کی ہو اور اس کی حرمت کو پامال کیا ہو کیا اب بھی وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی جان کے تحفظ کا حق برقرار رہے۔ اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جو دوسرے کی جان کی حرمت کو باقی نہ رہنے دے وہ خود اس حق کو کھو دیتا ہے تاکہ مزید بے حرمتی کا سلسلہ بند ہو جائے، کیا اسلام کا یہ فیصلہ حق کے خلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ جو لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ اپنی جان کی قدر و قیمت تو سمجھتے ہیں لیکن دوسروں کی جان کی قدر و قیمت ان کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے، جب کہ اسلام کے نزدیک ہر انسان یکساں قدر و قیمت کا حامل ہے۔

پانچواں اعتراض یہ وارد کیا جاتا ہے کہ مجرم کی وجہ سے جان و مال اور عزت و آبرو کی جو پامالی یا نقصان ہوا اس کی تلافی مجرم کی جان و مال سے نہیں ہو سکتی، جو ہوا سو ہوا اب مزید جان کیوں ضائع کی جائے یا مجرم کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں یا اس کو کسی قسم کی سزا دی جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مجرم پر سزا کے نفاذ میں سب سے بڑی حکمت یہی ہے کہ مزید خون خرابہ نہ ہو اسی لیے قرآن میں قصاص کو ''حیات'' (زندگی) سے یاد کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر قصاص نہ قائم کیا جائے گا تو ایک کے بعد ایک قتل کا سلسلہ چل نکلے گا۔ اسلام اسی سلسلے کو محض ایک آدمی کے نقصان

Marfat.com

سے بند کرنا چاہتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حدود و تعزیرات کا مقصد محض مجرم سے بدلہ لینا نہیں ہے بلکہ یہ خود اس کے حق میں گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور یہ چیز خود مجرم کے حق میں بہتر ہے۔ اسی لیے آں حضور ﷺ نے حضرت ماعز اسلمیؓ اور غامدیہ پر رجم کی سزا نافذ کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ ان کی توبہ تمام اہل مدینہ پر تقسیم کر دی جاتی تو سب کے لیے کافی ہوتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سزا سے مجرم کے گناہوں کی بھی تلافی ہوتی ہے۔

## خلاصۂ بحث

اسلام اور اسلامی تعلیمات پر ہمیشہ مختلف طرح کے اعتراضات کیے گئے ہیں، لیکن معترضین اسلامی سزاؤں سے متعلق ان اصول و آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے جو ان کے نفاذ کے لیے ضروری ہیں۔ بلاشبہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے لیکن یہ سزا اس وقت نافذ کی جاتی ہے جب اسلامی ریاست نے ان تمام اسباب کا سد باب کر دیا ہو جن سے مجبور ہو کر آدمی چوری کرتا ہے۔ مثال کے طور پر عام قحط کی صورت حال پیدا ہو یا بھوک کی اضطراری حالت میں چوری کی گئی ہو تو ان صورتوں میں سزا نافذ نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح زنا کی سزا کے نفاذ کے لیے چار گواہوں کی جو شرط رکھی گئی ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ کم سے کم لوگوں پر مقررہ حد جاری ہو۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اسلامی سزاؤں کا مقصد معاشرہ میں سزا یافتہ لوگوں کی فہرست میں اضافہ کرنا نہیں ہے بلکہ جرم کی اس جڑ کو کاٹنا ہے، جس کی وجہ سے آدمی بے باک ہو جاتا ہے اور جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔

---

Marfat.com

# ماٰخـذ و مراجع

## عربی

(۱) القرآن الکریم، منزل من اللّٰہ
(۲) تفسیر ابن کثیر، حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی
(۳) الجامع الصحیح لامام البخاری، محمد بن اسماعیل البخاری
(٤) الجامع الصحیح لامام مسلم، مسلم بن الحجاج القشیری
(٥) الجامع الصحیح لامام الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورة الترمذی
(٦) سنن ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث بن اسحاق السجستانی
(٧) سنن ابن ماجة، محمد بن یزید القروینی بن ماجة
(٨) سنن نسائی، ابو عبد الرحمان احمد بن علی بن شعیب النسائی
(٩) مسند لامام احمد، ابو عبد اللّٰہ احمد بن محمد بن حنبل
(١٠) مشکوٰة المصابیح، ولی الدین ابو عبد اللّٰہ محمد بن عبد اللّٰہ الخطیب التبریزی
(١١) فیض القدیر شرح جامع الصغیر، محمد عبد الرؤف المناوی
(١٢) نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار، لامام محمد بن علی ابن محمد الشوکانی
(١٣) المدونة الکبریٰ، روایة ممنون بن عبد الرحمن بن قاسم عن الامام مالك
(١٤) بدایة المجتهد و نهایة المقتصد، للعلامة ابن رشد القرطبی
(١٥) المغنی علی مختصر الخرقی، محمد عبد اللّٰہ بن قدامة مقدسی
(١٦) السیاسة الشرعیة فی اصلاح الراعی والرعیة، لامام احمد بن تیمیة
(١٧) الحسبة فی الاسلام، لامام احمد بن تیمیة
(١٨) مجموعة فتاوی ابن تیمیة،لامام احمد بن تیمیة
(١٩) الاحکام السلطانیة والولایات الدینیة، لابی الحسن الماوردی
(٢٠) کتاب الخراج، لامام ابی یوسف
(٢١) الفتاویٰ العالمگیریه، مطبوعه مصر طبع دوم
(٢٢) البحر الرائق شرح کنز الدقائق،ابن نجیم

Marfat.com

(۲۳) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، للعلامة علاء الدین الکاسانی
(۲٤) شرح فیض القدیر، لابن الهمام
(۲٥) حاشیة رد المختار علی الدر المختار، لابن عابدین
(۲٦) التعزیر فی الشریعة الاسلامیة، عبد العزیز عامر
(۲۷) الجریمة و العقوبة فی الفقه الاسلامی، محمد ابو زهرة مصری
(۲۸) التشریع الجنائی الاسلامی، للعبد القادر عودة مصری
(۲۹) کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر، لابن الحجر الهیثمی المکی
(۳۰) اثر تطبیق الحدود فی المجتمع، (مجموعه مقالات مطبوعة سعودیه عربیة)
(۳۱) اعلام الموقعین عن رب العلمین، لابن القیم الجوزیة
(۳۲) التمهید، للعلامة ابن عبد البر القرطبی
(۳۳) ادب المفرد، لامام محمد بن اسماعیل البخاری
(۳٤) المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث النبویؐ، مطبوعه لیدن
(۳٥) المؤطا، لامام الائمة و عالم المدینة مالك بن انسؓ

## اردو

(۳۶) سیرۃ النبیؐ، علامہ سید سلیمان ندویؒ جلد ششم مطبوعہ دار المصنفین، اعظم گڑھ
(۳۷) غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، مولانا سید جلال الدین عمری، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ
(۳۸) اسلام کا تصور مساوات، مولانا سلطان احمد اصلاحی، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی
(۳۹) جرم و سزا کا اسلامی تصور، جسٹس تنزیل الرحمٰن، مطبوعہ پاکستان
(۴۰) اسلامی حدود اور ان کا فلسفہ، مولانا سید محمد متین ہاشمی، مطبوعہ پاکستان
(۴۱) انسانی معاشرہ اسلام کے سائے میں، محمد ابو زہرہ ترجمہ مولانا سلطان احمد اصلاحی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی

## اخبارات و رسائل

(۴۲) روزنامہ ٹائمز آف انڈیا، نئی دہلی (انگریزی)
(۴۳) روزنامہ انڈین ایکسپریس، نئی دہلی (انگریزی)
(۴۴) روزنامہ قومی آواز، نئی دہلی (اردو)
(۴۵) روزنامہ راشٹریہ سہارا، نئی دہلی (اردو)
(۴۶) سہ روزہ دعوت، نئی دہلی (اردو)
(۴۷) تعمیر حیات، لکھنو (اردو)

Marfat.com

Marfat.com

PN - 875

Marfat.com